UNIVERSAL
LIBRARY
OU_222004
UNIVERSAL
LIBRARY

مکتوباتِ نیاز

حصّہ دُوم

مکتوبات نیاز

(حصہ دوم)

عزیز من۔

کیا پوچھتے ہو کس حال میں ہوں اور کیا بتاؤں کہ عمر کس طرح بسر ہوتی ہے جو زمانہ گذر گیا اس کی یاد۔ بربادی کی یاد، جو گذر رہا ہے وہ یکسر حسرت آباد۔ شکوہ کروں بھی تو کس کا اور کس زبان سے۔

ہستی بہ تپش رفت و اثر نیست نفس را
فریاد کزیں قافلہ بردند جرس را

جانتا ہوں کہ چھیڑتے ہو۔۔۔۔تاکہ میں کچھ کہوں اور تم منھ پھیر کر ہنسو۔ چلو، ہٹو، میں اب اس حال میں نہیں ہوں کہ کسی کو ہنستا دیکھوں اور خوش ہوں۔

مجھ سے ہمدردی کی باتیں نہ کرو۔ ورنہ سچ کہتا ہوں تم سے نفرت ہو جائے گی۔ "وہ حزین ملول آنکھوں والے" دوست کل ملے تھے تم کو پوچھتے تھے۔ میں نے کہا بہت بُرا حال ہے اس کا جواب انھوں نے کیا دیا، جب آنا تو خود انھیں سے پوچھنا۔ میرے کہنے کا اعتبار تمھیں کیوں آنے لگا! تاہم اتنا ضرور کہوں گا کہ جن آنکھوں کو تم نے سوگوار دیکھا، کل وہ ہنس رہی تھیں۔ اب یہ خبر نہیں کہ میرے قال پر یا تمھارے حال پر۔ ابھی تو کہیں باہر جانے کا قصد نہیں ہے۔ تاہم اپنی آمد کی اطلاع دو دن پہلے دیدینا تاکہ تمھارے جانے کے بعد

جو دو دن تک گھر ویران رہے گا اس کی تلافی کی تدبیر پہلے ہی کر لوں۔

سنو جی، تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ میں تم سے خفا ہوں۔ اور جب کوئی کسی سے خفا ہوتا ہے تو بات نہیں کیا کرتا۔

میں سمجھتا ہوں کہ تم بہت بیتاب ہو گے، لیکن ہوا کرو میری بلا سے، نہ میرے پاس اتنا وقت کہ وہاں جاکر تمھارا پیام کہوں اور نہ شاید انھیں اتنی فرصت کہ اطمینان سے سنیں اور جواب دیں۔ تم کو اپنی التجا پر ناز ہو یا نہ ہو لیکن انھیں اپنی بے نیازی پر ضرور ہے۔ مگر تمھیں یقین کیوں آنے لگا؟ اور ہاں میں نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ میں خفا کیوں ہوں اور تم سے باتیں کرنے لگا۔ لاحول ولاقوۃ!

قبلۂ محترم۔ صحیفۂ گرامی عزیزی یوسف کے ذریعہ سے پہونچا۔ آپ کو باور آئے یا نہ آئے لیکن جو احترام حضرت کا میرے دل میں ہے وہ قطعاً بیان و اظہار سے بے نیاز ہے۔ لفظ احترام میں نے ادباً استعمال کیا ورنہ مجھے محبت کہنا چاہیئے تھا۔

آپ نے جس رافت و ہمدردی سے، جس محبت و عنایت سے، میری رسوائی پر آنسو بہائے ہیں، وہ "رگِ سنگ" سے بھی لہو ٹپکا دینے کے لئے کافی ہے، لیکن اس کا کیا علاج کہ میں بہرا بھی ہوں اور گونگا بھی۔ یعنی اب سوائے دل کی آواز کے نہ کوئی اور صدا کانوں میں آتی ہے نہ اس کے علاوہ اور کوئی بات زبان سے نکلتی ہے۔

عیش داند دلِ سرگشتۂ پریشانی را   ناخدا باد بود کشتیٔ طوفانی را

آپ کے سامنے نہ دلیل پیش کرنے کا یارا، نہ حجت طلب کرنے کی جرارت۔ آپ جب تک مجھے خوش نصیب سمجھتے رہے میں خوش نصیب تھا، اب آپ بدقسمت کہتے ہیں تو میں بدقسمت ہوں۔ اُس کا شکریہ ادا کرنے کا حوصلہ کبھی نہ ہوا تو اِس کے شکوہ کرنے کی ہمت کہاں سے لاؤں۔

گفتہ بودی ہمہ زرقند و فریبند و فسوس
سعدیؔ آں نیست ولیکن چو تو فرمائی ہست

آپ نے مجھے یاد فرمایا ہے اور مجھے یقیناً اولین فرصت میں حاضر ہونا چاہیے، لیکن ڈرتا ہوں کہ مبادا حضرت کا یہ لطف و کرم بھی ہاتھ سے کھو بیٹھوں۔ کیونکہ جناب کو شاید علم نہیں کہ میں داڑھی منڈا کر اب صورتاً بھی مسخ ہو گیا ہوں۔ خدانخواستہ اگر آپ کی نگاہ کرم کہیں ہرگز نہ پہونچ گیا تو میں کیا کروں گا ——— ایامِ دولت مستدام!

حقیقت یہ ہے کہ تم سا لغو انسان میں نے تو آج تک نہ دیکھا نہ سُنا، بلکہ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ تخلیق نوعِ انسان کے وقت ذہنِ فطرت میں بھی نہ ہوگا ——— گردن اٹھاؤ، ذرا آنکھ میں آنکھ ڈال کر جواب دو۔ ظالم بدہن! میں نے کب اور کس سے کہا تھا کہ مولانا کو مالیخولیا ہو گیا ہے۔ ذکر عام مولویوں کا تھا کہ ہمارے مولانا کا، جن کا جواب خرابات میں کبھی نہیں مل سکتا، چہ جائیکہ محراب و منبر۔

انھوں نے جس انداز سے شکوہ کیا ہے اس کا جواب صرف یہ ہو سکتا ہے کہ اپنا سر پھوڑ ڈالوں یا تمھارا۔ تم پر اختیار نہیں اس لئے اپنا ہی سر پھوڑنا پڑے گا۔

میں نے مولانا کو خط لکھا ہے اور جتنی بُرائیاں میں تمھاری کرسکتا تھا وہ سب کردی ہیں۔ گالیاں مجھے زیادہ یاد نہیں، تاہم جتنی یاد تھیں وہ بھی دے ڈالی ہیں۔ وہ تمھیں میری تحریر دکھائیں گے تو نہیں، لیکن ممکن ہے باتوں ہی باتوں میں پھر اس ذکر کو چھیڑیں، اس لئے میں تمھیں پہلے سے مطلع کئے دیتا ہوں کہ اگر اس مرتبہ تم نے پھر غلط بیانی سے کام لیا تو سچ کہتا ہوں آکر ذبح کردوں گا اور سولی چڑھ جاؤں گا۔

مردِ خدا کسی وقت تو انسان بن جایا کر، سنجیدگی میں مذاق ہو تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن مذاق میں سنجیدگی حد درجہ خطرناک چیز ہے۔

میرے ہمدم و دمساز۔ سلامت رہو کہ میری عافیت کے طلبگار اک تمھیں دنیا میں رہ گئے ہو۔ گو اسی کے ساتھ اس کا بھی یقین ہے کہ

بہ شبنم بخیہ نتواں کرد چاکِ دامنِ گل را

دنیا میں مصائب دو قسم کے ہوا کرتے ہیں۔ ایک وہ جن کا تعلق خارجی اسباب سے ہے اور دوسرے وہ جو خود اپنے احساس سے پیدا ہوتے ہیں۔ پھر اُن کا علاج تو تدبیر سے ممکن ہے لیکن اِن کا مداوا کیونکر ہو۔ آگ لگے تو پانی سے بجھائی جاسکتی ہے، لیکن جب میں پانی کو آگ سمجھنے لگوں تو تم یا کوئی اور کیا کرسکتا ہے۔ سو بھائی میری سوختہ سامانیاں بھی بالکل اسی قسم کی ہیں۔ اور مقدرات کا یہی مفہوم میرے ذہن میں آیا ہے۔

میرے لئے دنیا میں کیا نہ تھا، سب کچھ تھا، مگر صرف ایک "پندارِ احساس" نے

تمام عالم کو ٹھکرا دیا

درہائے فردوس وا بود امروز
از بیدماغی گفتیم فردا

پھر اب کہ پُرمانگی و واماندگی کا مفہوم ہی میرے نزدیک بالکل بدل گیا ہے۔ اگر تمھارے کہنے پر عمل کردوں بھی تو بیکار ہے۔ "آشفتگی میں نقش سویدا" درست کرنے کے معنی صرف یہ ہیں کہ "داغ دل" کے سرمایہ کو اور رسوا کیا جائے۔

محترمہ، آپ کی طویل خاموشی سخت دلخراش تھی، لیکن خلاف توقع نہ تھی، میں جانتا تھا کہ آپ نے مجھ سے بات کرنے کی قسم کھالی ہے اور میں خود اس کی ابتدا کرتا، اسکا امکان صرف اس صورت میں تھا کہ حسن کو تغافل میں جراءت آزمایا تا۔

شکر ہے کہ آخر کار آپ کو رحم آ ہی گیا اور مجھے، کہ اب تنکے کا سہارا بھی ہاتھ سے جا رہا تھا، ڈوبنے سے بچا لیا۔

سانحہ کا حال معلوم کر کے بے اختیار آنسو ٹپک پڑے۔ آپ کی آغوش سب سے پہلی مرتبہ آباد ہو کر یوں اُجڑ جائے! قیامت ہے، قیامت!

شعلہ تا نبض جگر ریشہ دوانی مانگے۔

آپ نے خطاب کا ذکر کر کے ایک ایسا نشتر چبھویا ہے کہ عمر بھر اسے فراموش نہیں کر سکتا۔ اللہ، اللہ، اڈیٹر .... مجھے ادیب الملک کا خطاب دے اور آپ اس پر اظہار مسرت کریں! تف ہے مجھ پر اور میری ادبیت پر۔

از برگ و سازِ قافلۂ بیخوداں مپرس

بے نالہ می رود جرسِ کاروانِ ما

کیا آپ دل خون کرنے کی اور کوئی تدبیر اختیار نہ کر سکتی تھیں؟

کفارہ کا روزہ رکھنے میں کیا نقصان ہے۔ کیا وہ قسم سے زیادہ مضبوط چیز ہے جس کو دل توڑنے میں باک نہ ہو، وہ روزہ کے باب میں اتنا پس و پیش کرے حیرت ہے۔ خدا کرے آپ جلد یہ خبر سنائیں کہ اجڑی ہوئی آغوش پھر آباد ہو گئی ہے

آپ وہ باتیں کیوں لکھا کرتی ہیں جن کے جواب میں سوائے "احسان ناسپاسی" کے اظہار کے اور کچھ نہ کہہ سکوں۔

بہ حرف آمدی و زخم کہنہ ام شد

بہ حیرتم چہ نمک بود گفتگوئے ترا

آپ نے جس جرأت و جسارت سے ان کو جواب دیا ہے وہ اس سے زیادہ داد کا مستحق تھا جو آپ کو ملی۔ ممکن ہے کہ آپ پچھتاتی ہوں —— آہ!

غزل میں اتنا شدید جذبۂ سپردگی و وارفتگی اور اس پر آپ کا یہ کہنا کہ کسی سے آج تک محبت کی ہی نہیں، حیرت ہے۔

کفارہ کے سلسلہ میں آپ روزے بھی رکھیں گی اور مسکینوں کو کھانا بھی کھلائینگی خیر روزہ رکھنے میں تو کوئی حرج نہیں، اچھا ہے — "رنگ کھلتا جائے گا جتنا کہ اڑتا جائیگا" لیکن دوسری بات بہت خطرناک ہے۔ آپنے ہندی کا دوہا نہیں سنا جسکا مفہوم یہ ہے کہ غربا

کو غلہ تقسیم کرنے کی خدمت بہو کے سپرد کی گئی اس خیال سے کہ اس کے ہاتھ چھوٹے چھوٹے ہیں خرچ کم ہوگا، لیکن وہاں ساری دنیا بھکاری بنکر جمع ہو گئی۔" ایک آپ ہی کی مہربانی ستم ڈھانے کے لئے کیا کم ہے کہ کسی اور کی جستجو ہو

زنیرنگ فسوں پردازی الفت چہ می پرسی
تو در آغوشی و من کشتۂ از دور دیدنہا

خط کا جواب ذرا تعویق سے جارہا ہے، معافی چاہتا ہوں، آپ سے نہیں ان سے جن کو ہر چند میں نے آپ کی وساطت سے جانا ہے، لیکن معذرت براہ راست انھیں سے کرنا چاہتا ہوں، آپ کے اشعار سے آپ کا زور طبیعت، آپ کی بلند تخئیل ضرور ظاہر ہوتی ہے لیکن غزل کے لئے جن جذبات سپردگی کی ضرورت ہے وہ ایک عورت کے کلام میں قدرتاً زیادہ قوی ہونا چاہئے چنانچہ ہے۔ ان سے کہہ دیجئے۔

اچھا ہے آپ قصیدہ خوانی کیجئے اور عزیز بانو زمزمہ سرائی۔ آپ دونوں خدمتیں انجام دینے پر اصرار نہ کریں اس کے معنے یہ ہونگے کہ آپ کچھ نہیں کرنا چاہتے ——— ہائے ان کا اور آپکا یہ تعلق کہ ——— "بیداد تواں دید و ستمگر نتواں گفت"

کس قدر قابل رشک ہے، خوش رہئے۔

آپ عید کی مبارکباد دیتی ہیں حالانکہ

عید را در شہر مارسم مبارکباد نیست

لفافہ کے اندر ایک چیز اور بھی ملی بہتر ہے۔

دل کے خوں کرنے کی فرصت ہی سہی

میں جانتا ہوں کہ آپ سے دل آزاری ممکن ہی نہیں لیکن اس کا کیا علاج کہ "شیوۂ دلداری" کبھی ایک مستقل آزار ہو جاتا ہے ان کے لئے نہیں جو ہر وقت آپ کے ساتھ ہیں، اور اس کے خوگر ہو چکے ہیں، بلکہ ان کے لئے جو آزادی سے یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ "یہ آپ کیا کر رہی ہیں ـــــ" تو خود حدیثِ مفصل بخواں ازیں مجمل۔

عزیز گرامی۔ آپ نے خوب کیا کہ جواب میں اتنے غیر معمولی سکوت سے کام لیا نعمت غیر متوقع طور پہ حاصل ہو تو زیادہ لطف آتا ہے۔

اس دوران میں آپ جس ذہنی حوادث سے دوچار ہوئے ہیں ان کا ہر چند مجھے علم نہیں اور نہ شاید پوچھنے کا حق۔ لیکن ان پر اظہار مسرت سے باز نہیں رہ سکتا، کیونکہ غالباً بہ صورت دیگر آپ کی یہ خاموشی اور زیادہ طویل ہوتی ـــــ اللہ اللہ جب تک آپ صرف پھول ہی پھول تھے اس وقت تک میرے لئے صرف ایک "ناشگفتۂ عدم" بنے رہے اور اب کہ آپ کو کانٹوں میں کانٹا بنکر پہونچنا بھی آگیا ہے، مجھے اپنی شگفتگی کی خبر دیتے ہیں۔ آہ،

چہ می کردیم یارب گر نبودے نارسیدنہا

ہاں عید قرباں گذر گئی اور شکر ہے کہ میرے دامن کو خون سے آلودہ کئے بغیر گذر گئی۔ میں غالباً ۱۳ اور ۱۶ کے درمیان کسی تاریخ میں آگرہ پہونچوں گا، آپ کا پتہ یادداشت کی کتاب میں درج کر لیا ہے۔ انشاء اللہ حاضر ہوں گا اور صرف ایک چیز نذر میں طلب کرنے کے لئے جو

۱۱

"ماوراء کفر و ایمان" آپ کے پاس موجود ہے

آرام جان۔

تمھیں شرم آنی چاہیے کہ تمھاری طرف سے اتنی تکلیفیں برداشت کرنے کے بعد بھی تمھیں "آرام جان" کہتا ہوں اگر تمھیں اصل راز سے آگاہ کر دوں تو تم خفا تو خیر کیا ہو گے لیکن خفگی کا اظہار ضرور کرو گے اور یہ مجھے پسند نہیں کہ جس نے ہمیشہ ہنس ہنس کر مجھے اذیت پہونچائی ہے وہ اب "چینِ پیشانی" کے ساتھ خنجر آزما ہو۔

آج تمھارا وہ خط جو تم نے یعقوب صاحب کو لکھا ہے اتفاق سے دیکھنے کو مل گیا — ماشاء اللہ کیا کیا گل افشانیاں کی ہیں، کیا کیا "برشِ تیغ جفا" پر ناز فرمایا ہے۔ کیوں نہ ہو، شاعر ہو، خوبصورت ہو، نوجوان ہو، اور اپنی اس قوت سے واقف کہ

کرشمہ کن و یک شہر را خراب انداز

اچھا تو سنو، میں نے بھی ایک فیصلہ کیا ہے اور وہ یہ کہ تمھیں کسی نہ کسی طرح یہ یقین دلا ہی دوں کہ جو کچھ تم چاہتے ہو وہ پورا ہو گیا۔

کل شام کو ایسی سخت آندھی آئی کہ میرے مکان کی چھتیں گر پڑیں، در و دیوار سرنگوں ہو گئے، اس کے بعد دفعتاً ایک گوشہ سے شعلہ بلند ہوا اور میری ایک ایک چیز کو خاکستر کر گیا۔ میں گھر سے باہر نکل کر بھاگا تو لوگوں نے پتھر مارنا شروع کئے، میں گھبرا کر ایک کنوئیں میں کود پڑا اور وہیں ختم ہو گیا — تمھیں خوش کرنے کے لئے اس سے زیادہ میرے امکان میں نہ تھا بدلو اب کیا کہتے ہو۔ کہو گے کیا — اور اگر کہو گے بھی تو سنو گے کیا؟ میں تمھارا کشتہ

ٹھہرا اور

برنیاید ز کشتگاں آواز

کا حال تم کو معلوم ہی ہے۔ یہ آخری اور بالکل آخری خوشخبری ہے جو تمھیں سنا رہا ہوں۔ میں مرچکا ہوں اور احساس بعد الموت کا قائل نہیں ہوں۔ اس لئے جو چاہو کہو۔ جو چاہو کرو، میری طرف سے اب کسی شکایت کا اندیشہ ہی نہیں —— خدا حافظ

بندہ نواز۔ کرمنامہ ملا۔ الطاف و عنایت کا شکریہ ادا کرنا فرض ہے، لیکن اس فرض سے عہدہ برآ ہونے کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟ یہ آپ ہی بتائیے۔

اول تو احسان کے عوض میں احسان کرنے کا خیال ہی سرے سے ایک نامعقول بات ہے لیکن اگر میں اس نامعقولیت پر راضی ہو جاؤں تو بھی تہیدست و پائی اور بے برگ و باری کا کیا علاج جس نے سوائے "شرمندۂ احسان" رہنے کے مجھے اور کسی کام کا رکھا ہی نہیں۔

میں جانتا ہوں کہ آپ کی فطرت اس سے بہت بلند ہے کہ آپ کسی کو ممنون بنائیں اور اس کے اعتراف کی بھی خواہش رکھیں۔ لیکن میں اپنی فطرت کے انحطاط کو کیا کروں۔ جو خواہ نخواہ اس بات پر مجبور کرتی ہے جس پر آپ راضی نہیں —— بہرحال سوائے خاموش دعاؤں کے اور میں کر بھی کیا سکتا ہوں۔ جب تک زندہ ہوں دعاگو ہوں اور اس احساس کے ساتھ کہ یہ سب لغو و بیکار ہے۔

آپ کا یہ احسان صرف ایک قریشی صاحب پر نہیں ہے، بلکہ ان کی بیوی، بچوں پر

ہے، ماں بہن پر ہے اور اسی کے ساتھ مجھ پر بھی کہ میں ان کی تکلیف زندگی کی کوفت سے آزاد ہو گیا۔ کل وہ غریب ملے تھے اس حال میں کہ آپ کا ذکر زبان پر تھا اور آنکھیں اشکوں سے لبریز۔ ان میں تو اتنی بھی جرأت نہیں کہ آپ کے سامنے اعتراف کرم کی کوئی ناکام کوشش کر سکیں۔ آپ نے تو ان سے ہمیشہ کے لئے قوت گویائی چھین لی ہے، میں یہ خدمت ان کی اور اپنی طرف سے انجام دے رہا ہوں لیکن جانتا ہوں جو حقیقت اسکی ہے۔ خوش رہئے اور کیا کہوں۔

فراموشکار من

عرفی کا شعر ہے:

مرا فریب دہد نالہ و بہ غم گوید
ز من ترانہ شنو با اثر چہ کار مرا

آپ کو معلوم ہے کہ محبت کی کس منزل کی طرف اس میں اشارہ ہے؟ یاس و ناامیدی کی وہ آخری حد جب محبت کرنے والا اپنے آپ کو فریب دینا چاہتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ میں فریب دے رہا ہوں۔ لیکن ایک منزل اس سے آگے اور بھی ہے جب اس احساس کے بعد یک لخت خاموشی شروع ہو جاتی ہے سو میں آپ کو آگاہ کر دینا چاہتا ہوں کہ اس تحریر کے بعد ہی میں اس منزل میں قدم رکھنے والا ہوں "من و تو" کا جھگڑا انتہائے قرب نہیں بلکہ انتہائے بعد و ہجراں کی صورت میں ہمیشہ کے لئے مٹ جاتا ہے آپ ایک امر کا عزم فرماتے ہیں میں اسے پسند نہیں کرتا، اس کے بعد آپ کا اصرار شروع

ہوتا ہے اور میں صرف اس لئے کہ آپ کی دلآزاری نہ ہو، کہدیتا ہوں — "خیر آپ کی مرضی" دور ہیئے اس طرف کی بات ہے —— اس کے بعد اشارۃً و کنایتاً یاددہانی کرتا ہوں، کوئی جواب نہیں ملتا، صراحتہً تقاضا کرتا ہوں، آپ خاموش رہتے ہیں، طعن و تشنیع پر اتر آتا ہوں آپ ٹال جاتے ہیں۔ یہ آخر کیا وضع ہے؟ کم از کم آپ نے یہ تو خیال کیا ہوتا کہ آپ کے وعدہ پر اعتماد کر کے ایک شخص ہر طرف سے کٹ کے آپ ہی کا ہو رہا ہے، پھر اس سکوت کے کیا معنی میں تو اس قدر محجوب ہوں کہ جس وقت وہ آتے ہیں تو ملنے کی بھی ہمت نہیں ہوتی اور آپکی "بے جگری" کا یہ عالم کہ خط کا جواب تک دینا گوارا نہیں —— بہرحال میں تو مایوس ہی ہو چکا ہوں، وہ بھی ہفتہ عشرہ میں صبر کر کے بیٹھ رہیں گے۔ لیکن یہ سوچتا ہوں کہ اگر اس دنیا میں کبھی آپ سے ملاقات ہوئی (جس کی بظاہر کوئی امید نہیں ہے) تو آپ نہیں بلکہ میں کیونکر آپ سے آنکھیں چار کر سکوں گا۔

سچ کہتے ہو، میں قدامت پرست ہوں —— میر و درد و نسیم و مصحفی، مومن و غالب کی یاد میرے دل سے کسی طرح نہیں نکلتی، اور تمھاری جدت پرستی کا کیا کہنا کہ جب تک صبح کو خاکِ شفا چاٹ کر زمزمی سے دو گھونٹ حلق سے نہ اتار لو کسی کا منھ دیکھنا حرام۔

تمھیں کس طرح سمجھاؤں کہ یہ زمانہ شاعری کے لئے سازگار ہی نہیں، اور خدا نہ کرے کہ ایسا ہو، کیونکہ شاعری ہمیشہ ایک قوم کے دورِ جہل و انحطاط ہی میں ترقی کرتی ہے اور جب علمی ترقیاں شروع ہوتی ہیں تو شعر اس کے لئے جگہ چھوڑ دیتا ہے۔ تم جس قوم و ملک کی تاریخ شاعری کا مطالعہ کروگے اسی نتیجہ پر پہونچو گے۔ پھر کیوں تم ہندوستان کے لئے یہ فالِ بد اپنے منھ سے نکالتے ہو کہ اس کا موجودہ دورِ شاعری پہلے سے بہتر ہے۔

ہاں میں نے منشی امیر اللہ تسلیم کو دیکھا ہے، ان سے ملا بھی ہوں اور ان کی شاعری کا بھی معرف ہوں میرا عنفوان شباب ہے، اور ان کا زمانہ شیب، یعنی میری مسیں بھیگ رہی ہیں اور وہ "دورِ پر افشانی" سے گذر رہے ہیں۔ ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ جس پر جھریوں کا یہ عالم جیسے کپڑے پر اتو کر دیا ہو یہ ہے ان کی ہیئت کذائی! بغیر عصا کے سہارے کے ایک قدم چلنا دشوار، ساعت اور بینائی تقریباً مفقود۔ کمر جھکی ہوئی ریش و بروت سب، برف کے گالے کی طرح سفید، ہاتھ پاؤں میں رعشہ، لیکن خوشدلی اور خوش مزاجی کا یہ عالم کہ گویا جوانی ابھی آئی ہے۔

رامپور میں بزمرۂ خوش نویساں ملازم تھے تیس روپیہ مشاہرہ تھا لیکن خدمت معاف تھی جوانی کے زمانہ میں کسی خوشرو پنجابی لڑکے سے محبت تھی، جواب خود بھی ضعیف ہو گیا تھا لیکن وضعداری کا یہ عالم تھا کہ شام کو مغرب سے قبل روزانہ عصا ٹیکتے ہوئے گھر سے چل کر اس دوکان پر آکر ایک گھنٹہ بیٹھنا ضرور۔ جامع مسجد کے قریب اسکی دوکان تھی، مغرب کی اذان ہوتے ہی مسجد چلے جاتے تھے۔ اور یہاں سے پھر وہ عشا کی نماز پڑھکر گھر واپس جاتے تھے، جب تک ان میں ذرا بھی سکت رہی ان کا یہ معمول ترک نہیں ہوا کیا بتاؤں کس قدر دلچسپ انسان تھے، بچوں میں بچے، جوانوں میں جوان اور بوڑھے تو خیر وہ تھے ہی، سو سے ایک دو سال کم۔ لکھنؤ سے کئی ماہ کے بعد واپس آئے ہیں۔ یہ وہ زمانہ ہے جب لکھنؤ میں سخت طاعون پھیلا تھا اور شاید اس میں مبتلا بھی ہو چکے تھے، کسی نے پوچھا "حضرت اس مرتبہ وطن میں بہت قیام رہا" فرمانے لگے ہاں میاں گیا تو اسی ارادہ سے تھا کہ اب یہاں واپس نہ آؤں گا اور حضرت طاعون سے التجا کروں گا کہ میری مشکل

بھی آسان کر دیجئے، لیکن وہاں وہ اس قدر مصروف تھے کہ میری بات بھی نہ پوچھی مجبوراً واپس آگیا۔ اب ارادہ ہے کہ یہ سیکڑہ پورا ہی کر لوں" کہنے والے نے کہا "حضرت اس کے بعد پھر اکائی ہے" فرمایا کہ "پھر جینا بے حیائی ہے"۔

ایک بار مشاعرہ میں بھی دیکھا تھا۔ نواب مرحوم کو نیا نیا ذوق مشاعرہ کا ہوا تھا اور کئی کئی دن تک یہ سلسلہ جاری رہتا تھا، منشی امیر اللہ تسلیم کی نوبت آئی تو وہ عصا ٹیک کر کھڑے ہو گئے اور غزل کسی اور نے پڑھنا شروع کی۔ نواب ان کے اشعار کی داد دیتے تھے تو لوگ ان کے کان کے پاس منھ لیجاکر زور سے چیخ چیخ کر کہتے تھے کہ "سرکار آپ کے کلام کی داد دے رہے ہیں" وہ جھک جھک کر آداب بجالاتے تھے۔ مثنوی لکھنے میں ان کو کمال حاصل تھا اور کہنہ مشقی کا یہ عالم کہ نواب کی سیاحت یورپ کے متعلق جو سرکاری بیانات رامپور پہونچتے تھے انھیں وہ اسی وقت نظم کر دیا کرتے تھے، چنانچہ جب واپس آئے تو انھوں نے یہ مثنوی مولوی فرخی صاحب کے ذریعہ سے (جو نواب کے استاد تھے) پیش بھی کی۔ لیکن افسوس ہے کہ ان کو کوئی صلا نہ ملا۔ بعض کا خیال ہے کہ مولوی فرخی نے اسے پیش ہی نہیں کیا کیونکہ وہ خود سفرنامہ مرتب کر رہے تھے (جو بعد کو سیر حامدی کے نام سے شایع ہوا) اور یہ پسند نہ کرتے تھے کہ اس موضوع پر کوئی اور شخص کچھ لکھے۔ بہرحال ان کی آخر عمر کا کارنامہ یہ مثنوی ہے جو ممکن ہے اب بھی رامپور میں تلاش سے دستیاب ہو جائے۔

غزلگوئی میں چونکہ یہ خاندان مومن سے تعلق رکھتے تھے اس لئے باوجود لکھنوی ہونیکے ان میں لکھنویت بہت کم تھی۔ جذبات نگاری کے ساتھ ساتھ مومن کی ہلکی ہلکی فارسی ترکیبوں کا بانکپن ان کے کلام کی بھی خصوصیت تھی۔ ایک بار میں نے خود ان کی زبان سے ایک غزل

بارگاہ حسن، کارگاہ مے و مینا صحبت رقص و نغمہ، اہتمامات رندی و سرمستی الغرض دنیائے خرابات کا وہ کون سا "خلد فروش" منظر ہے جو اس میں نہیں، اور عالم ہوا ہوس کی وہ کون سی انسان کو خدا بنا دینے والی ادا ایسی ہے جو اس شعر سے نمایاں نہیں ۔ میرے سامنے تو رات بھر یہی محفل جمی رہی اور اسی شور نوشا نوش میں ستارۂ سحری نے طلوع کیا۔ اللہ اللہ جس چیز کے خیال میں اتنا لطف ہے، اس کا حصول کیا قیامت ہوگا۔ یہ تمھارے سوچنے کی چیز ہے اور توفیق ہو تو کر دکھانے کی بھی۔ حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان سے اگر آپ موسم کو جدا کر دیں تو پھر سوائے مولویوں کے یہ کسی اور کے رہنے کے قابل ہی نہ رہے۔ غالبؔ کا فیصلہ بھی یہی ہے

بہار ہند بود برشگال ہاں غالبؔ ٭ دریں خزانکدہ ہم موسم شرابے ہست

مکرمی ۔

آپ نے جس مسئلہ میں میری رائے دریافت فرمائی ہے، وہ شاید اتنا پیچیدہ نہیں ہے کہ مجھے آپ کے یقین و اعتقاد کے خلاف کہتے ہوئے ڈر معلوم ہو۔ اس میں شک نہیں کہ اردو شاعری کے دامن میں بقول جناب جبشیار "جواہر رنگارنگ" نظر آتے ہیں، لیکن یہ خیال تو کبھی میرے خواب میں بھی نہیں آیا کہ وہ فارسی شاعری کی ہم پلہ قرار دی جا سکتی ہے معاف فرمائیے جس چیز کو آپ "جواہر رنگارنگ" فرماتے ہیں وہ سب صدقہ ہی فارسی شاعری کا ورنہ اس سے قبل تو حقیقت یہ ہے کہ وہ

ایک چیز لچر سی بزبان دکنی تھی

یہ درست ہے کہ نزاکت خیال و معنی آفرینی کی اچھی اچھی مثالیں اردو شاعری میں

ملتی ہیں لیکن یہ سب وہی ہیں جن میں فارسی کا عنصر غالب ہے اور اس باب میں اردو کی مجبوری ظاہر ہے کیونکہ اس کے حروف صلہ و روابط نے اس کی وسعت کو بہت کم کر دیا ہے اور وہی ایک خیال جسے ہم فارسی کے دو لفظوں میں ادا کرسکتے ہیں، اردو کے چار لفظوں سے بھی ادا نہیں ہو سکتا۔ ایک بار میں اس خیال کو ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ "مجھ مجبور کے ہجوم آرزو کا حال تم کیا پوچھتے ہو، کیونکہ تمھاری ہر وہ نگاہ جو مجھ تک نہیں پہونچ سکی اسی کو میں نے اپنا مدعا قرار دے لیا" چونکہ اس وقت فارسی کی غزل پر فکر کر رہا تھا اس لئے شعر یوں ہو گیا۔

چہ پرسی از ہجوم آرزو ہائے من بیکس
سوئے من ہر نگاہت را کہ نامد مدعا کردم

اردو میں اس خیال کو اس قدر اختصار کے ساتھ ظاہر کرنا دشوار ہے۔ اور اس کا بڑا سبب وہی ہے جو ابھی عرض کیا کہ اس میں "سے۔ کا۔ کی" وغیرہ بہت جگہ لے لیتے ہیں اور فارسی میں صرف زیر زبر سے یہ کام نکل جاتا ہے۔ غالب کا شعر ہے

شبنم تاریک و منزل دور نقشِ جادہ ناپیدا
ہلاکم جلوۂ برق شرابِ گاہ گاہی را

دوسرے مصرعہ کے چند الفاظ جتنے وسیع مفہوم پر حاوی ہیں، وہ اردو کے پورے شعر سے بھی ظاہر نہیں ہو سکتا۔

دوسری چیز جو فارسی شاعری کو اردو سے ممیز کرتی ہے اس کے انداز بیان کا تیکھا پن ہے جو ایرانی کلچر کی رنگینیوں اور اس کے بڑھے ہوئے تکلفات سے پیدا ہوا ہے

عرفی کا ایک شعر ہے :-

خوش آنکہ پیش تو پرسند حال عرفی واد
شکایتے بکنایت ز روزگار کند

کسی قوم کی زبان میں طنزیہ لٹریچر اسی وقت بڑھتا ہے جب وہ تمدن کی انتہائی منزلیں طے کر چکی ہو اور معیشت و معاشرت کی لطافت و نزاکت نے اس کی ہر ہر چیز کو مخصوص اصول و عواید کا پابند بنا کر خاص قسم کی پر تکلف شائستگی اس میں پیدا کر دی ہو۔ اب عرفی کے اس شعر کو دیکھئے اور غور کیجئے کہ اس سے کتنا لطیف کلچر ظاہر ہوتا ہے اور شکوہ و شکایت کرنے کے لئے جو اہتمام عرفی کے پیش نظر ہے وہ "تہذیب" کے کتنے گہرے نقوش اپنے اندر لئے ہوئے ہے ایرانی شاعر کسی حال میں ہو لیکن "بزم آرائی" اور "باغ و راغ" کے خیال سے وہ کبھی جدا نہیں ہو سکتا۔ تشبیہ و استعارہ تو خیر بالکل آرٹ کی چیز ہیں لیکن وہ اپنے غم آلود جذبات کے اظہار میں بھی "گل و گلستاں" اور "شمع و شبستاں" کے دائرہ سے باہر جانا پسند نہیں کرتا وہ اپنی پریشاں حالی کا اظہار کرتا ہے تو بھی اس کا معیار یہ قرار دیتا ہے کہ

آشفتگی کجا و ہوائے چمن کجا

اور اپنی دل کی آگ کا ذکر کرتا ہے تو بھی انداز بیان یہ ہوتا ہے

آتش زدی چمن چمن افروختی مرا

دشت نوردی و آبلہ پائی کا منظر ایسا نہیں کہ اس میں کوئی رنگیں بیانی کام دے سکے لیکن وہ یہاں بھی اپنی اس وضع پر قائم رہتا ہے اور اس فرصت سے فائدہ

اٹھانے کی صورت یہ پیدا کرتا ہے۔

میزنم بر سرگلے تا خارے از پا می کشم

جلال اسیر نے ایک جگہ شمع و پروانہ اور گل و بلبل کا اجتماع جس خوبی و اہتمام سے کیا ہے اسے ملاحظہ فرمائیے۔

شمع را ہمدرد بلبل کرد عشق
برگ گل چیدو پر پروانہ ساخت

گویا پھولوں کی سیج ہے۔

الغرض ایرانی عاشق اگر محبت بھی کرتا ہے تو اس فلسفہ کے ساتھ کہ

در کار عشق نالہ و آہے ضرور نیست

اور صحرا نوردی پر مجبور رہتا ہے تو اس شان کے ساتھ کہ

ہر سایۂ خارے شکن طرف کلاہے ست

میں سلسلۂ گفتگو میں معلوم نہیں کہاں سے کہاں پہونچ گیا۔ ہاں، تو مقصود یہ کہنا تھا کہ فارسی کے انداز بیان میں جو طرحداری پائی جاتی ہے وہ اردو کو نصیب نہیں البتہ مومن و غالب کے یہاں اس بانکپن کی مثالیں ملتی ہیں لیکن ان میں بھی کوئی بات ایسی نہیں جو فارسی سے ممیز کر سکے۔ پھر اس کا سبب وہی ہے جو میں بیان کر چکا کہ فارسی زبان میں جو وسعت ہے وہ اردو کو میسر نہیں۔ اور اسی لئے غالب کا ذوق شعری فارسی میں جا کر پورا ہوا اور اپنے اردو کلام کو "مجموعہ بے رنگ" کہہ کر اسے معذرت کرنا ہی پڑی۔

میں فارسی انداز بیان کی چند مثالیں یہاں پیش کرتا ہوں۔ اگر ان سے ہٹ کر کوئی اور راہ اردو نے شوخ نگاری کی پیدا کی ہو تو میں بھی سننا چاہتا ہوں۔

قمریاں پاس غلط کردۂ خود می دارند
ورنہ یک سرو دریں باغ بہ اندام تو نیست

شوخ نگاری سے میری مراد بیان کا وہ مخصوص انداز ہے جو معمولی سی بات میں ندرت پیدا کر دے۔ شاعر کہنا صرف یہ چاہتا ہے کہ میرا محبوب خوش قامتی میں سرو سے بہتر ہے لیکن شاعر کی تلاش اور طرز ادا کو دیکھئے کہ معلوم ہوتا ہے نہ ذکر سرو کا ہے نہ قامت یار کا بلکہ صرف قمریوں کا۔ لیکن اصل مدعا جس لطافت کے ساتھ ظاہر ہو گیا، وہ اہل نظر سے مخفی نہیں۔

اسی انداز بیان کا ایک اور شعر ملاحظہ ہو:۔

ساقی تو ئی و سادہ دلی بیں کہ شیخ شہر
باور نمی کند کہ ملک میگسار شد

ہندوستان کے فارسی شعراء میں غالبؔ اس رنگ کا تنہا مالک تھا چند شعر اسکے بھی سن لیجئے:۔

خجلت نگر کہ در حسناتم نیافتند
جز روزۂ درست ز صہبا کشودہ

لفظ خجلت اور درست نے اس شعر کے انداز بیان کو اعجاز کی حد تک پہونچا دیا ہے جس کی مثال اردو شاعری پیش نہیں کر سکتی۔

من آں نیم کہ دگر می تواں فریفت مرا
زیمبش کہ نگر می تواں فریفت مرا

یہ تو چند مثالیں صرف انداز بیان کی ندرت کی ہیں، معنی آفرینی اور حسن تعبیر کا ذکر کروں تو مہینوں گزر جائیں تو بھی اس داستان کو ختم نہیں کر سکتا۔ غالب کا ایک شعر پیش کرتا ہوں ملاحظہ ہو۔ آشیاں کے جلنے کے ہزاروں شعر آپ نے دیکھے ہونگے لیکن ذرا اس کو بھی دیکھئے لکھتا ہے:۔

مراد میدن گل در گماں فگند امروز
کہ باز بر سر شاخ گل آشیانم سوخت

معاف فرمائیے میں نے آپ کا بہت وقت ضائع کیا، لیکن کیا کروں اسوقت کہ فارسی کا ذوق بالکل مفقود ہوتا جارہا ہے کسی طرف سے کوئی آواز ایسی آجاتی ہے تو دل بے چین ہو جاتا ہے اور بہت سی وہ باتیں جو زبان تک اس لئے نہیں آتیں کہ انکا سننے والا اب کون ہے بے اختیارانہ منھ سے نکل ہی جاتی ہیں، خوش رہیئے کہ آپ نے یہ ذکر چھیڑ کر دل کا بوجھ کچھ تھوڑا سا ہلکا کر دیا۔ لیکن اسی کے ساتھ آخر میں دبی زبان مجھے یہ بھی کہنے دیجئے کہ فارسی شاعری کا دلدادہ میں اسکی شوخ نگاری یا معنی آفرینی کے لحاظ سے نہیں ہوں بلکہ صرف اس لئے کہ وہی جلال اسیر جو یاروں کی صحبت میں اپنے محبوب کا ذکر اس رنگین بیانی سے کرتا ہے کہ

در گلستاں دیدمش نشناختم
بر تنش پیراہن گل تنگ بود

جب دوست کے حضور میں سراپا رہنِ عشق و محبت ہو کر پہونچتا ہے تو سوائے اس کے اس کی زبان سے کچھ نہیں نکلتا۔

کس چہ می داند کہ در بزم تو غمناکم چرا

عمر بھر سر دھنتے رہنے کے لئے یہی ایک مصرعہ کافی ہے۔ اور کیا کیجئے گا۔

صدیق مکرم۔

آپ کا معذرت نامہ پہونچا۔ جس میں زیادہ کوشش اس بات کی گئی ہے کہ آپ کے اس "عذر گناہ" کو بدتر از گناہ" نہ سمجھا جائے۔

میرے عزیز دوست، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ "عذر گناہ" کو گناہ سمجھنے کی غلطی مجھ سے کبھی سرزد نہیں ہوئی مگر اسوقت کہ اس سے مقصود واقعی "اجتناب و احتراز" ہی ہو۔ پھر آپ نے یہ کیسے جانا کہ میں آپ کو خدانخواستہ "نصوح" سمجھ کر آپ کی اس معذرت پر ایمان بھی لے آؤں گا۔

آپ بھی عجب چیز ہیں۔ کیسی معصیت اور کہاں کی توبہ' گناہ کیجئے اس نیت سے کہ معذرت کی فرصت ہر وقت نصیب ہے اور معذرت کیجئے اس عزم کے ساتھ کہ آئندہ پھر وہی گناہ کرنا ہے خصوصیت کے ساتھ میرے معاملات میں جو آپ کو بگناہ سمجھنے کے گناہ میں ایک بار بھی کبھی مبتلا نہیں ہوا۔ ہوش میں آیئے اور بدستور جا بجا ہے کیجئے۔

تو ہر گناہ کہ خواہی بکن کہ معذوری

محب گرامی۔

مکرمت نامہ کل شام کو پہونچا اور ساری رات میں یہی سوچتا رہا کہ تعمیل ارشاد کروں تو کیونکر کروں اور نہ کروں تو پھر وہ کیا صورت ہے کہ آپ برا نہ مانیں۔

باور کیجئے یہ داستان اتنی طویل ہے کہ مجھے خود نہیں معلوم اس کا سر رشتہ کہاں ہے انجام کا کیا ذکر کہ اس کی تاریکیوں نے تو میری قوت فکر و احساس بھی مجھ سے چھین لی ہے۔ مگر ہاں اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ جو کچھ ہوا سب جائز و درست تھا۔

زمانہ کی شکایت کیا کروں کہ اب اس میں کوئی شاعرانہ لذت بھی باقی نہیں رہی (حقیقت تو خیر کبھی تھی ہی نہیں) اپنی کمزوریوں کا ذکر کرتے ہوئے ڈرتا ہوں کہ مباوا آپ اسے بجائے حقیقت کہ "میرے ضعف قویٰ" پر محمول کریں، حالانکہ یہی وہ ایک چیز ہے جسے میں نہ سننا چاہتا ہوں نہ سمجھنا۔

میری خوبیوں کا علم تو آپ کو ہوگا لیکن اپنی برائیوں سے میں خود ہی خوب واقف ہوں۔ ان سب کا شمار تو وقت طلب ہے لیکن مثالاً صرف ایک سُن لیجئے۔ وہ یہ کہ میں ان سے بھی لطف کی تمنا رکھتا ہوں جو نیکیاں اس دنیا میں کرتے ہیں اور انعام دوسری دنیا میں چاہتے ہیں۔ گویا اپنی "خستگی کی داد" ان لوگوں سے چاہتا ہوں جو مجھ سے زیادہ "خستۂ تیغ ستم" ہیں اب بتایئے یہ میری فطری کمزوری ہے یا نہیں۔ اس میں عناصر اور ان کے "عدم اعتدال" کا کیا دخل۔

دوسری برائی اسی سلسلہ کی اور سن لیجئے:۔

چونکہ موت کو میں پایان حیات سمجھتا ہوں اس لئے جی نہیں چاہتا کہ زندگی کا کوئی

، ایک لمحہ بھی الجھن میں بسر ہو، اور دشمن کی دشمنی بھی کوئی نہ کوئی ایسی تاویل کرلیتا ہوں کہ اسکی طرف سے خلش باقی نہ رہے چہ جائیکہ دوست!

پھر آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ ایسے احمق کو دنیا میں جینے اور خوش رہنے کا کیا حق حاصل ہے اور وہ کس منھ سے ان صدموں کا حال بیان کرے جو (دشمنوں سے نہیں) دوستوں سے اسے پہونچنا چاہیئے۔

بہرحال حقیقت یہ تھی جو عرض کردی گئی اور اگر اب بھی آپ ماننے کے لئے تیار نہیں تو غالبؔ کے اس شعر کو اپنی شفاعت میں پیش کرتا ہوں۔

کشتۂ دل خویشم کز ستمگراں یکسر
دیدہ دلفریبہا، گفتہ مہربانیہاست

دیکھئے، آپ نے پھر ستانا شروع کیا۔ جس طرح آپ میرے صبر و تحمل کو بے نیازی پر محمول کرتے ہیں، اسی طرح میں آپ کی "دل پرسی" کو دل آزاری" سمجھتا ہوں۔

میں آپ سے داد وفا نہیں چاہتا تو آپ کیوں اس کا تقاضا کریں۔ میں نے خود اپنے آپ سے خفا ہونا سیکھ لیا ہے، مجھے کیا ضرورت ہے کہ کسی اور سے برہم ہو کر خواہ مخواہ اس کی ہمدردیوں کا احسان لوں۔

پروانۂ چراغ مزار خودیم ما

صدیقی۔ کرمنامہ ملا۔ آئیے شوق سے تشریف لائیے، لیکن یہ احسان رکھنے نہ

آیئے کہ یہ زحمت سفر آپ نے صرف میری وجہ سے اختیار کی ہے۔ یہ تو اس سے کہئے جو آپ کی فطرت سے واقف نہ ہو۔

دل جائے دیگرست ونگہ جائے دیگرست

اور ہاں، یہ دوسرے صاحب آپ کے ساتھ کون ہیں۔ میں ان سے بالکل واقف نہیں۔ دوست کا دوست دوست بھی ہوسکتا ہے اور دشمن بھی۔ اب خدا جانے مجھے ان کی پذیرائی دوست کی حیثیت سے کرنا ہوگی یا دشمن کی حیثیت سے۔ بہرحال اگر برنائے تکلف، ان کو یہاں قیام میں کوئی تکلیف ہوئی تو اس کے ذمہ دار آپ ہوں گے۔

کرمفرمائے نیاز منداں۔

گرامی نامہ کے جواب میں غیر معمولی تعویق ہوئی، معافی چاہتا ہوں۔ میں کل ہی ایک طویل سفر سے واپس آیا ہوں اور آج صبح سب سے پہلے جو کام کیا ہے وہ یہ تحریر معذرت ہے۔

آپ نے جس مسئلہ میں میری رائے دریافت فرمائی ہے وہ اتنا پیچیدہ تو نہیں ہے کہ مجھے زیادہ غور کرنے کی ضرورت لاحق ہو لیکن جی یہی چاہتا ہے کہ پہلے اعتکاف کروں اور پھر نماز استخارہ پڑھ کر خواب میں ملہم غیب کی ہدایت کا منتظر رہوں۔ کیونکہ جبتک میں کوئی ایسی مافوق الفطرت سند پیش نہ کروں آپ کیوں ماننے لگے۔

قبلہ، آپ کس وہم میں پڑے ہوئے ہیں، میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں۔ اور اب پھر عرض کرتا ہوں کہ اس باب میں زیادہ پس و پیش کی ضرورت نہیں۔

ختم رسالت کے بعد فرشتے تو اب اس دنیا میں آنا ہو گئے ہیں بندا اس لئے لامحالہ

آپ کو انھیں گنہگار آدمیوں میں سے کسی نہ کسی کا انتخاب کرنا پڑے گا۔ پھر زیادہ سے زیادہ آپ یہی فکر کر سکتے ہیں کہ جس نے کم سے کم معصیت کی ہو وہ آپ کے ہاتھ آجائے حالانکہ دنیا میں عقل معصیت ہی سے بڑھتی ہے۔ سو، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں اور میں کیا یقین دلاتا ہوں خود ان کی حماقتیں آپ کو باور کرا دیں گی کہ وہ کافی سے زیادہ معصوم واقع ہوئے ہیں۔

میرا نظریہ اس باب میں آپ سے بہت مختلف ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ شوہر بننے کی صلاحیت انسان میں چالیس کے بعد پیدا ہوتی ہے جب وہ تمام گناہوں سے سیر ہو چکا ہو۔ صورت کا سوال چنداں اہم نہیں آپ یہ چاہتے ہیں کہ وہ خوبصورت بھی ہو جوان بھی ہو اور اس پر طلب محال یہ کہ خیال و تصور میں بھی اس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو، سو، حضت، آپ کو ایسے نوجوان تو مل جائیں گے جو صائم الدہر بھی ہوں، تہجد گزار بھی ہوں دلائل الخیرات کا بھی ورد رکھتے ہوں۔ لیکن اس کا یقین کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہ سب کچھ وہ جذبات شباب سے خالی الذہن ہو کر رہے ہیں۔

آپ ایک فطری رسم ادا کرنا چاہتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ فطرت سے جنگ کر رہے ہیں۔ عجیب تماشہ ہے۔

بہت زمانہ ہوا جب تھوڑی سی بے اعتدالی ان سے ہوئی تھی لیکن جب سے وہ "ہاروت" بنانے والی "زہرہ" غروب ہو چکی ہے، پھر کوئی اور اطلاع اس قسم کی کانوں تک نہیں پہونچی۔ پھر اس سے زیادہ بجھے ہوئے دل کا آدمی آپ کو اور کہاں ملے گا زیادہ چھان بین نہ کیجئے اور اس فرض سے سبکدوش ہو کر ہجرت کر جایئے تاکہ اس

کے عذاب سے آپ کو نجات مل جائے۔

یہ تم شعر سمجھنا چاہتے ہو یا اس پر جراحی کرتے ہو۔ شاعری نہ اقلیدس کا مقالہ ہے نہ حدیقہ حکیم سنائی کہ "دو اور دو چار" کے سے حقایق اس میں نہ پائے جائیں تو درس اخلاق ضرور ہو۔

نقش و نگار سے لطف اٹھانے کے لئے صرف نگاہ سے کام لینا چاہیئے، اگر تم نے انکو کھرچ کر یہ دیکھنا چاہا کہ ان کے پیچھے کیا ہے تو سوائے بے آب و رنگ کاغذ کے اور کیا ملے گا؟

غالب کا یہ شعر کتنا پاکیزہ ہے:-

تا بادہ تلخ شود و سینہ ریش تر
بگدازم آبگینہ و در ساغر افگنم

لیکن اگر تم نے یہ بحث شروع کر دی کہ غالب کانچ گلانے کے فن سے کب واقع تھا، یا یہ کہ اس وقت بلیماروں میں شیشہ گروں کی دوکانیں کہاں تھیں جہاں انھوں نے آبگینہ پگھلوایا ہوگا یا یہ کہ ساغر میں ڈالنے کے بعد کانچ رقیق کیونکر رہا ہوگا کہ پیا جاسکتا۔ یا یہ کہ اس کے پینے کے بعد کوئی زندہ کیونکر رہ سکتا تھا۔ تو سوائے اس کے کہ سننے والا اپنا منھ پیٹ لے اور کیا کر سکتا ہے۔

جن اشعار کا تم نے مضحکہ اڑایا ہے ان سے لطف اٹھانے کی اہلیت تم میں ہی نہیں۔

ہوتا ہے ازدحام تمنا اسی قدر
ہوتی ہے جتنی دیر کشودِ نقاب میں

اس شعر کے سمجھنے میں تم نے جس بدتمیزی سے "جنسی جذبات" کا تجزیہ کیا ہے وہ نہ صرف یہ کہ تمھاری انتہائی بدذوقی کو ظاہر کرتا ہے، بلکہ فی نفسہٖ "شباب" کی بھی توہین ہے۔

ایک شعر سے لطف اٹھانے کے لئے شاعر کی "نفسیات" سے بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہم کو خود اپنے علوئے نفس سے کام لینا چاہیئے۔ اور اسے بھی جانے دو میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تمنا کا ایک خاص مفہوم قرار دینا اور پھر لفظ "ازدحام" کی چھان بین میں اتنی بدتمیزی کا اظہار۔ اس کا تمھیں کیا حق حاصل تھا، جب کہ "کشودِ نقاب" کی تعیین خود اس کے منافی پڑتی ہے۔

ایک صاحب تم سے بھی زیادہ خوش تمیز یہاں موجود ہیں۔
غالب کا مشہور شعر ہے۔

میرے ہونے میں کیا ہے رسوائی
اے وہ مجلس نہیں خلوت ہی سہی

انھوں نے رسوائی اور خلوت کو ملا کر ایک عجیب مفہوم پیدا کیا ہے۔ یعنی شاعر اپنے محبوب سے کہتا ہے کہ اگر خلوت میں آپ نے مجھے بلا لیا تو رسوائی کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی، کیونکہ دنیا جانتی ہے میں بالکل ضعیف و ناکارہ ہوں اور کسی کو کچھ شبہ ہو ہی نہیں سکتا۔

بولو قائل ہوئے کہ نہیں۔ اب آؤ گے تو میں تمھیں انھیں کا شاگرد کرا دوں گا۔

ایسے سخن فہم زمانہ میں شاذ و نادر ہی پیدا ہوتے ہیں ۔

میرے عزیز دوست ۔

آپ کی داستانِ درد سنکر سخت تکلیف ہوئی لیکن آپ نے کبھی اس پر بھی غور کیا کہ جو شخص مصائب کو خود دعوت دے، اسے شکوہ و شکایت کا کیا حق حاصل ہے ۔

آپ کو یاد ہوگا میں نے پہلے ہی مطلع کر دیا تھا کہ دیکھئے اس سے بچئے۔ ایسی مردم فریب صورت یا تو اس وقت نظر آئی تھی جب آدم اس کے مشورہ پر عمل کرکے عدن سے نکالے گئے یا اب اس شخص کو ملی ہے لیکن آپ نہ مانے اور آخر کار وہی ہوا جو ہونا چاہئے تھا ۔

میں نے ایک شاعر کے متعلق اپنے تصور کو ہمیشہ بہت بلند پایہ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اصولاً شاعر سے بہتر اخلاق کسی اور کا نہ ہونا چاہئے ۔ لیکن یہ بدنصیبی صرف ہندوستان کے حصہ میں آئی ہے کہ جو شخص جتنا اچھا شعر کہتا ہے اتنا ہی زیادہ بد اخلاق ہے ۔

بہر حال اب بھی کچھ نہیں گیا ۔ جرأت سے کام لیکر ان سے صاف صاف کہدیجئے کہ آئندہ مہربانی کی ضرورت نہیں ۔ ورنہ سچ کہتا ہوں وقت وہ آنے والا ہے جب آپ خودکشی کے لئے زہر کا پیالہ ہاتھ میں لئے ہوں گے اور وہ دیکھ کر مسکرا رہا ہوگا ۔

بہر حال مجھے آئندہ کوئی اطلاع دینے کی ضرورت نہیں کیونکہ میں خود سن لونگا آپ کا کیا حشر ہوا ـــــ

حضرت ۔ یہ آپ کس زمانہ کی باتیں کر رہے ہیں ۔ آپ کو کیونکر معلوم ہوا کہ "قالوا بلیٰ"

کہنے والوں میں میری روح بھی شامل تھی۔" لنترانی" کی توہین برداشت کرنے والے کب کے ختم ہو چکے اور اس وقار و خودداری کے دور کو بھی ساڑھے تیرہ سو برس سے زیادہ زمانہ گذر چکا۔ مگر آپ ہنوز "وادی ایمن" کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ یعنی

اگر شراب نہیں، انتظار ساغر کھینچ ـــــــ معقول!

قبلہ، طاعت و عبادت کا مفہوم اگر صرف یہ ہے کہ پیشانی رگڑ رگڑ کر تقدیر کے لکھے کو مٹایا جائے (حالانکہ آپ اس کے بھی قائل نہیں) تو یہ "گھس گھس" میرے بس کی بات نہیں لیکن اگر اس سے مقصود کوئی "استعلاء روحانی" بھی ہے تو مجھے بتائیے کہ اس کا انحصار "تسبیح و مصلا" "ریش و بروت" پر کیوں ہو؟

در کار عشق نالہ و آہے ضرور نیست

میں سمجھا کہ یہ بدگمانی آپ کو کیوں پیدا ہوئی۔ برسوں کے بعد آپ نے مجھے دیکھا اور ایسی صورت میں جس کی توقع آپ کو نہ تھی ـــ "توقع" کا لفظ میں نے غلط استعمال کیا "اندیشہ" کہنا چاہیئے۔ بہتر ہے آئندہ کبھی حاضری کی فرصت نصیب ہوئی تو کوشش کروں گا کہ آپکا جذبۂ زیارتِ "موئے مبارک" بھی پورا ہو جائے۔

مکرمی۔ یاد فرمائی کا شکریہ، میں اس دوران میں بہت کم یہاں رہا۔ اسی لئے عریضہ پیش کرنے میں غیر معمولی تاخیر ہوئی۔ معذرت خواہ ہوں۔

ڈاکٹر صاحب حیدرآباد ہی میں ہوں گے۔ کئی مہینے ہوئے ایک خط آیا تھا، ایران جانے کی تیاریاں کر رہے تھے اور مجھے بھی "دعوت ہوا و ہوس" دے رہے تھے، لیکن غالباً ابھی اس ارادہ کی تکمیل نہیں ہو سکی، ورنہ ضرور اطلاع دیتے۔

"کام" کیا ہے، کام!

بات یہ ہے کہ آزادی انسان کا فطری حق ہے اور ہر وہ بات جو آزادی سے متعلق ہو انسان کو ہمیشہ اچھی معلوم ہو گی۔ اس میں آپ اور جب کی قید نہیں۔

کیا آپ کو حیرت نہیں ہوئی کہ دنیا نے "خواہم کہ دگر بت کدہ سازند حرم را" کے باغیانہ درس کو سنا اور واہ واہ کی۔

ایک تنقید اور ملاحظہ ہو:

صد کعبہ خلیل گو بنا کن
کفارۂ بت شکستنی نیست

اس سے زیادہ پیام آپ اور کیا چاہتے ہیں۔

عزیز من۔

اس دوران میں آپ کے دو خط ملے، ایک تصویر کی طلب میں، دوسرا رسید کی صورت سے۔ میں نے آپ کے پہلے خط کا جواب نہیں دیا اور جو وجہ اس وقت مانع تھی، اب بھی ہے، لیکن اس خیال سے کہ معلوم نہیں آپ اس کی کیا توجیہہ کریں نیز اس مصلحت سے کہ اس وجہ کا علم آپ کو بھی ہو جانا ضروری ہے، یہ عریضہ پیش کر رہا ہوں۔

میرے عزیز دوست، ایک جماعت کی بقا کا انحصار صرف اسکی تہذیب کی بقا پر ہے اور اس میں سب سے نمایاں چیز زبان ہے۔ حیرت ہے کہ آپ میرے ساتھ اتنی زبردست خوش عقیدگی رکھتے ہیں لیکن اس کا اظہار فرماتے ہیں ایسی زبان میں جو نہ میری ہے نہ

"کام" کیا ہے، کام!

بات یہ ہے کہ آزادی انسان کا فطری حق ہے اور ہر وہ بات جو آزادی سے متعلق ہو انسان کو ہمیشہ اچھی معلوم ہو گی۔ اس میں آپ اور جب کی قید نہیں۔

کیا آپ کو حیرت نہیں ہوتی کہ دنیا نے "خواہم کہ دگر بت کدہ سازند حرم را" کے باغیانہ درس کو سنا اور واہ واہ کی۔

ایک تنقید اور ملاحظہ ہو:

صد کعبہ خلیل گو بنا کن
کفارۂ بت شکستنی نیست

اس سے زیادہ پیام آپ اور کیا چاہتے ہیں۔

عزیز من۔

اس دوران میں آپ کے دو خط ملے، ایک تصویر کی طلب میں، دوسرا رسید کی صورت ہے۔ میں نے آپ کے پہلے خط کا جواب نہیں دیا اور جو وجہ اس وقت مانع تھی اب بھی ہے، لیکن اس خیال سے کہ معلوم نہیں آپ اس کی کیا توجیہہ کریں نیز اس مصلحت سے کہ اس وجہ کا علم آپ کو بھی ہو جانا ضروری ہے، یہ عریضہ پیش کر رہا ہوں۔

میرے عزیز دوست، ایک جماعت کی بقا کا انحصار صرف اسکی تہذیب کی بقا پر ہے اور اس میں سب سے نمایاں چیز زبان ہے۔ حیرت ہے کہ آپ میرے ساتھ اتنی زبردست خوش عقیدگی رکھتے ہیں لیکن اس کا اظہار فرماتے ہیں ایسی زبان میں جو نہ میری ہے نہ

آپ کی۔ پھر باایں ہمہ شیفتگی و نیازمندی آپ اس کو ٹائپ کر کے بھیجتے ہیں، در آنحالیکہ ایک ایسے شخص کو جسے انگریزی لکھنے کا اتنا شوق ہو، یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ دوستانہ مراسلت میں ٹائپ کا استعمال خلافِ تہذیب ہے۔

میں آپ کی محبت کا معترف ہوں اور شرمسار ہوں کہ بہ اندازۂ جذبات اس کا اظہار بھی نہیں کرسکتا کاش کہ مجھے آپ کی زندگی و مشاغلِ زندگی کے مفصل حالات معلوم ہوتے تاکہ میں آپ سے زیادہ کھل کر باتیں کرسکتا، امید ہے کہ میری تحریر کی تلخی ناگوار نہ ہوگی۔

معقول! آپ اپنے اخلاق کے متعلق میری رائے دریافت فرماتے ہیں۔ یہ جانتے ہوئے کہ

دراں دیار کہ زادی ہنوز آنجائی

تم کافر پیدا ہوئے اور کافر ہی مروگے۔ اس سے زیادہ اور کیا چاہیے۔ دیکھو مذاق میں سچی بات کہنا سخت خطرناک امر ہے۔ تم اس باب میں بہت آزاد واقع ہوئے ہو۔ اور میں ہمیشہ اس پہلو کو بچاتا ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ میر صاحب سے تمہارا جھگڑا کس بات پر ہوا، پھر کیا تم سمجھتے ہو کہ میں ان کے مقابلہ میں تم ایسے شریر انسان کا ساتھ دوں گا وہ ملیں تو ان سے کہہ دینا کہ تمہارے متعلق میری رائے صرف یہ ہے کہ

خوئے تو الفت گداز، نازِ تو دشمن نواز
صلح تو دیر آشتی، جنگ تو زود آشنا

دیکھو آیندہ کبھی ایسی جسارت نہ کرنا کہ خود ہی گناہ کرو خود ہی اس کی توثیق چاہو،

ہوش میں آؤ، یہ کیا کہہ رہے ہو، کوئی سنے گا تو کیا کہے گا۔ مرد پیدا ہوئے ہو تو مردوں کا سا ظرف بھی رکھو، یہ ذرا ذرا سی بات میں عورتوں کی طرح منہ پر آنچل ڈال کر ٹسوے بہانا مجھے پسند نہیں۔

عشق منت می نہد آنرا کہ رسوا می کند

گھر کے بڑے بنے ہو تو یہ سب کچھ سہنا پڑے گا۔ اعزہ کی طرف سے یہ حسن سلوک کوئی نئی بات نہیں۔ مگر یہ فخر تم سے وہ کبھی نہیں چھین سکتے کہ تم ان کے مربی و محسن ہو۔ ان کو بکنے دو، اور دنیا کی پرواہ نہ کرو۔ اچھا کام خود اپنی جزا ہے، اور انسان کا یہ احساس کہ وہ اپنا فرض انجام دے رہا ہے اس کی جنت ہے۔

اگر زندگی میں یہ خیال نہ ہوں تو دنیا رہنے کی جگہ نہ رہے۔ تم بروں کے ساتھ اچھا سلوک نہ کرو گے تو تم میں ان میں فرق ہی کیا رہے گا۔ کیا تمھیں وہ حکایت یاد نہیں کہ کسی حکیم سے پوچھا گیا،

"ادب از کہ آموختی۔ گفت از بے ادباں"

آیندہ شکوہ و شکایت تم سے نہ سنوں ــــ "غنچہ شو دامن آرام بہ چنگ ست اینجا"

کرمفرمائے نیازمنداں، گرامی نامہ نے معزز فرمایا۔ فارسی تغزل کے باب میں آپ سے بہتر سند اور کیا ہو سکتی ہے۔ آپ میری غزلیں بڑھاتے ہیں، ورنہ نظاہر ہے میں کیا اور میری

رائے کیا۔ آپ سے غالباً یہ حقیقت پوشیدہ نہ ہو گی کہ میں قدامت پرستی کا دشمن ہوں لیکن اسی کے ساتھ آپ کو یہ سن کر حیرت ہو گی کہ جس حد تک تغزل کا تعلق ہے میں قدامت کا پرستار ہوں۔

نظیری، حافظ اور عرفی اس میں شک نہیں کہ "غزل" کے بادشاہ ہیں، لیکن رات کی تنہائیوں اور پچھلے پہر کے سکوت میں، سوائے سعدی کے مجھے کوئی یاد نہیں آتا۔ ہندی نژاد شعرا میں خسرو کے تغزل کا اسی لئے دلدادہ ہوں کہ اس کے کلام سے بھی وہی "بوئے خوشدلی" آتی ہے۔

یوں ادب و انشا میں میرا ذوق کافی دقت پسند ہے، لیکن غزل میں جہاں کوئی اشکال پیدا ہوا اور مجھے الجھن ہوئی۔ صاف و سہل الفاظ، سلجھا ہوا انداز بیان، شگفتہ ترکیبیں۔۔ یہ ہیں ایک غزل کی خصوصیات اور فارسی شعرا میں سعدی کے یہاں یہ رنگ اتنا ہی رچا ہوا ہے جتنا اردو میں میر کے یہاں۔

محبوب کے لئے جان دیدینا، بہت عامتہ الورود خیال ہے اور شعرا نے طرح طرح سے اس کو بیان کیا ہے لیکن سعدی کی سادگی ملاحظہ ہو:۔

ہمیں حکایتے روزے بدوستاں برسد
کہ سعدی از پئے جاناں برفت وجاں انداخت

لیلیٰ و مجنوں کی تلمیحات کے سلسلہ میں ناقہ و محمل کے متعلق شاعروں نے اچھے اچھے مضامین اختراع کئے ہیں لیکن سعدی کا جذبہ بیتاب دیکھئے۔

بدارائے ساربان محمل زمانے — کہ عہد وصل را آخر زماں ست

اسی نہج کا ایک اور شعر سن لیجیے:-

برق یمانی بجست، باد بہاری نجاست
طاقت مجنوں برفت، خیمۂ لیلیٰ کجاست

غزل کے شعر کی خوبی کا معیار یہ ہے کہ اس کا مطلب بیان نہ ہو سکے۔ سعدی کے ان شعروں کا مفہوم بیان کرنے کی کوشش کیجیے تو ایسا محسوس ہوتا ہے گویا ہم کسی نازک آبگینہ کو ٹھیس پہونچا رہے ہیں۔ اس "سراپا رہنِ عشق و ناگزیرِ الفت" کے دو چار شعر اور سن لیجیے:-

نہ من افتادہ تنہا بہ کمند آرزویت — ہمہ کس سر تو دارد تو سر کدام داری

باشد کہ تو خود روزے از ما خبرے پرسی — ورنہ کہ برد ہیہات از ما بتو پیغامے

ہر کہ می بینم از بار غمت می گوید — سعدیا بر تو چہ رنج ست کہ بگداختۂ

آخر من و تو روزے دوست بودیم — عہد تو شکست و من ہمانم

لازم ست احتمال چندیں درد — کہ محبت ہزار چندیں ست

گفتم چگونہ می کشی و زندہ می کنی — از یک نگاہ کشت و جوابے دگر نداد

تخیل کی بلندی، بیان کی ندرت، انداز بیان کا اچھوتا پن، ترکیبوں کی چستی، مضمون آفرینی تو آپ کو بہت ملے گی لیکن "نشتریت" جو غزل کی جان ہے سعدی کے سوا کہیں نظر نہ آئے گی۔

صدیقی۔ عتاب نامہ ملا۔ حیران ہوں کیا کروں۔ آپ معذرت سننے سے رہے۔ اور میں الزام تسلیم کرنے سے۔ وہ آپ کے دعوائے فرزانگی کے منافی ہے اور یہ میری خودداری کے خلاف۔ پھر گتھی سلجھے تو کیونکر؟ ایک تدبیر میرے ذہن میں آئی ہے۔ آپ اسیر کاربند ہوں یا نہ ہوں لیکن سن لینے میں کیا حرج ہے۔

آپ ایک خط رشید صاحب کو لکھیے ظاہر ہے کہ ان سے زیادہ میرا دشمن اور کوئی نہیں۔ اور انھیں سے پوچھیے کہ قصور کس کا ہے۔ میرا یا ان حضرت کا جن کی معصومیت کو آپ ریاضی کا ایک مسلمہ مسئلہ مانتے ہیں۔

میں نے ان کو خط لکھا انھوں نے جواب نہ دیا، آدمی بھیجا کوئی توجہ نہ کی، خود گیا مگر باوجود وعدہ تشریف نہ لائے۔ اب بتائیے کیا کرتا۔ میں نے ان سے کہہ دیا تھا کہ نواب صاحب پرسوں پہنچ جائیں گے اور کل کا وقت مقرر ہو چکا ہے، لیکن صبح سے دوپہر تک انتظار کرتا رہا، تشریف نہیں لائے۔

مجھے جستجو ہوئی کہ کیا بات ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ اس سے قبل خود براہ راست ملنے چلے گئے تھے اور وہاں سے مایوس واپس آئے۔ پھر اب کیا منھ لیکر جاتے۔ ورنہ بھی اس خفت کو مجھ پر کیونکر ظاہر کرتے۔ کیا بتاؤں کتنا افسوس ہوا ہے، میں تمام مراحل آپ ہی طے کر چکا تھا [illegible]

کی پوری توقع تھی لیکن اس کا کیا علاج کہ اپنی حماقت سے انھوں نے تمام بنا بنایا کھیل بگاڑ کے رکھ دیا۔

اگر اس کے بعد بھی آپ مجھے مورد عتاب قرار دیں، تو یہ آپ کی محبت ہے۔ اور کیا کہہ سکتا ہوں۔

کرمی، آپ نے بھی کس ظالم کا ذکر کیا۔ مجھ سے پوچھئے کہ وہ حضرت کیا ہیں اور کیا نہیں۔ ان کے انسان پیدا ہونے میں کلام نہیں لیکن ایک بے روح انسان۔ جسکی تمام مسرت زندہ چیزوں کو کچل کر گزر جانا ہے۔ اب کیا بتاؤں میں نے کیسی کیسی بیدردیاں اس شخص کی دیکھی ہیں۔ آپ کو وہ ہستی یاد ہوگی جو اپنی صحت، اپنی مسرت، اپنی زندگی اور اپنا دہ سب کچھ (جس کا سودا کونین کے عوض بھی گراں نہ تھا) اس پر قربان کر چکی تھی پھر آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ جس وقت وہ نزع کے عالم میں تھی تو ان کی بے نیازیوں کی کیا کیفیت تھی۔

ایک دن میں نے کہا کہ "پھول کی پنکھڑیاں توڑنے کے بعد اکٹھا جمع کرکے آپ پھر پھول نہیں بنا سکتے" بولے کہ "چمن میں جب تک پھولوں کی پیداوار بند نہیں ہوتی اس پر غور کرنا حماقت ہے"۔

آپ اسے ذہن انسانی کی گمراہی بتاتے ہیں، میں قدرت کی ستم ظریفی کہتا ہوں، اور خدا کو نہ ماننے والے اس کو "عدمیت" کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔

اندھیر ہے، ظالم کا ظلم جاری ہے اور اس کی کوئی سزا نہیں، مظلوم کی کراہوں سے فضا گونج رہی ہے اور کوئی سننے والا نہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ اس کا فیصلہ دوسری دنیا میں

ہوگا' یہ بات آج تک میری سمجھ میں نہیں آئی۔ فیصلہ کرنے والے کا ہاتھ یہاں کس نے پکڑا تھا کہ وہاں چھوڑ دے گا۔ خیر اس قصہ کو جانے دیجئے۔ یہ بتائیے کہ آپ کی ان کی یکجائی کیونکر ہو گئی۔ میں سننا چاہتا ہوں' بہت لطیف داستان ہوگی۔

مجھے تو ان سے ملے ہوئے ایک زمانہ ہو گیا، لیکن سنتا ہوں کہ خوش ہیں' اچھے ہیں آپ کو اور زیادہ تفصیلی حالات معلوم ہوں تو مطلع فرمایئے' مجھے ان سے اور انکے واقعات زندگی سے ہمیشہ دلچسپی رہی اور رہے گی۔

اے حضرت۔ یہ آپ میری طرف سے اس قدر مایوس کیوں ہیں۔

چشم ہماں' قوت دیدش ہماں!

مجھے یاد کر کے' تو دیکھئے' اس طوفان آب و رنگ سے کون ہے' جو اپنی جان سلامت لے آئے گا' اس کی گلی میں جانے کے لئے کون اپنے "دین و دل" کو عزیز رکھے گا۔ مگر میں خوب جانتا ہوں یہ سب جی جلانے کی باتیں ہیں ورنہ آپ۔

دشمن کے ساتھ صرفہ کریں رسم و راہ میں

مجن صاحب کا حال سنکر بہت ملال ہوا۔ اللہ اللہ' وہ بزم جہاں سوائے رندان باصفا کے اور کسی کا گزر نہ تھا، آج وہاں "خرقۂ سالوس" کی حکومت ہے۔

حیرت آتی ہے کہ کیا تخانہ ویراں ہو گیا

دیکھئے تاریخیں یوں ہی تو غلط مرتب ہو جاتی ہیں۔ انجام خراب ہوگا ان کا اس صحبت سے اور دنیا سمجھے گی کہ ان کو تباہ کیا "رندی" نے ہلیں تو کہدیجئے کہ آپ کس دھوکے میں

بتلا ہیں روح کی تشنگی کو وہی چیز بجھا سکتی ہے جس نے اس تشنگی کو پیدا کیا ہے۔

پاک ست خرقہ کہ بہ مے شست و شو کنند

خوشا نصیب کہ آخر آپ کو اس دور افتادہ پر رحم آ ہی گیا۔ آپ نہ سہی آپ کے الفاظ تو ہیں۔

مالذت دیدار ز پیغام گرفتیم

مشتاق تو دیدن ز شنیدن نشناسد

حقیقت یہ ہے کہ مجھے آپ کی بے اعتنائی کا اتنا گلہ نہیں ہے جتنا اپنی شکستہ پائی کا کیونکہ میرے پاس سوائے خاموشی کے کوئی عذر نہیں اگر آپ میرے شکوہ و شکایت کے جواب میں یہ کہدیں کہ "گر میں نے کی تھی توبہ" تو نامعقول تجھے کیا ہوا تھا۔

بہرحال میرے لئے یہ مسرت بھی کم نہیں کہ آپ کو میرے اس "رنج دوری" کا احساس، آپ نے جس امر میں میری سعی چاہی ہے، وہ اس حیثیت سے کہ یوسف کی "دل باختگی" اس سے متعلق ہے، یقیناً لائق توجہ ہے، لیکن انجام کے لحاظ سے مجھے زیادہ پسند نہیں۔ ان کے لئے تو یہ تعلق باعث صد ہزار شرف ہے، لیکن جہاں تک مجھے معلوم ہوا ہے سلطانہ آسانی سے راضی نہ ہوگی اور جبر و اکراہ کے ساتھ "ہاں" کہہ بھی دی تو تعلقات کی شگفتگی معلوم۔

میں یہ جانتا ہوں کہ وہ "تعلیم یافتہ" ہے "تعلیم زدہ" نہیں اور والدین کی مرضی کی خاطر وہ اپنے دل کو مجبور بھی کر سکتی ہے لیکن یہ واقعہ ہے کہ "یوسف" کی ملاقات سے بہت

پہلے وہ کسی اور سے "پیمان محبت" کر چکی ہے اور حتی المقدور وہ اسے نباہنے کی کوشش کرے گی۔

پھر اگر آپ سودا صرف جسم کا کرنا چاہتے ہیں، دل کا نہیں، تو میں کوشش کے لئے آمادہ ہوں، ممکن ہے بار آور ہو جائے، لیکن یہ سمجھ لیجئے کہ آپ کا گھر ماتمکدہ بن جائے گا اور ممکن ہے کہ یوسف بھی اس رسوائی کو برداشت نہ کر سکیں۔

یقیناً معاملہ بہت نازک ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یوسف کے دل پر کیا گزر رہی ہو گی۔ وہ چیز ہی ایسی ہے۔ لیکن تمناؤں کا خون ہو جاتا بھی تو کوئی انوکھی بات نہیں بہر حال ایک نفسیاتی تدبیر میرے ذہن میں آئی ہے وہ یہ کہ آپ انھیں میرے پاس بھیج دیجئے تاکہ وہ خوب سیر ہو کر دیکھ لیں، ممکن ہے "نگاہِ اولیں" کا عشق "نگاہ ثانی" کے بعد کچھ پھیکا پڑ جائے، اور اس کا بھی امکان ہے کہ تکلف ٹوٹنے کے بعد "مرباہٹ" آتی باقی نہ رہے۔ ان سے کہئے کہ کچھ تو شرم اپنے نام کی کریں۔ ایسی بھی کیا بیتابی ہے۔ زلیخا وہی ہے جو اپنے اوپر جان دے۔

یہ کیسے یوسف ہیں کہ خود زلیخا کے لئے مٹے جا رہے ہیں۔

گرامی جناب۔ والانامہ پہونچا۔ شکریہ۔ مشورہ درست ہے لیکن کیا کروں،

ہست نہ خورد بشر لاد نعم را

آپ کو معلوم نہیں میں جانتا ہوں کہ اس باب میں کتنی بدسلیقگی مجھے عطا ہوئی ہے کیا ہجوم افکار میں مبتلا رہنا مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے۔ کیا میرا جی نہیں چاہتا کہ میں بھی

داد عیش دوں لیکن جس وقت یہ دیکھتا ہوں کہ اس مقصد کے حصول کے لئے کیسی کیسی قربانیاں پیش کرنے کی ضرورت ہے، تو اپنی بیکسی و بیچارگی کے ساتھ میری محبت اور بڑھ جاتی ہے۔

میں ناشکرگزار نہیں ہوں لیکن میری التجا یہی ہے کہ کسی ایسی بات پر مجھے مجبور نہ کیجئے کہ آخرکار خود مجھے اپنی اوقات سے نفرت ہونے لگے — آپکی دل پرسی کا شکریہ۔

صدیقی۔ نامۂ خلوص کا شکریہ۔ آپ نے اپنی "کاوش ذہن آزما" کی صراحت نہیں کی لیکن میں جانتا ہوں کہ آپ ایسے ذہین نوجوانوں کے دل میں کیا ہیجان و تلاطم برپا رہتا ہے۔

"مگر رچنے نہ پائے لیں وہ ارمانِ ہم پریکھیں"

دیکھئے آپ صحیح و تندرست ہو چکے ہیں اور اب اپنی بیماری کا ذکر اس طرح نہ کیجئے گویا آپ کسی گناہ کا کفارہ ادا کر رہے ہیں زندگی نام صرف جرأت کا ہے اور شاید موسیقی کا بھی، پھر وہ جتنی زیادہ گریزپا ثابت ہو اتنی ہی زیادہ عزیز ہونی چاہیئے۔ خیام کا فلسفہ مجھے اتنا زیادہ پسند نہیں جتنا اس کا عمل (اگر واقعی بھی اس نے بادہ خواری کی تھی) اسلئے

دراں مقام کہ ساقی قدح بگرداند
چرا سخن رود از خضر و آب حیوانش

جب تک تعلق کاروبارِ فطرت سے رہے میں شاعری کا زیادہ قائل نہیں لیکن ایک ذرا باغیانہ روح اپنے اندر پیدا کیجئے پھر دیکھئے کہ مادرزادیت سوائے شاعری کے اور کیا

ہو جاتا ہے۔ اس سے میری مراد وہ "استغنائے نفس" ہے جو "دیہیم شاہانہ" کے ساتھ عرفی کی زبان سے "گدا کلاہ نمدکج نہاد" کہلوائے بغیر نہ رہ سکا۔ بیدل اس چیز کو یوں ظاہر کرتا ہے:-

خون بجگر جمع کن و زنگس برون آ

اس کا رنگ زیادہ گہرا ہے اور اسی لئے اس میں ہلکا سا تشاؤم Pessimism پیدا ہو گیا ہے آپ غالب کی زبان میں اسے یوں سمجھئے۔

صد رنگ گل بہ جلوہ برآید بہ نوک خار

جلال اسیر اس سے بھی بڑھ گیا۔ کہتا ہے۔

میزنم بر سر گلے تا خارے از پا می کشم

بہرحال مدعا یہ کہنا ہے کہ اب آپ ایسی باتیں کرنا چھوڑ دیجئے جن سے دوسروں کا دل دکھے، خود آپ کو اگر کوئی لطف اس میں آتا ہے تو آیا کرے، آپ اگر خود کسی سے محبت کرنا پسند نہیں کرتے تو دوسروں کی محبت کا امتحان آپ کیوں اس طرح لیتے ہیں، میں جانتا ہوں کہ محبت کئے جانے کی لذت سے آپ بے خبر نہیں ہیں اور اسی لئے یہ لنترانیاں ہیں۔

تو عمر میں ایسی بچکانہ باتیں کرنا بھی میرے نزدیک لنترانی ہی کی ایک قسم ہے۔

آپ کی نظم کا ایک ایک شعر قابل صحیفہ ہے ـــــ مئی کے آخر میں شاید ہو گی نینی تال آنے کا ابھی مجھ کوئی امکان نہیں، لیکن مطمئن رہئے میں لکھنؤ کی گرمیوں میں بھی آپ کو نہ بھولوں گا۔

کرمی۔ مضمون پہونچا۔ شکریہ۔ واقعی آپ نے بہت کاوش کی ہے لیکن میں اس "جلوۂ برق شراب گاہ گاہی" کا قائل نہیں۔ یعنی

یا تو بیگانہ ہی رہیئے ہو جئے یا آشنا

اور آشنا رہنے کی صورت یہ ہے کہ میرے مستقل حلیف ہو جایئے۔ ڈراما پیشہ کیا ارادہ ہے جاپان والا مضمون تو کہیں گم ہو گیا۔ نقوا سے کفر والے پرچے اب نہیں مل سکتے ختم ہو گئے جمالستان میں دو ایک مضمون شامل ہیں۔ ایک جلد مکتوبات کی روانہ کی جاتی ہے۔

گرامی نامہ کا شکریہ۔ اچھا ہوا راولپنڈی آ گئے۔ ابھی سے یہ خیال دل میں گدگدی پیدا کر رہا ہے کہ

سن و کوہ مری و انجبتا سے

عدم صاحب ملیں تو تجلی تسکائیں ہے تو جتنی کی ممکن ہیں وہ سب میری طرف سے کر دیجئے۔ دیکھئے جب کسی کا گریبان دسترس سے دور ہوتا ہے تو بے کسی کا یہ عالم ہو جاتا ہے

محبت پناہا۔

گرامی نامہ ملا، خوش ہوا کہ آپ اس باب میں میرے ہمنوا ہیں۔ بیشک تفصیل کی ضرورت ہے لیکن ابھی نہیں، وقت آنے دیجئے۔ مختصراً یوں سمجھ لیجئے کہ

ترانہ کہ نہ گنجد بہ ساز می خواہم

یہی وہ چیز ہے جو سیاسیات میں "اشتراکیت" کہلاتی ہے اور مذہبیات میں "ترک دوعم" والی "وحدانیت" اگر اللہ کا وجود ہے تو لاکھ انکار کیجئے وہ موجود ہی رہے گا، انسان کچھ کرے

لیکن خدا کی خدائی اس کی سمجھ میں کبھی نہ آئے گی۔ پھر خالق و مخلوق کے اس تعلق کو کہ وہ انکا
سے متاثر نہیں ہوتا اور یہ اقرار پر مجبور نہیں' مٹا دیجئے تو دنیا رہنے کے قابل نہ رہے۔ اللہ،
اللہ آزادی بھی کتنی بڑی نعمت ہے' لیکن اسی کے ساتھ یہ "تصدیق بالجنان" ازبس ضروری
ہے کہ رندی نام بدتمیزی کا نہیں بلکہ انتہائی خوش سلیقگی کا ہے۔
مذہب کی دنیا میں بداخلاق کی گنجایش ہو تو ہو' لیکن یہاں سب سے پہلے یہی سوال
ہوتا ہے۔

تو برون در چہ کردی کہ درون خانہ آئی

کہتے ہیں کہ تصوف بھی رندی ہی کی ایک شاخ ہے۔ لیکن میں اسے صرف شاعری
کہتا ہوں اور شاعری بھی مولانا ناسخ رحمتہ اللہ علیہ کی۔ کیونکہ صوفی کہتا ہے کرتا نہیں اور
خرابات میں عمل کے سوا سب حرف باطل ہے۔

غالب کا یہ شعر تو آپ کو یاد ہوگا' لیکن پھر سناتا ہوں کہتا ہے۔

سنگ وحشت از مسجد ویرانہ می آرم بہ شہر
خانۂ در کوے ترسایاں عمارت می کنم

یہ ہے تمرا۔ میں مہراجن پر خدا کو بھی پیار آجاتا ہے' لیکن "اہل تقشف" اتنی تفریح
بھی جائز نہیں سمجھتے ان کے نزدیک گویا کائنات نام ہے قدرت کی "شکن پیشانی" کا۔

قبلہ۔

دنیا میں ہر چیز کے کچھ آداب مقرر ہیں' یہاں تک کہ دشمنی کرنے کے لئے بھی خاص

تہذیب کی ضرورت ہے۔ آپ میرے دوست نہیں بن سکتے، نہ بنئے "عداوت ہی سہی لیکن خدارا پہلے یہ تو سمجھ لیجئے کہ اس کے آداب کیا ہیں۔

دشمن سے انتقام لینے کا ایک عام طریقہ مقرر ہے کہ اس کے اخلاق کو مکروہ ثابت کیا جائے۔ لیکن اگر اسی سلسلہ میں ہم خود اپنی بداخلاقیوں کو بے پردہ کر دیں تو دنیا کیا کہے گی؟

اس لئے قبل اس کے کہ آپ دوسرا قدم اٹھائیں غور فرما لیجئے کہ آپ نے اپنے "خصم" کو رسوا کرنے کے لئے جو انداز اختیار کیا ہے وہ کہیں اسی قسم کا تو نہیں۔ دوسرے کو غیر سنجیدہ ثابت کرنے کے لئے اپنی سنجیدگی کھو بیٹھنا کہاں کی عقلمندی ہے۔

یہیں لکھنؤ سے ایک رسالہ حال ہی میں شایع ہوا تھا۔ اس کے موجد و مخترع کو آپ بھی جانتے ہیں، وہی "سیماہم فی وجوہم"۔ اس کی اشاعت کا مقصد صرف مجھ کو "ذلیل" کرنا تھا۔ چنانچہ پہلے ہی پرچہ میں ایک مستقل مضمون میرے متعلق تھا۔ اس میں تھا تو وہی میرے کفر و الحاد کا رونا لیکن تھوڑی سی جدت کے ساتھ یعنی یہ کہ میں جو کچھ کہتا ہوں اس سے مقصود صرف "کاروبار کی رونق" ہے گویا خدا سے انحراف کرنا بھی کوئی ایسی چیز ہے جس سے فلاح انسانی متعلق ہو سکتی ہے! بعض احباب نے اصرار کیا کہ میں جواب دوں لیکن چونکہ "خزف ریزہ" کی اوقات اتنی ہی ہے کہ انسان اس کو ٹھکراتا ہوا خاموش گزر جائے، اس لئے میں نے کوئی توجہ نہیں کی۔ میں جواب دیتا تو اس کی اہمیت بڑھ جاتی اور ہزاروں آدمیوں کے کانوں تک اسی کا نام پہونچ جاتا، وہ مجھے چھیڑ کر یہ کاروباری فائدہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ پس اس صورت میں آداب دشمنی کا اقتضا یہی تھا

کہ میں خاموش رہوں چنانچہ میں خاموش رہا اور وہ دو تین نمبروں سے زیادہ چل نہ سکا۔

آپ نے جو مناظرہ یا مکابرہ شروع کیا ہے اسے میں اس لحاظ سے بالکل نادرست قرار دیتا ہوں کہ آپ خواہ مخواہ "دشمن" کو اہمیت دے رہے ہیں۔ نہ وہ اس قابل کہ آپ اس سے مخاطب ہوں اور نہ یہ مسئلہ ایسا ضروری کہ آپ کا قیمتی وقت اس میں ضائع ہو علاوہ اس کے معاف فرمائیے جو "انداز گفتگو" آپ نے اختیار فرمایا ہے وہ بھی آپ کے شایان شان نہیں۔ خس وخاشاک کے ساتھ موتیوں کو بہہ جاتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا گیا۔ یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟

جان نیاز:

جس کے خیال سے روح "اہتزاز" میں آجائے، اس کی تحریر دیکھ کر کیا کیفیت ہوئی ہوگی، اس کا اندازہ میرے بس کی بات بھی نہیں، آپ کا کیا ذکر ہے۔

دنیا کی اور بہت سی نعمتوں کی طرح، جن کو دینا اور فوراً چھین لینا قدرت کا معمولی مشغلہ ہے، آپ کو بھی میں ہاتھ سے کھو چکا تھا اور عرصہ ہوا آنسو خشک کر کے بیٹھ رہا تھا لیکن اب کہ آپ کی تحریر نے پورے پچیس سال پہلے کی دنیا میرے سامنے پیش کر دی ہے، خدا را آپ ہی بتائیے کہ زمانہ کے اس تفاوت کو کیونکر مٹا دوں۔

وہ آپ کے نرم ونازک ہاتھ اور وہ میرے دل کی مسلسل دھڑکن۔ وہ آپ کا معطر رومال اور وہ میرے گرم گرم آنسوؤں کا نہ رکنے والا سیلاب!۔۔۔ یہ آپ نے

کیا آپ بات ۔۔۔۔۔۔ اُت:

برق یمانی بجست یاد بہاری بجا ست
طاقت مجنون برفت خیمۂ لیلیٰ کجاست

خدا کے لئے آیئے یا مجھے بلا لیجئے" ہاتھوں میں اگر دم نہیں آنکھوں میں تو دم ہے"

کرم گسترا۔
گرامی نامہ ملا۔ معاف فرمایئے جواب غیر معمولی تعویق سے جا رہا ہے۔ سبب پوچھئے یوں ہی کچھ بیہودہ سی اُلجھنیں تھیں۔
بیشک اردو فارسی دونوں میں" بات کرنے کو" پھول جھڑنے" سے تعبیر کرتے ہیں لیکن یہ صحیح نہیں کہ فارسی میں اس کے علاوہ اور کوئی تعبیر نظر نہیں آتی۔ سعدی کا شعر ملاحظہ ہو۔

بست بدیم دُعلم بیوختا داز چشم
سخن بگفتی وقیمت برفت لولو را

علاوہ اس کے فارسی کا یہ مشہور فقرہ آپ نے سنا ہوگا" خوش گفتی دُرسفتی" الغرض بات کے لئے" گل افشانی" اور" گوہر افشانی" دونوں استعمال کئے جاتے ہیں۔ آپ اردو میں بلا تکلف اس خیال کو ادا کر سکتے ہیں۔ اس کا تعلق محاورہ سے نہیں بلکہ استعارہ سے ہے۔ امسال ستمبر میں دارجلنگ جانے کا ارادہ ہے یا پھر بقدر علم زیادہ سے زیادہ" شملہ"

محترم۔

اس میں کلام نہیں کہ بغیر فارسی لٹریچر کا مطالعہ کئے ہوئے اردو لکھنا پڑھنا نہیں آ سکتا۔ میں دبی زبان سے اسمیں عربی کا بھی اضافہ کروں گا، کیونکہ فارسی ادب کے محاسن کو سمجھنا بہت کچھ موقوف ہے۔ عربی جاننے پر

آپ کے اس ذوق سے میں بے خبر نہ تھا لیکن وہ شغف کی حیثیت اختیار کرلے گا اس سے یقیناً بے خبر تھا۔ آپ کا وجدان صحیح خود بہتر رہنما ہے مجھ سے یا کسی سے رائے لینے کی ضرورت نہیں۔ لیکن چونکہ آپ نے دریافت کیا ہے اس لئے عرض کرونگا کہ آپ فی الحال سوائے غالب کے کسی اور طرف توجہ نہ فرمائیے۔

جس ندرت اور شوخی پر آپ جان دیتے ہیں وہ سوائے غالب کے کہیں نہ ملیگی اور پھر اسی کے ساتھ "فارسیت" کا وہ عالم کہ ہر صفحہ "ایران زار" نظر آتا ہے۔ نزاکت خیالی اس میں شک نہیں کہ بیدل کا حصہ ہے لیکن اس میں یہ لطف زبان کہاں؟

جب تک آپ جوان ہیں "خرابات غالب" نہ چھوڑیئے، انحطاط عمر میں البتہ "مصحف بیدل" سے بہتر کوئی چیز نہیں۔

میری نہ کہیے، یہاں ہر بات الٹی ہے۔ جب جوان تھا تو بیدل پر جان دیتا تھا اب زمانۂ انحطاط میں غالب سر دھنتا ہوں۔ اس سے یہ نتیجہ نہ نکالئے گا کہ مجھ پر بڑھاپے میں دوبارہ جوانی آئی ہے بلکہ یہ کہ میں جوانی میں بھی بوڑھا تھا۔

عزیز گرامی۔

آپ کا یہ خیال درست نہیں کہ مجھے ان کا خیال نہیں، ہاں، یہ ضرور ہے کہ نمود و نمائش

سے گھبراتا ہوں اور قصد و ارادہ کے ساتھ کسی کو یاد کرنا منافی سمجھتا ہوں۔

آپ کو معلوم ہے کہ جب میں نماز کا عادی تھا اس وقت بھی اکثر تنہا پڑھتا تھا۔ کیونکہ اس صورت میں "بالجہر" کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے۔ پھر اب کہ ان تمام مراسم ظاہری سے گزر چکا ہوں، اور "بتوں کی یاد" ہی نے "خدا کی یاد" ترک کرائی ہے، کیونکر اس اصول کو ترک کر سکتا ہوں۔

ان سے کہہ دیجئے کہ جان لینے والے اور جان دینے والے میں بہت فرق ہے وہ سب کا محتاج ہے اور یہ کسی کا نہیں "تقاضائے محبت" کا بار بار ذکر ممکن ہے اس لحاظ سے ضروری ہو کہ اس سے "بارش تیغ جفا" کی دھاک بیٹھتی ہے۔ لیکن وہ جو اسے "دریائے بیتابی" کی صرف ایک "موج خوں" سمجھتے ہیں، ان کو اس طرح مرعوب کرنا ممکن نہیں۔

اول تو میں ایسے تنہا نہیں، اور ہوں بھی تو کس گھمنڈ پر؟ ایاز ہوں اور اپنی قدر پہچانتا ہوں۔ میں اگر جان دیتا ہوں تو صرف اس لئے کہ مجھے جان دینا آتا ہے نہ اس لئے کہ واقعی کوئی جان لینے والا بھی ہے۔

آپ بھی کس کی باتوں میں آ گئے؟ ان سے کہئے جو کچھ کہنا چاہتے ہیں خود کہیں۔ آپ کو کیا خبر، میں جانتا ہوں کہ اس غم کی تہ میں کتنے قہقہے چھپے ہوئے ہیں۔ اور "عدم یاد آوری" کی یہ شکایت صرف اس لئے ہے کہ میں ان کے بھول جانے کی عادت کو نہ بھول جاؤں۔

گرامی عزیز۔ کل شام کو آپ کا لفافہ ملا۔ آج صبح کو دنیا جشن تاجپوشی کی مسرتوں میں غرق ہے میں فراق سے ہمکلام ہوں۔ اس سے زیادہ اشتراکیت پسندی اور کیا ہو گی پنڈت جواہر لال نہرو سے داد چاہتا ہوں، آپ سے نہیں۔

آپ کا خط پڑھ کر مجھے اپنی کامیابی پر بہت مسرت ہوئی۔ کامیابی یہ نہیں کہ آپ نے انتقاد کو پسند کیا بلکہ صرف یہ کہ اسے پڑھکر آپ کی "رگ انتقاد" بھی جنبش میں آگئی۔ آپ کو معلوم نہیں کہ شاعر ہونے سے زیادہ نقاد بننے کی کتنی زبردست صلاحیت آپ میں موجود ہے، کیونکہ تخئیل کی وہ (Intensity) جو آپ میں فطرتاً پائی جاتی ہے اس کی متحمل شاعری ہو ہی نہیں سکتی اور بیان کے لئے وہ کچھ اور وسعت چاہتی ہے۔ پھر شاعری کے بعد "بیان کی وسعت" کے معنے سوائے "انتقاد" کے اور کچھ نہیں ہوتے آپ اگر شاعری کبھی کبھی کریں اور یہ "حرکت" اکثر تو خدا جانے آپ کیا قیامت ڈھائیں

آپ نے مومن میں بعض چیزوں کی کمی بتائی ہے۔ میں اس سے متفق نہیں ہوں۔ پھر مطالعہ فرمائیے اس میں وہ سب کچھ موجود ہے جو آپ کہتے ہیں نہیں ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ وہ کچھ ہے جسے "شعر مطلق" (Absolute Poetry) کہتے ہیں۔ حسن مطلق کہیں ہے یا نہیں اس کو آپ جانتے ہوں گے مجھے علم نہیں —— لیکن مومن کا مطالعہ کرنے سے قبل یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ اس نے کن حدود کے اندر رہ کر شاعری کی ہے۔ وہ حدود جو خود اس نے متعین کئے ہیں، وہ نہیں جو ہم چاہتے ہیں یقیناً اس کی شاعری وہ نہیں ہے جسے ہم "ہم آہنگ لانہایت" (In tune with the infinite) کہہ سکیں لیکن اس کی عظمت اسی میں پوشیدہ ہے

کہ باوصف شدید ہونے کے اس میں وہ چیز بھی پائی جاتی ہے۔ جسے آپ شیو کا رقص موت (The Death dance of Shiva) کہتے ہیں۔ میں مومن کا مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ اس نے خود بھی اپنے آپ کو نہیں سمجھا تھا اور شاید اس کی یہی مبارک غلطی تھی جس نے اسے "شاعر" بنا دیا ورنہ وہ صرف "عاشق" بنکر رہ جاتا اور بجائے اس کے کہ ہم اس سے دوسروں کی داستان سنتے، خود اس کی داستان دوسروں سے سننا پڑتی۔

شاعر کی خوبی اس کا "Genuine" ہونا ہے بڑا (Great) ہونے کے بعد وہ شاعر نہیں رہتا، دیوتا ہو جاتا ہے۔ بہرحال میرے آپ کے نقطۂ نظر میں تھوڑا سا اختلاف ہے۔ اور یہ قایم رہنا چاہیئے "من و تو" ایک ہو جانے کا جامد (Dull) فلسفہ مجھے کبھی پسند نہیں آیا۔

آپ نے اپنی تحریریں اور بہت سی باتیں ایسی لکھی ہیں جن کو پڑھکر بے اختیار ہو ہو گیا لیکن خط اور مضمون کے فرق کو باقی رکھنا ہے اس لئے ضبط سے کام لیتا ہوں اور آپ کی تحریر کو (Stimulus) کی حیثیت سے محفوظ رکھتا ہوں تاکہ آپ سے اجازت لیکر کسی وقت اس کو شایع کر دوں اور اسی کے ساتھ جو کچھ مجھے کہنا ہے۔ دل کھولکر کہہ لوں۔

آپ نے جو غزلیں اس دوران میں کہی ہیں وہ مجھے بھیجدیجئے "یہ کیوں بھیجوں" کا معاملہ نہیں ہے بلکہ استحقاق و مطالبہ کی بحث ہے۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ آپ اسوقت تک کوئی غزل کہیں بھیجئے ہی نہیں جب تک میں نہ اسے دیکھ لوں۔ یہ میرا وہ جذبۂ رقابت

ہے جسے ہمیشہ نہیں تو اکثر پورا ہی کرنا پڑے گا۔

آپ کے ایک ایک شعر پر گھنٹوں آپ سے گفتگو کرنے کو جی چاہتا ہے سیکڑوں سوال دل میں پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن یہ حوصلے اسی وقت نکل سکتے ہیں جب

نگاہش با من و من با نگاہش ماجرا کردم

کی فرصت میسر آئے۔۔

فی الحال چند باتیں سن لیجئے:۔

(۱) حسن کی بے رحمی عام ہو جانے کے بعد "ربط نہاں" کی امید کیونکر قایم ہو سکتی ہے دوسرے مصرعہ کے لئے پہلا مصرعہ بالکل مومن کے رنگ کا ہونا چاہیئے تھا خواہ آہیں "حرامزادہ رقیب" ہی کا ذکر کیوں نہ ہوتا۔

(۲) حد عدم سے کیا مراد ہے اور فسانۂ درد کا حد عدم سے بڑھ جانا کس توجیہہ پر مبنی ہے شاعرانہ نہ سہی، عاشقانہ سہی!

(۳) اگر ہجر میں جینا حرام نہ ہوتا تو کیا "دوزخ و جنت" اور "ہستی و موت" پر گفتگو کے اہل ہو جاتے حالانکہ سچ پوچھئے تو جینا حرام ہونے کے بعد ہی ان چیزوں پر اچھی گفتگو کر سکتے ہیں۔

(۴) آزادی کا مقابل لفظ جبر نہیں ہے قید ہے لیکن فقرہ یوں ہو جائے گا "فرق قید و آزادی" اور دو قافوں کے اجتماع سے "تنافر اصوات" پیدا ہوتا ہے اس لئے بجائے جبر کے بند کہنے میں کیا حرج ہے۔

واضح رہے کہ یہ صرف آپ کو چھیڑنے کے لئے لکھ رہا ہوں یعنی اگر اس کے جواب

یں چار صفحہ سے کم کا خط آیا تو میں خوش نہ ہوں گا۔

بہ تعمیل ارشاد مصوری پرچہ بھیج دیا گیا ہے۔ مکتوبات پر آپ جو کچھ لکھیں گے وہ میری ملکیت ہوگی نہ کہ نگار کی اس لئے جلدی کی ضرورت نہیں، جب اطمینان ہو لکھئے گا۔ اور کبھی نہ ہو تو کبھی نہیں۔

تمھارا خط ملا۔ کس قدر ظلم ہے کہ میں اب سے تیس سال اس طرف ہٹ کر تم سے باتیں کرنا چاہتا ہوں اور تم مجھے "عشق حقیقی" کا درس دیتے ہو جسے میں آئندہ تیس سال کے بعد بھی سننا پسند نہیں کرتا۔

تم پہلے بھی باوجود کافر ہونے کے کافی مذہبی تھے، لیکن اب یہ دیکھ کر کہ خط کا آغاز تم "۷۸۶" "نحمدہ و نصلی۔ اور ہدیۂ مسنون" سے کرتے ہو میری سمجھ نہیں آتا کہ "پیر و مرشد" سے خطاب کروں یا "قبلہ و کعبہ" سے۔ معاذ اللہ! کس قدر تکلیف دہ خیال ہے کہ وہ ہونٹ جو صرف جواب تلخ کے لئے وضع ہوئے ہوں وہ پند و نصیحت کے لئے وقف ہو جائیں۔

یہ تم سے کس نے کہہ دیا کہ "عشق حقیقی" کوئی چیز ہے۔ یہ "محویت و فنا" کی مہمل اصطلاحیں تم نے کس سے سیکھیں۔ خدانخواستہ تم کسی کے مرید تو نہیں ہوگئے۔ میں نے تو تم میں یہ حماقت کے جراثیم کبھی نہیں پائے تھے۔ بیوقوف! یہ سب دھوکا ہے، دنیا میں اصل چیز صرف وہ ہے جسے از روئے مشاہدۂ ظاہری" میں اور تم سمجھتے ہیں زیادہ خیال آرائی کی ضرورت نہیں۔ لذت وہی ہے جس کا تعلق انسان کے گوشت و خون

سے ہے۔ مرنے کے بعد نہ روح باقی رہتی ہے نہ اس کا احساس اور اگر ایسا ہو تو جوانی کہاں؟

تم کہو گے کہ یہاں بھی شباب کا تعلق عمر سے ہے۔ میں کہوں گا صرف عمل سے آسکر وائلڈ کہتا ہے کہ "اعادہ شباب کی تدبیر صرف یہ ہے کہ انسان پھر گناہ کرنے لگے" اور گناہ کے لئے زیادہ استطاعت درکار نہیں۔ جرأت چاہئیے اور تھوڑا سا سلیقہ۔

میں حیدرآباد جاتے ہوئے تم سے ضرور ملوں گا لیکن اس وقت کے تم اس وقت کے تم نہیں۔ اس وقت کی تصویر اپنی بھیجو، اس وقت کی تو میرے پاس ہے، میرے دل میں۔

صدیقی۔ خط ملا۔ یقیناً طبیعت بے کیف ہے، لیکن اتنی بے کیف بھی نہیں کہ آپ وہاں "آرائشِ خم کاکل" میں مصروف ہوں اور میں اندیشہ ہائے "دور و دراز" سے بھی فارغ رہوں۔

آپ جس اہتمام، جس شوق و ولولے کے ساتھ کلکتہ جا رہے ہیں، وہ اگر ناکام رہے تو بھی میرے لئے باعث صد ہزار رشک ہے۔ آپ کو کیا خبر کہ "بیدست و پائی" کیا بلا ہے اور انسان کو اپنے اخلاق خراب کرنے میں اس سے کتنی مدد ملتی ہے۔

پاؤں میں قوت رفتار ہو اور میں نہ چلوں تو کوئی بات نہیں، لیکن پائے لنگ رکھنے کے بعد آپ کا سامنے سے اٹھلا اٹھلا کر گزرنا دیکھوں، قیامت ہے! ظاہر ہے کہ یہ انتہائی بداخلاقی ہے لیکن یہ کہاں کا اخلاق ہے کہ آپ ایک شخص کی مجبوریوں سے واقف

ہونے کے بعد بھی اس کے "احساس بیچارگی" کو تیز تر کرتے رہیں "بام بلند" پر بیٹھنے والوں کے لئے یہ کیا ضرور ہے کہ "کوتاہ کمند" رکھنے والوں کو بھی اوپر پہونچنے کی دعوت دیں۔
یہ سچ ہے کہ مجھے فرصت بھی حاصل ہے اور استطاعت بھی۔ لیکن وہ چیز کہاں سے لاؤں جو —

"نہ بزور و نہ بزاری نہ بزر می آید"

مطاعی الاعز۔ والا نامہ پہونچا۔ آپ نے جس بارے میں میرا مشورہ طلب فرمایا ہے، وہ یقین فرمایئے کہ میری فہم سے بالاتر ہے۔ میں اپنے ذہن و دماغ کے لحاظ سے نہایت معمولی انسان ہوں اور میری عقل کی پرواز میری نگاہ سے زیادہ نہیں۔ جو چیز دیکھتا ہوں وہی سمجھتا ہوں اور آپ رائے طلب فرماتے ہیں ان باتوں میں جو میرے خیال کو بھی تھکا دینے والی ہیں، نگاہ کا کیا ذکر!

اس وقت تک دنیا میں مجھے صرف دو باتوں کا علم حاصل ہوا ہے ایک کا تعلق خدا سے ہے اور دوسری کا اپنی ذات سے۔ وہ یہ کہ خدا کا انکار اس کی انتہائی عظمت ہے اور یہ میں کہ:-

مشرب پروانہ از آتش نداند طور را

انا الحق، وحدانیت کا بڑا بلند مرتبہ سمجھا جاتا ہے، لیکن "انکار" اس سے زیادہ بلند ہے خدا کا انکار حقیقتاً عجز فہم کا اقرار ہے اور یہی آخری حد ہے اس کے سمجھنے کی۔
دوسری بات سے آپ خود واقف ہیں، صراحت کی ضرورت نہیں۔

ہاں تو مدعا یہ کہنا ہے کہ آپ نے جس مسئلہ کو چھیڑا ہے وہ آپ ہی کی اصطلاح میں نہ لاہوت سے تعلق رکھتا ہے نہ ناسوت سے یعنی نہ خدا سے نہ مجھ سے۔ اس لئے میں کیا عرض کر سکتا ہوں اور اگر کچھ کہوں بھی تو اس کی کیا وقعت ہو سکتی ہے۔

بہر حال اس باب میں خاموش رہنا ہی مناسب سمجھتا ہوں، لیکن اگر اس سے آپ نے یہ نتیجہ نکالا کہ میں مخالف ہوں تو میں اس کی بھی تردید نہ کروں گا بشرطیکہ اس کی ذمہ داری آپ اپنے سر لیں۔ میں یہ سننے کے لئے منتظر رہوں گا کہ آپ نے کیا فیصلہ فرمایا۔ انتقاد و تبصرہ کی غرض سے نہیں بلکہ محض اعتبار و بصیرت کیلئے۔

محب گرامی۔ معاف فرمایئے جواب میں غیر معمولی تعویق ہو گئی میں اس دوران میں دو چار دن غائب رہا۔ لکھنؤ سے نہیں بلکہ خود اپنے حضور سے۔ سبب کوئی خاص نہیں تھا، بلکہ وہی زندگی کے معمولی افکار و حوادث کہ اگر انھیں حیات سے علیحدہ کر دیجئے تو جینا دوبھر ہو جائے۔

آپ نے جن کا ذکر کیا ہے ان کے متعلق میری رائے آپ سے بالکل مختلف ہے آپ انھیں مغرور سمجھتے ہیں، میں خوددار کہتا ہوں، آپ بے پروا بتاتے ہیں، میں ضابط و متحمل کہتا ہوں۔ رہا مرتبۂ خلوص و وفا، سو اس کا حال مجھ سے نہ پوچھئے، انکے دشمنوں سے پوچھئے۔ وہ آدمی نہیں ہے، ہیرا ہے اور ہیرا بھی "کوہ نور" کے قسم کا۔

اس میں شک نہیں کہ تھوڑی سی "پراگندگی" ضرور ان کی طبیعت میں پائی جاتی ہے لیکن اس کا تعلق خود انھیں کے ذاتی حالات سے ہے، احباب و اعزہ سے

اسے کوئی واسطہ نہیں۔

آپ ملئے اور بار بار ملئے، وہ دیر آشنا ضرور ہیں لیکن بد اخلاق نہیں جب آپ انھیں سمجھ لیں گے تو مجھ سے زیادہ ان کی تعریف کریں گے۔

ایک عادت ان میں ضرور ایسی ہے جو آپ کے لئے تکلیف کا باعث ہو سکتی ہے، لیکن یہ کیا ضرور ہے کہ آپ وہاں جائیں تو تسبیح و جانماز بھی ساتھ لیکر جائیں۔ وہ اپنے گھر کو مسجد بنانے سے رہے اور آپ ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے معذور۔ بہ حیثیت انسان ہونے کے ان کا مطالعہ کیجئے، مسلمان ہونے کی حیثیت سے نہیں۔ مینار اگر زیادہ بلند ہے تو نگاہ کو بھی اتنا ہی بلند کرنا پڑے گا، اگر آپ اسے دیکھنا چاہتے ہیں۔

خط پہونچا۔ دنیا کا کیا ذکر، میں خود اپنے آپ سے بیگانہ ہوتا جا رہا ہوں۔ اگر صوفی ہوتا تو کہتا کہ "فنا فی الذات" کی منزل سے گزر رہا ہوں۔ مگر نہیں ہوں اسلئے صاف صاف اپنی کمزوریوں کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ مگر ہاں یہ تو بتاؤ کہ تم کو میری "آشفتہ سرگشتگی" کا حال معلوم کیونکر ہوا۔ اب سے چھ مہینے قبل جب تم سے ملا تھا، تو کیا اس وقت بھی ایسا ہی تھا؟ ہرگز نہیں۔ پھر چند مہینوں میں ایسے کیا اسباب پیدا ہو سکتے ہیں کہ تم نے میرے متعلق اس بات کو باور کر لیا جو تمھیں پسند نہیں۔

کہو گے یہ بھی "آشفتہ خیالی" کی دلیل ہے کہ ایک ہی سانس میں اعتراف بھی اور انکار بھی ــــ ہو سکتا ہے، لیکن کم از کم تمھاری زبان سے میں یہ نہیں سننا چاہتا تم ان لوگوں میں سے ہو کہ جسے چاہو اپنا بنا لو۔ پھر حیرت ہے کہ "پرسش حال" میں تو

اتنا وقت ضائع کرو اور "چارہ گری" کے لئے کوئی قدم نہ اٹھاؤ۔

یہ سب فضول باتیں ہیں۔ اگر واقعی تم مذاق نہیں کر رہے ہو تو یہاں آؤ اور مجھے اس غار سے نکالو جس میں گرتا جا رہا ہوں۔ وہیں سے بیٹھے بیٹھے اگر باتیں بناتے رہو تو وہ وقت دور نہیں، جب میں اتنی گہرائی میں پہنچ جاؤں گا کہ نہ میں تمہاری آواز سن سکوں گا اور نہ تم میری۔

الغرض اس میں شک نہیں کہ "آجکل آپ سے باہر ہے نظام" اس لئے اس کو اپنی محفل میں نہ بلوایئے، بلکہ خود ہی اس تک پہونچئے ورنہ دامن کا چاک گریباں کے چاک سے ملنے کے بعد آپ پہونچے بھی تو کیا۔

ہمدیقی۔ دستی خط پہونچا۔ حالات معلوم ہوئے۔ آخر کار وہی ہو کر رہا جس کا ڈر تھا، یقیناً آپ بہت غضبناک ہوں گے، لیکن اب غصہ کرنا بیکار ہے۔ ضرورت سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے کی ہے کہ کیا کرنا چاہیئے۔

آپ کا یہ فیصلہ کہ اپنا دروازہ گنا ہگار پر ہمیشہ کے لئے بند کر دیں گے اور اس کو واپس بلانے کی کوئی تدبیر اختیار نہ کریں گے نہایت عاجلانہ فیصلہ ہے اور غالباً اسکے پہونچنے ہی سے پہلے آپ اس پر نظرثانی کر چکے ہوں گے۔

آپ کو ناگوار تو نہ ہوگا، لیکن معاف فرمایئے، یہ نتیجہ ہے خود آپ کی غیر معمولی سختی کا، دنیا میں استبداد کا ہمیشہ ایک ہی انجام ہوا ہے۔ سرکشی، بغاوت، نافرمانی! خواہ وہ مستبد ہستی آپ ہی جیسے محبت کرنے والے باپ کی کیوں نہ ہو۔

اس میں شک نہیں کہ تربیت کا ایک اہم جزو نگرانی و نکتہ چینی بھی ہے لیکن نفسیاتی "رواداریوں" کو نظر انداز کرنا بھی درست نہیں۔ آپ نے اخلاق کا ایک خاص نظریہ قائم کر رکھا ہے میں ہمیشہ سے اس کا مخالف ہوں اور اسی لئے جب آپ نے اپنے "یوسف گم گشتہ" کی آزادیوں کا ذکر کیا، تو میں نے ہمیشہ ہنس کر ٹال دیا۔ لیکن آپ کی سختیاں برابر بڑھ رہی ہیں، یہاں تک کہ "عدمیت" (Nihilism) کا اس نے حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کر ہی دیا۔ تاہم ابھی وقت ہے اور اگر آپ رواداری کے لئے آمادہ ہوں تو میں کوئی تدبیر اختیار کروں۔

جان نیاز۔ جو کچھ تم کہتے ہو بالکل درست ہے، اس لئے نہیں کہ تمہاری ہر بات پر "بجا" کہہ دینا میری خو ہے بلکہ اس بنا پر کہ چڑھتے ہوئے دھارے اور خس و خاشاک کا مقابلہ ہی کیا تاہم اگر تم یہ چاہو کہ "نقطۂ نظر" کا اختلاف دنیا سے مٹ جائے سو یہ ممکن نہیں۔ سیلاب کا جوش و خروش کشتیوں کو ڈبوتا ہی رہے گا اور کشتیاں اس میں ڈوبتی ہی رہیں گی۔

فلاطون کی "خم نشینی" دنیائے علم و فلسفہ کا نہایت اہم واقعہ ہے لیکن ایک شاعر کا توہین آمیز لہجہ ملاحظہ کیجئے۔ کہتا ہے۔

بہ خم نشست فلاطوں ز شرم آب نہ شد
بہ حیرتم کہ فلاطوں شد و شراب نہ شد

کجا "فلاطوں ہو جانا" اور کجا "شراب بن جانا" لیکن خم کا ذکر ہو اور ایک رند

بادہ خوار کو شراب کا خیال نہ آئے، محال ہے خم میں بیٹھ کر فلاطوں تو ہو گیا لیکن شراب نہ بن سکا ــــــ یقیناً بہت مضحکہ خیز خیال ہے، لیکن اس اعتماد و وثوق کو دیکھو جس نے شاعر سے یہ شعر لکھوایا۔ بہرحال میں تم سے متفق تو نہیں ہو سکتا لیکن تمھاری مخالفت کر کے اپنی جان کو عذاب میں مبتلا کرنا بھی مجھے گوارا نہیں۔ اس لئے سوا "درست و بجا" کے اور میں کیا کہہ سکتا ہوں۔

تمھاری دنیا تمھارا شباب ہے اور میری دنیا وہ جو شباب کھونے کے بعد حاصل ہوئی ہے۔ تم اس دور سے گزر رہے ہو جس میں صرف حال ہی حال ہے، میں اس منزل میں ہوں جہاں یاد ماضی کے سوا اور کچھ نہیں، یعنی جو چیز تمھاری "کارگاہ" ہے وہ میرا "تخیل کدہ" ہے، تم زندہ ہو اور میں صرف زندگی کا خواب دیکھ رہا ہوں، مجھے تو یونہی سرگرمیاں رہنے دو۔ تمھاری کامیابیوں سے خوش ہوتا ہوں اور ان کے قیام و دوام کا متمنی ہوں۔ اس سے زیادہ اور کیا چاہیئے۔ میں اگر عملاً تمھارا شریک نہیں تو نہ ہوں بلا سے، اگر اصولاً میں تم سے متفق نہیں تو تمھیں اس کی خلش کیوں ہو۔ خارزار سے دامن کشاں گزر جانے کا سلیقہ جن کو حاصل ہے، وہ کانٹوں میں الجھیں۔

حضرت۔ میں قیامت تک ماننے کے لئے تیار نہیں کہ آپ کوشش کریں اور ناکامیاب رہیں۔ صاف صاف یوں کیوں نہیں کہہ دیتے کہ مجھے کیا غرض پڑی ہے پرائے پھٹے میں پاؤں ڈالوں۔ دنیا کے اصول کے مطابق یقیناً یہ عذر ایسا نہیں

جس کے خلاف کوئی شخص زبان کھول سکے، لیکن میں اپنے دل کو کیونکر سمجھاؤں جو آپ کی طرف سے کسی قسم کی بے اعتنائی کا یقین کرنے کے لئے تیار ہی نہیں ہوتا۔

میں کہتا ہوں آپ نے ٹال دیا دل کہتا ہے کہ یہ ممکن نہیں۔ میں پوچھتا ہوں حصول مقصود میں پھر اتنی دیر کیوں ہے؟ وہ کہتا ہے "قسمت"!

میں کیا دنیا میں کسی کے لئے بھی "مایوسی" کوئی نئی چیز نہیں لیکن آپ کی طرف سے مایوسی یقیناً میرے لئے بالکل نئی چیز ہے اور نہیں کہہ سکتا کہ اس کا عادی ہونے کیلئے مجھے اور کتنی تمنائیں آپ سے وابستہ کرنا پڑیں گی۔ بہر حال ایک بار پھر عرض کرتا ہوں کہ

دستے بہ دستگیری من ز آستیں بر آر

اور توجہ کا منتظر ہوں۔

مصدر لطف و کرم۔ عطوفت نامہ پہونچا، آنکھوں سے لگایا۔ اللہ اللہ! ایک ماہ تھا جب ہر وقت کی حضوری حاصل تھی اور کامرانی کا یہ عالم تھا کہ ——" جس وقت آنکھ کھل گئی دیدار ہو گیا" —— یا اب یہ دورِ محرومی کہ مہینوں گزر جائیں اور آپ یہ بھی نہ پوچھیں۔

سعدیا بر توجہ رنج ست کہ بگذاشت

آپ پوچھتے ہیں کہ حال کیسا ہے شاعرانہ جواب تو صرف یہی ہو سکتا ہے کہ "پوچھنا اب ہمارے حال کا کیا" لیکن حقیقت یہ ہے کہ زندگی کی محرومیوں سے جی تنگ

آگیا ہے اور

کوئی دن گر زندگانی اور ہے

ہم نے اپنے جی میں ٹھانی اور ہے

کہا جاتا ہے کہ دنیا کی ہر چیز میں تدریج ہے، لیکن میں کیا دیکھتا ہوں کہ شباب و شیب کے درمیان کوئی ایسی منزل نہیں جہاں انسان ایک لمحہ کے لئے بھی ٹھہر کر یہ غور کر سکے کہ کیا چیز ہاتھ سے جارہی ہے اور کیوں -

اکبر الہ آبادی کہتا ہے:-

دنیا کی کیا حقیقت اور ہم سے کیسا تعلق

وہ کیا ہے اک جھلک ہے ہم کیا ہیں اک نظر ہیں

اس شعر کی حقیقت اب سمجھ میں آئی ہے۔ ہر چند دنیا کو اک "جھلک" کہنا صرف اپنی مختصر "فرصت نگاہ" کے لحاظ سے ہے نہ از روئے حقیقت، تاہم وہ چیز جو اپنا حصہ نہیں کسی کا بھی نہیں۔

بہر حال اب یہ دور بھی ختم ہو رہا ہے اور نہیں کہا جا سکتا کہ پلکیں کب ایک دوسرے سے مل جائیں، آپ کو دیکھنے کی آرزو تو خیر اب کیا پوری ہو سکتی ہے لیکن یہ بھی غنیمت ہے اگر کبھی کبھی اس آرزو کے اظہار ہی کی فرصت نصیب ہو جائے۔

سنو جی۔ جس وقت میری طبیعت کھلنڈرے پن کی طرف مائل ہو، اس وقت مجھ سے سنجیدہ باتیں نہ کیا کرو۔ بھلا ایسے زمانہ میں جبکہ خدا کی شان عفو و کریمی پر اعتماد

کرنے اور اس کے بھلا دینے کو جی چاہتا ہو ایسی باتیں کرنا کہاں تک مناسب ہیں۔

تم کو لڑکپن میں ایک طرف حجام تمھاری سرخراشی کیا کرتے تھے اور دوسری طرف مولوی تمھاری دماغ خراشی کیا سمجھ سکتے ہو کہ خدا اگر ہے تو وہ منطقی حدود سے بالاتر ہے۔

تمھاری سمجھ میں یہ بات کبھی نہیں آسکتی کہ خدا کو سمجھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے اور اگر ہے تو اس کے لئے نہ فلسفہ چھاننے کی ضرورت ہے نہ الٰہیات کی کتابوں کی مختلف حالتوں میں، مختلف کیفیات کے تحت مختلف دلائل اس کے پیش کئے جا سکتے ہیں، مثلاً آجکل تم مجھ سے پوچھو تو میں بلا تامل کہدوں گا کہ خدا کے وجود کی اس سے زیادہ مستحکم دلیل اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ اس نے عورت پیدا کی، شراب پیدا کی، اور ماش کی دال ـــ مگر میں جانتا ہوں کہ یہ بات تمھاری سمجھ میں نہ آئے گی۔ اچھا یہ موسم گزر جانے دو، یہ کالے کالے بادل ختم ہونے دو، اس کے بعد غور کرونگا کہ خدا کس صورت میں میرے سامنے جلوہ گر ہوتا ہے۔

صدیقی۔ ابھی ابھی مکرمت نامہ ملا۔ پڑھ کر سخت حیرت ہوئی۔ میں کبھی یقین نہیں کر سکتا تھا کہ ـــ کی طرف سے اس قسم کی شکایت آپ کو پیدا ہو سکتی ہے نہ اس لحاظ سے کہ ان پر آپ کے احسانات ایسے معمولی نہیں کہ وہ کبھی سر اٹھا سکیں، بلکہ اس خیال سے بھی کہ آپ سے منحرف ہو کر وہ سوائے نقصان کے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے آپ نے جس محبت و دلسوزی سے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے، وہ آپ کے اخلاق

کی بلندی کی ایسی زبردست مثال ہے کہ وہ محسن کش تو خیر کیا لیکن میں شرم سے آب آب ہوا جاتا ہوں۔ آپ ہی بتائیے میں کیا کروں۔ نامناسب نہ ہو تو مجھے اجازت دیجئے کہ ان حضرت سے مل کر پوچھوں کہ یہ آخر ان کو سوجھی کیا تھی۔ اور جو کچھ وہ کہیں اس سے آپ کو مطلع کروں۔

ہرچند میں جانتا ہوں کہ وہ کوئی معقول بات نہ کہہ سکیں گے اور برائی کے لئے کوئی معقول توجیہہ ہو بھی کیا سکتی ہے تاہم اس سے یہ فائدہ ضرور ہوگا کہ مجھے ملامت کرنے کا موقعہ مل جائے گا اور یہ الجھن کچھ کم ہو جائے گی۔

فتنۂ دوراں، خط ملا۔ ہرچند میں جانتا ہوں کہ تم یہاں کس بری نیت سے آرہے ہو، لیکن یہ بھی جی نہیں چاہتا کہ تمھیں آنے سے باز رکھوں۔ بہرحال آؤ اور آفتیں ڈھاؤ۔

گرچہ می دانم نگاہت فتنہ است اما خراب

مگر یہ تو بتاؤ کہ "پیر و مرشد" کا ذکر اس قدر مایوسی کے ساتھ کیوں کیا گیا۔ تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ ہمارے میکدہ کا سب سے پرانا "مُغ" ہے اور شراب جتنی پرانی ہوتی ہے اتنی ہی زیادہ "رسا" ہو جاتی ہے۔ اور پھر یہاں تو ابھی معاملہ "فرد ریز دیر و بال" کا بھی نہیں ہے۔ جس وقت وہ داڑھی صاف کرا کے، بالوں میں خضاب لگا کر مونچھوں کو اسمٹک سے نوکیلا بنا کر بیٹھتے ہیں، اس وقت دیکھو کیا عالم ہوتا ہے۔ وہی دلکشی و رعنائی، وہی دلولہ و برنائی، وہی دہکتا ہوا شباب وہی ٹپکتا ہوا شباب۔

میں نے ان سے اچھی طرح تمھاری غیبت کر دی ہے۔ اس لئے پوری تیاری کر کے آنا مقابلہ ہوش کھو دینے کا ہوگا، ہوش میں رہنے کا نہیں!

کرم گسترا۔ آج سے ایک ہفتہ قبل الٰہ آباد کی ایک تحریر سے (یہ نہ پوچھئے کہ تحریر کس کی تھی) مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ میر صاحب ہجرت کر کے کہیں جا رہے ہیں اور آپ بھی رسم وداع ادا کرنے لکھنؤ تک تشریف لائیں گے۔ خوشا نصیب سرزمین لکھنؤ کے ایسے زبردست مہاجر "مجاہد فی الدین" کے قدم چومنے کا شرف اسے حاصل ہو لیکن آپ جو اہتمام چاہتے ہیں وہ میرے بس کی بات نہیں۔

آپ شوق سے میرے یہاں قیام فرما سکتے ہیں لیکن قبلہ میر صاحب کی مہمانداری ان کے شایانِ شان مجھ سے ممکن نہیں۔ ان کے زہد و تقدس کا مجھے اعتراف ہے، میں یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ بہت کھلے ڈلے انسان ہیں لیکن یہ رات بھر کی ہو حق میری برداشت سے باہر ہے۔ علاوہ اس کے ایک بات اور بھی ہے وہ یہ کہ آجکل میرے ایک دوست میرے ہی مکان پر رہتے ہیں اور بہت صبح اٹھ کر ریاض کرتے ہیں، ممکن ہے میر صاحب کی شب بیداریوں میں ان کی موسیقی حائل نہ ہو لیکن ہو سکتا ہے کہ ان کے گانے میں کوئی حرج واقع ہو اور یہ مجھے کبھی گوارا نہ ہوگا۔

معاف فرمائیے، میں نے صاف صاف اسلئے لکھ دیا کہ آئندہ کوئی بدمزگی کی صورت پیدا نہ ہو اور آپ مجھے ترک دوستی کی دھمکی دینے پر آمادہ نہ ہو جائیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ میں کسی اور مکان کا انتظام کر دوں اور ان کے دوران قیام میں جتنے مصارف ہوں

ان کا بار میں برداشت کروں۔ اگر یہ نامناسب نہ ہو (اور نامناسب ہونے کی کوئی وجہ نہیں) تو براہ کرم مجھے فوراً مطلع فرمایئے تاکہ میں مکان حاصل کرکے اسمیں ضروری سامان پہونچا دوں۔

قبلہ میر صاحب۔

کل بیٹھے بیٹھے ایک بات ذہن میں آئی، اسے آپ "الہام والقا" تو کہیں گے نہیں، لیکن اگر اس کو میری "کرامت" ہی مان لیں تو تحریر میں زیادہ حجت نہ کروں گا اور وہ بات آپ کو بتا دوں گا۔

آپ کہیں گے کہ جب تک میں بتاؤں نہیں آپ کیا کہہ سکتے ہیں۔ اور مجھے یہ ڈر ہے کہ اگر میں نے اسے ظاہر کر دیا تو آپ کہیں گے یہ تو مجھے پہلے ہی سے معلوم تھی۔ اچھا تو یوں کیجئے، آپ آئندہ جمعہ کو مراد آباد جا ہی رہے ہیں، دو گھنٹے کے لئے لکھنؤ ٹھہر جایئے اور مجھ سے وہ بات سن لیجئے۔ زیادہ غور و فکر کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ چیز جو "برتر از قیاس، و گمان و خیال و وہم" ہو، اس کا علم صرف ہم جیسے "صاحبان کشف و کرامات" ہی سے معلوم ہو سکتا ہے۔ لیکن آپ کی تشویش دور کرنے کے لئے فی الحال اتنا عرض کر دینے میں کوئی حرج نہیں کہ "جس گوہر مقصود کے لئے آپ اسقدر بیتاب ہیں اس کا حصول اب" دائرۂ امکان سے باہر نہیں رہا۔ لیکن یہ سنکر خوشی کے مارے آپ جمعہ سے پہلے ہی نہ چل پڑئے۔ کیونکہ میں خود آج دو دن کے لئے باہر جا رہا ہوں۔

لاحول ولا قوۃ، یہ بھی کوئی بات ہوئی کہ میں نے کہا "یوں نہیں یوں" اور تم نے بھی کہہ دیا کہ "ہاں" ——

میں سمجھتا تھا کہ تم اس کی مخالفت کروگے، میں دلائل پیش کرونگا تم انھیں رد کر دوگے اور اس طرح مہینے دو مہینے تک گفت و شنید کا سلسلہ جاری رہے گا، لیکن تمہاری "ہاں" تو کسی کی "نہیں" ہو کر رہ گئی۔ اب بتاؤ کیا کروں۔

آپ نے جس آفت جہاں کا حال دریافت کیا ہے وہ آجکل بمبئی میں ہے۔ "زرنگیں جلوہ غارتگر ہوش"۔ کہاں؟ — یہ خبر نہیں — کیوں؟ یہ معلوم ہے لیکن بتانے کی ہمت نہیں۔ تم نے یہ شعر سنا ہوگا:-

نہ منِ افتادہ تنہا بکمند آرزویت
ہمہ کس سرِ تو دارد تو سرِ کدام داری؟

یہ سوال کہ "سر کدام داری؟" بہت خطرناک ہے کیونکہ اگر اس کے جواب میں کسی اور کا نام لے دیا گیا (جو بالکل یقینی ہے) تو پھر کیا ہوگا؟ اب آپ غالباً سمجھ گئے ہونگے کہ بتانے کی ہمت کیوں نہیں ہے۔ بہرحال "چون و چرا" میں پڑے بغیر ایک "دنیائے خیال" میں میں نے اپنی علیحدہ قائم کرلی ہے اور اسی پر قانع ہوں اور سوائے اس اولین لمحہ کے جو "فلسفہ و منطق" سے بے نیاز ہے، مجھے کچھ یاد نہیں۔ جانتے ہو کہ وہ "اولین لمحہ" کیا تھا؟ —— یہ:-

لبش بدیدم و لعلم بیوفتاد از چشم
سخن شنیدم و قیمت برفت لولو را

مکرمی۔ نوازشنامہ پہونچا۔ آپ نے غالب کے شعر پر جس لطیف پیرایہ میں اظہارِ خیال فرمایا ہے، اس کی داد نہ دینا ظلم ہے، گو بعض جگہ آپ کی غیر معمولی ذہانت کے معیار سے وہ گرا ہوا نظر آتا ہے۔

موسمِ دیر غنودن بہ شبستاں آمد

اس مصرعہ میں غنودن (بہ فتح غین ہو) یا غنودن (بہ ضم غین) ایک ہی بات ہے معناً تھوڑا سا فرق ان میں ضرور پایا جاتا ہے، یعنی غنودن، مطلق محوِ خواب ہونیکے معنے میں آتا ہے اور غنودن آرام سے پڑے رہنے کے مفہوم میں بھی مستعمل ہے شبستان سے مراد صرف خوابگاہ ہے، اس میں کسی اور پوشیدہ نسبت و اضافت کے بڑھانیکی ضرورت نہیں ہے۔ اب رہا یہ کہ "موسم دیر غنودن" سے کون سا موسم مراد ہے۔ سو اس خاص موقعہ پر "مے و معشوق" وغیرہ کی رعایت کا کوئی سوال نہیں، کیونکہ اس قصیدہ کا پہلا ہی شعر۔

عید اضحیٰ بہ سر آغاز زمستاں آمد
وقت آراستنِ حجرہ و ایواں آمد

صاف بتا رہا ہے کہ کس موسم کا ذکر ہے۔ علاوہ اس کے "موسم دیر غنودن" والے شعر کے پہلے مصرعہ میں بھی صراحت موجود ہے کہ دن گھٹنے لگا ہے اور رات بڑھنے لگی ہے۔

اسی لئے میں نے عرض کیا کہ یہ شعر آپ کی بڑھی ہوئی ذہانت کا متحمل نہیں ہے

امید ہے، مزاج بخیر ہوگا۔

حضرت المطاع۔ میں آپ کا کہلاؤں اور دنیا سے روپوشی اختیار کروں!
یہ کیونکر ممکن ہے

ہرکہ روسوئے تو دارد بہ جہاں قبلہ نماست

"خلوت و تنہائی" سے میری مراد، نہ دنیا سے کٹ کر علیحدہ ہوجانا تھا اور نہ
اصحاب کہف کی طرح کسی غار میں چھپ کر خواب جمود اپنے اوپر طاری کرلینا بلکہ مدعا
صرف یہ کہنا تھا کہ جب صورت حال یہ ہے کہ جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں۔ وہ

برتر از آن ست کہ گفتن تواں،

تو پھر کیوں "نہ گفتن ہم خوش ست" پر عمل کیا جائے۔

باوجود دل کھول کر نہ کہہ سکنے کے بھی جب دنیا میری بات نہیں سمجھتی، تو آپ
ہی اندازہ کیجئے کہ اگر کبھی واقعی میں وہ سب کچھ کہہ سکا جو کہنا چاہتا ہوں تو کیا ہوگا۔

یہ آپ نے بالکل درست فرمایا کہ۔

اندک اندک عشق در کار آورد بیگانہ را

لیکن میں نے جس حال کے تحت آپ کو خط لکھا تھا وہ کچھ اس قسم کا تھا کہ

کام تھے عشق میں بہت پر میرؔ
ہم تو فارغ ہوئے شتابی سے

فرق صرف اتنا ہے کہ میرؔ فراغت کا مفہوم موت قرار دیتا ہے اور میں صرف
سکوت۔ بہرحال یہ بھی سکنے کی باتیں ہیں ورنہ میں خوب جانتا ہوں کہ اس روگ کا
کوئی علاج نہیں۔

در خرمن صد زاہد و عاقل زند آتش
آن داغ کہ ما بر دل دیوانہ نہادیم

صدیقی۔ آپ کچھ ارشاد فرمائیں اور میں نہ سنوں! آپ کوئی حکم دیں اور میں اسکی تعمیل نہ کروں! یہ آپ نے کیا فرمایا؟ لیکن اسکا کیا علاج کر۔۔۔

"دارم دلے ز آبلہ نازک نہادتر"

محبت تو خیر بڑی چیز ہے، میں دشمنی میں بھی شرکت و رقابت گوارا نہیں کرتا۔ آپ کو معلوم ہے کہ دنیا میں صرف چند نفوس (چند بھی مبالغہ ہی سمجھئے) ایسے ہیں جن سے دل کا معاملہ رکھتا ہوں اور صرف اس لئے کہ جو خصوصیت ان کو مجھ سے ہے کسی اور سے نہیں۔ عرصہ ہوا اسی چیز کو میں نے یوں ظاہر کیا تھا:۔

آنچہ بہ دیگراں کنی آں بہ دل نیاز ہم
از تو خواست اندکے شیوۂ امتیاز را

پھر ظاہر ہے کہ "شیوۂ امتیاز" ایسی ارزاں جنس نہیں کہ ہر جگہ آسانی سے دستیاب ہو سکے اور ایسا ہو بھی تو مجھی میں وہ کون سی بات ہے جو اس مطالبہ کو کوئی پورا کرے۔ شیطان نے اسی ضد میں خدا کو چھوڑا اور میں نے ساری دنیا کو صورت حال آپ کے سامنے ہے۔ اب آپ ہی فرمائیے کہ عذر پیش کروں، بھی تو کیا اور ارشاد گرامی کی تعمیل کروں تو کیونکر؟ میں بالکل صحیح عرض کرتا ہوں کہ یہ تو خیر آپ کا فرمان ہے، اگر کوئی اور ہوتا تو بھی مجھے تامل نہ ہوتا، لیکن دل کو علیحدہ

رکھ کر کوئی کام مجھ سے آج تک ہوا ہے نہ آیندہ ہونا ہے۔ رہا "وسے بزدش" کا معاملہ تو اس کے لیے مجھ سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ آیئے اور ذبح کر کے چلے جایئے۔

محترمی، ہر چند "آشنا گاہے، گہے نا آشنا" والی ادا مجھے پسند نہیں لیکن یہ واقعہ ہے کہ آپ کا کبھی کبھی یاد کر لینا بھی "جلوۂ برق شراب گاہ گاہی" سے کم نہیں مہینوں اس طرف کی بات ہے جب آپ کی آخری تحریر رامپور سے وصول ہوئی تھی اور ہر چند اس میں کافی برہمی کا اظہار کیا گیا تھا، لیکن چونکہ یہ کوئی نئی بات نہ تھی، میں بھی حسب عادت ایک آہ سرد بھر کر خاموش ہو گیا۔ اس وقت اس نزاع کو تازہ کرنا مناسب نہیں کہ آپ نے ہمیشہ میری اس معذرت خاموشی کو "خودسری" پر محمول کیا اور میں نے بیکسی و بیچارگی پر۔ اب آپ نے پھر "ساحل اپالو" سے مجھے یاد فرمایا تو خیال آیا کہ اس داستان کو گزشتہ باب کس سین پر ختم ہوا تھا!

زلف برہم نشا رستی چشم!

اچھا یہ تو بتایئے کہ اب کیا ارادہ ہے۔ وہی ابتلا و آزمایش، وہی امتحان صبر و وفا اور وہی مطالبۂ "گنج دار و در مرنیہ" مناسب ہے۔ اسلام کی شرع "ورزش ایمان بالغیب" ہو یا نہ ہو لیکن محبت و خلوص کے معاملہ میں میرا اصول ہمیشہ یہی رہا ہے، اس لیے صبر نہ کر دے گا تو کیا کروں گا۔

سیاسیات کے باب میں بڑی حد تک میں آپ کا ہم خیال ہوں لیکن سلوک میرا دوسرا ہے آپ کا اور اس بھینے کے بلاسنات ملاحظہ فرمایئے، شاید میں کوئی

قابلِ اطمینان وضاحت کر سکا ہوں۔ تقریروں کے متعلق آپ نے خوب رائے دی۔ اتفاق آپ کا حصہ ہے ——— اور ہاں یہ تو بتایئے اب آپ ہیں کیسی؟ پروانہ راہداری عطا ہو تو حاضر ہوں؟

حضرت۔ آپ نے بالکل درست فرمایا "خوباں" سے چھیڑ چلی جانے میں تو کوئی حرج نہیں لیکن "وصل" آپ کے حصہ میں آئے اور حسرت میرے حصہ میں! اس پر مفاہمت دشوار ہے۔

محض آپ کے ارشاد کی تعمیل میں، یہ بحث میں نے چھیڑی تھی، اس امید پر کہ آپ میرا ساتھ دیں گے، لیکن معاف فرمایئے! آپ نے بالکل خلاف توقع وہی حرکت کی جو کوفیوں نے کی تھی! بہتر ہے! میں تو شہید ہوا جاتا ہوں، لیکن یہ یاد رہے کہ آپ بھی اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ یزید کی سی حیثیت پانا آسان نہیں۔ اس کی ہستی کو تو حسینؓ نے غیر فانی بنا دیا اور میں یہ مرتے مرتے کسی سے نہ کہوں گا کہ "آپ کا فریب خوردہ ہوں۔"

ہو سکتا ہے کہ آپ پر آپ کے ازار بندی رشتہ داروں کا دباؤ پڑا ہو۔ لیکن کیا آپ کے نزدیک دوستی کا تعلق اتنا کمزور ہے کہ وہ ایک "غمزۂ ناروا" کا متحمل نہیں ہو سکتا میں یہ شکایت اس لئے نہیں کرتا کہ میری آئندہ راہیں بند ہو گئی ہیں بلکہ محض اس بنا پر کہ اگر اس کے بعد میرے قلم سے کوئی ایسی بات نکل جائے جو آپ کے لئے باعث تکلیف ہو تو اس کی ذمہ داری میرے سر نہ رکھی جائے۔

اللہ، اللہ! آپ اور میرے حال پر دل دکھائیں۔ یہ میں کیا سن رہا ہوں، کیا دیکھ رہا ہوں!

یک نگاہ وا پسیں اسے شوق بگرداں مرا

اس زندگی میں مجھ کو کتنی بار فریب میں مبتلا کیا گیا، یہ تو یاد نہیں، لیکن اسقدر ضرور معلوم ہے کہ میری عمر کا دوسرا نام ہی "فریب خوردگی" ہے اس لئے اگر میں آپ کے کہنے کو باور کر لوں تو میرے لئے قطعاً کوئی نئی بات نہ ہوگی، گو آپ اسے اپنی "فتوحات تازہ" ہی کیوں نہ قرار دیں۔

جی ہاں، فی الحال باہر جانے کا ارادہ نہیں ہے اور گیا بھی تو شاید دو دن کیلئے شوق سے تشریف لائیے اور جو حربے ترکیب ہی پہونچ کر استعمال کئے جا سکتے ہیں انھیں بھی کام میں لے آئیے۔ یوں شاید آپ کو میری ہلاکت کا یقین نہ آئے گا۔

کیوں صاحب، یہ کیا بات ہے کہ سوال عمر، زید، بکر کا آیا تو ——————

"التفات کے دریا بہا دیے"

اور —— چوں نوبتے بما شد آتش بجام کردند

ساقی یہ ترکِ کم نگہی یاد رہے گی!

آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ کل سے اس وقت تک مارے غصہ کے سوائے خون دل پیئے اور خون جگر کھانے کے اور کچھ نہیں کیا۔ میں جانتا ہوں آپ اسے مصنوعی شاعری سمجھ کر ہنس پڑیں گے اور اس طرح گویا میرے زخم پر اور "نمک پاشی"

فرمائیں گے۔ لیکن آپ کی ان ٹھنڈی گرمیوں کا جواب یہی ہو سکتا ہے یا پھر یہ کہ محسن کاکوروی کا یہ شعر پڑھ دوں۔

کہاں ہے آتش یاقوت لب میں وہ بھڑک باقی
کہ خط سبز نے چھینٹا دیا آب زمرد کا

لیکن آپ کیا خاک سمجھیں گے، آپ کو کیا سلیقہ ہے، کل پرنس مرزا باقر علیخاں کے پاس جاؤں گا اور اس رعایت لفظی کی داد ان سے لونگا۔ سنا آپ نے وہیں گانا سنوں گا، اور کبوتر بازی کے متعلق تمام معلومات حاصل کرکے اس موضوع پر ایک مضمون آپ کے نام سے نگار میں شایع کردوں گا۔ آپ کانوں پر ہاتھ دھریں گے، واویلا مچائیں گے۔ میں کہوں گا یہ جھوٹ بکتے ہیں۔ انھوں نے ہمیشہ یہی کام کیا ہے اور اب بھی اسی پر زندگی کا انحصار ہے۔ اگر موقع قسم کھانے کا آیا تو حلف بھی اٹھا لونگا۔ الغرض آپ کو پریشان کرنے کے لئے وہ سب کچھ کروں گا جس کا آپ کو علم بھی نہیں ——— اور ستائیے!

جان نیاز — یہ کیا ظلم ہے کہ مجھ پر ڈھایا جا رہا ہے۔ آپ باوجود مجبور ہونے کے اسقدر آزاد کہ جس وقت جو کچھ جی میں آیا کہہ دیا اور میں باوجود آزاد ہونے کے اتنا مجبور کہ آج جو تحریر آپ کی آئی ہے اس کا جواب ایک ماہ کے بعد نگار ہی کے ذریعہ سے دے سکتا ہوں۔ آپ [illegible] ہوا [illegible] صبر کرنا پڑتا ہے کہ

[illegible] کہ [illegible] کنار نہ کمند رسا

یہ "الٹی میٹم" آپ نے کس کو دیا ہے۔ انھیں کو نا "جو نہیں جانتے وفا کیا ہے"۔
میں ڈر گیا کہ کہیں خطاب میری طرف تو نہیں ہے۔ یہ آپ کو کیا کہاں جائیں ذرا وضاحت
سے فرمایئے، میں سمجھا نہیں۔

آپ کی غزل کی داد کیا دے سکتا ہوں

نظر کو تاب تماشائے حسن یار کہاں!

آپ کے یہ دو شعر کبھی نہیں بھول سکتا۔

امید تیرا برا ہو ڈبو دیا تو نے　　دئے ہیں آخری دم تک فریب ساحل کے
تمام رات تصور میں گفتگو ان سے　　تمام رات فسانے تباہی دل کے

جس وقت یہ تحریر آپ کی نگاہ سے گزرے گی۔ میں حیدرآباد میں ہوں گا۔ اور
غالباً آخر مارچ تک وہیں رہوں گا۔ اگر آپ اس دوران میں اپنا ترکش کچھ اور خالی
کرنا چاہیں تو دو امپیریل پوسٹ آفس کے ذریعہ سے۔

بردست و پائے بندگراں نے نہادۂ

نازم بہ بندگی کہ زنشانے تہادۂ

مکرمی۔ تسلیم۔ غالب کی فارسی شاعری کے متعلق آپ میری رائے مجھ سے صرف
ایک جملہ میں چاہتے ہیں۔ اچھا تو سنئے لیکن غالب ہی کی زبان میں، کہتا ہے۔

نظم غالب نگر کہ پنداری

کز کمیں گاہ جستہ خیل غزال

اس وقت تک غالب کی شاعری کے متعلق دفتر کے دفتر لکھے جا چکے ہیں لیکن خدارا بتایے کیا اس سے بہتر رائے آپ کی نگاہ سے کبھی گزری ہے اور وہ بھی اتنے مختصر الفاظ میں بس — اب آپ اس کا حقیقی رنگ سخن دیکھیے الفاظ کے تیکھے پن پر نگاہ ڈالیے بیان کی شوخی و بیباکی کو سامنے رکھیے، طرز ادا کی صفائی و شستگی پر غور کیجیے اور پھر اس بیان پر کہ

"کز کمیں گاہ جستہ چیل غزال"

کیا آپ اسے غالب کی شوخ نگاری کا معجزہ نہ کہیں گے؟

میرے نزدیک غالب نے اپنی عمر میں دو غلطیاں کیں ایک بہت بڑی اور ایک بہت چھوٹی۔ بڑی یہ کہ اس نے ریختہ میں شاعری کی اور چھوٹی یہ کی اس نے فارسی میں غزلیں بھی کہیں۔ اگر آج اس کا اردو دیوان جسے وہ خود بھی "مجموعۂ بیرنگ" کہتا ہے موجود نہ ہوتا اور جو وقت تغزل فارسی میں صرف کیا ہے وہ مثنوی میں صرف کیا جاتا تو غالب کی حقیقی عظمت کا اندازہ کوئی کرتا یا نہ کرتا لیکن دنیا اس کا جواب نہ پیش کر سکتی اس کے معنی یہ نہیں کہ میں اس کے دیوان ریختہ یا تغزل فارسی کا مداح و معترف نہیں ہوں، بلکہ مقصود یہ ظاہر کرنا ہے کہ فطرت نے اسے جس کام کے لئے پیدا کیا تھا اس کی طرف اس نے پوری توجہ نہیں کی۔

محب گرامی۔ ایک زمانہ کے بعد آپ نے یاد فرمایا۔ میں نے تو اس خیال سے مراسلت میں تقدیم نہیں کی کہ آپ مجھ سے خفا ہیں۔ اور آپ نے اس لئے پروا نہیں

کہ میں کبھی آپ سے خفا ہو ہی نہیں سکتا، اور جو کبھی خفا ہونا نہ جانے اس کو پوچھنا ہی کیا؟ اللہ اللہ، کیا فرق مراتب ہے! ـــــ جی ہاں، زندہ ہوں لیکن شکر ادا کرنے کی حد تک نہیں۔ آپ پر رشک کرتا تو کوئی جرم نہیں بشرطیکہ آپ اسکا یقین بھی آ جائے کہ رشک، واقعی کوئی تکلیف دہ چیز ہے۔

یہ نہ آپ کی گزشتہ زندگی پر طعن ہے اور نہ میری موجودہ زندگی کی صحیح تصویر بلکہ مقطع کی بات تھی اس لئے مجبوراً سخن گسترانہ انداز میں بیان کی گئی۔ آپ کچھ اور خیال نہ کیجئے گا۔

یقیناً میرے خیالات میں تغیر پیدا ہو گیا ہے اور بہت کافی۔ آپ ملامت انگیز انداز سے پوچھتے ہیں، یہ کیا ہے؟

جواب میں سوائے اس کے اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ

لو وہ بھی کہتے ہیں کہ یہ بے ننگ و نام ہے
یہ جانتا اگر تو لٹاتا نہ گھر کو میں

خوش رہئے۔ کیونکہ ایک زمانہ وہ آنے والا ہے جب یہ مجھے برا کہنے والے بھی تھک کر بیٹھ رہیں گے اور میرے [illegible] بیٹا حیران ہو جائیگا۔ آپ کو معلوم نہیں "ملامتیا" طبقہ کا درویش ہوں اور میرے مدارج کی ترقی کا راز، اسی میں پنہاں ہے کہ لوگ مجھے گالیاں دیں اور میں سن سنکر ہنسوں۔

بر کفے جام شریعت، بر کفے سندان عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

یہ شعر سعدی کا ہے۔ آپ سے کس نے کہہ دیا کہ غالب کا ہے

"تلطف" فرمائے بندہ۔ یاد آوری کا شکریہ قبول فرمایئے اور تاخیر جواب پر معذرت منقول! گرامی نامہ پرسوں پہونچا اصولاً و طبعاً مجھے اسی دن اظہار شکر کرنا چاہیئے تھا، لیکن اس دوران میں چند در چند مکروہات کا شکار رہا اور طبیعت کسی طرح حاضر نہ ہوئی کہ کوئی کام کی بات کرتا۔ آج بھی بادل نخواستہ اس فرض کو ادا کر رہا ہوں۔

انجمن کی تاسیس پر مبارکباد قبول فرمایئے اور بزم مشاعرہ برپا کرنے پر دعائے کامیابی۔ آپ مجھے یاد فرماتے ہیں یہ آپ کی محبت ہے، لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ .... "آجکل آپ سے باہر ہے نظام" اور اسلئے اسے محفل میں طلب کرنا خطرہ سے خالی نہیں۔

اول تو یوں بھی معمولاً میں مشاعروں کی شرکت سے گریز کرتا ہوں، چہ جائیکہ اس وقت جب طبیعت غیر حاضر ہو۔

غالب خستہ کے بغیر کون سے کام بند ہیں

گرامی عزیز۔ آپ نے نہایت لطافت بحث چھیڑی ہے اور اتنی خوبصورتی کیساتھ آپ نے استدلال کیا ہے کہ اس میں قطعاً کسی اضافہ کی گنجایش معلوم نہیں ہوتی۔

ایک ہی شعر میں مادیت سے گذر کر دفعتاً وجدان کی دنیا میں پہونچ جانا اچھے شعراء کے کلام میں بھی کمتر نظر آتا ہے کیونکہ اکثر اس کو بالکل تصوف بنا کر رکھدیتے ہیں

اور بہت کم ایسے ہیں جو تغزل کے حدود سے آگے نہیں بڑھتے غالب کے کلام میں اس کی مثالیں اچھی ملتی ہیں۔ اس کا ایک مشہور شعر ہے:۔

ترے خیال سے روح اہتزاز کرتی ہے
بہ جلوہ ریزیٔ باد و بہ پرفشانیٔ شمع

دوسرا مصرعہ بالکل مادیات سے تعلق رکھتا ہے، اور پہلا یکسر وجدانیات سے شاعر "جلوہ ریزی باد" اور "پرفشانی شمع" کو دیکھتا ہے، لیکن فوراً ہی حواس ظاہری کی دنیا سے گزر کر خیال و روح کے عالم میں پہونچ جاتا ہے اور اتنی خوبصورتی کے ساتھ کہ تغزل میں جان پڑ جاتی ہے۔ دوسری مثال ملاحظہ ہو:۔

ترے جواہر طرف کلہ کو کیا دیکھیں
ہم اوجِ طالعِ لعل و گہر کو دیکھتے ہیں

"لعل و گہر" دیکھ کر جو مادی چیزیں ہیں، شاعر کا خیال فوراً ان کے "اوج طالع" کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جو بالکل وجدانی چیز ہے اور غزل کی رنگینی بدستور قایم رہتی ہے۔ اسی خیال کو دوسرے زاویۂ نگاہ سے اس نے یوں ظاہر کیا ہے:۔

گوہر کو عقدِ گردنِ خوباں میں دیکھنا
کیا اوج پر ستارۂ گوہر فروش ہے

غالب کے اور چند شعر اسی رنگ کے سنیے:۔

وفاداری بشرطِ استواری اصلِ ایماں ہے: مرے بتخانہ میں تو کعبہ میں گاڑو برہمن کو

شمع بجھتی ہے تو اس میں سے دھواں اٹھتا ہے — شعلۂ عشق سیہ پوش ہوا میرے بعد

ہے رنگ لالہ و گل و نسریں جدا جدا — ہر رنگ میں بہار کا اثبات چاہیئے

اگر آپ اس التزام کے ساتھ مشہور شعراء کے کلام کا انتخاب یکجا کر دیں تو بڑی خدمت ہو۔

استغفر اللہ، کیا بچوں کی سی باتیں کرتے ہو۔ جس چیز کو تم اتنا اہم سمجھتے ہو، اب کھیل سے زیادہ نہیں۔ بسم اللہ کے گنبد میں تم نے پرورش پائی ہے، تمھیں کیا خبر کہ "عقل و ہوش" کا معیار اب کیا ہے۔ سجدے کرتے کرتے، ناک رگڑتے رگڑتے ڈیڑھ ہزار برس کا طویل زمانہ گذر گیا لیکن اب تک تم نے خدا اور بت کے فرق کو نہ سمجھا۔

برہمن گشتہ گر این قدر زنار می بستم

ایک طرف یہ بھی کہتے ہو کہ اسلام نے بت پرستی کو مٹایا اور دوسری طرف اسی میں مبتلا بھی ہو، بت خواہ وہ خدا ہی کا کیوں نہ ہو، بت ہے اور توڑے جانے کے قابل اور خدا، خواہ وہ کوئی بت ہی کیوں نہ ہو، قابل پرستش ہے۔ مگر تم اس نازک فرق کو نہیں سمجھ سکتے۔ جاؤ اٹھو وضو کر کے نماز پڑھو، تمھارا بت تم سے خفا نہ ہو جائے میں بھی جاتا ہوں، آئینہ سامنے رکھکر اپنے خدا کو پوجوں گا۔

حضرت،

آپ کیوں خواہ مخواہ، جرأت کو برا کہتے ہیں "کیا تمھارا غریب لیتا ہے"۔ سچ ہے بد اچھا بدنام برا۔ کیا میر کے کلام میں سوقیانہ اشعار نہیں ہیں، کیا مومن اس بدمذاقی سے بالکل بچا ہوا ہے، کیا غالب کا ہر شعر معیار ذوق پر پورا اترتا ہے پھر جرأت کو برا کہتے ہو تو انھیں بھی کہو

آپ کہیں گے کہ شاعر کے عام رنگ کو دیکھ کر حکم لگایا جاتا ہے، تو کیا جرأت کے کلام کا اکثر حصہ وہی ہے جسے آپ فحش و بازاری وغیرہ خدا جانے کیا کیا کہتے ہیں۔

اچھا تبائیے، یہ اشعار کس کے ہیں؟

واں سے آیا ہے جواب خط کوئی سنیو ذرا ؛ میں نہیں، دل آپ میں مجھ سے نہ سمجھا جائے گا

جب تلک کرتے رہے ذکر اس کا مجھ سے لوگ ؛ جی میں کچھ سوچا کیا میں اور دل دھڑکا کیا

ملک دل میرا اسد انسان بن رہتا ہے آہ ؛ سب نگر بستے ہیں یارب اس نگر کو کیا ہوا

خاک ہو جانا دل سوزاں کا کیا آتا ہے یاد ؛ خاک ہوتے دیکھتے ہیں جب کسی اخگر کو ہم

لوگ سب کہتے ہیں اس بیمار غم کو کیا ہوا ؛ جانتے ہم بھی نہیں ہیں یہ کہ ہم کو کیا ہوا

دل ہے جبتک عشق کا انکار کر سکتے نہیں، پر وہ جب پوچھے ہی تو اقرار کر سکتے نہیں

یارو کہو ہر بار نہ کچھ کان میں اپنے   کیا جانیں کہ ہم بیٹھے ہیں کس دھیان میں اپنے

اس چشم پہ آنکھ پڑتے ہی ہم نے کہا   جادو بر حق ہے کرنے والا کافر

پڑے ہے بزم میں جس شخص پہ نگاہ تری   وہ منھ کو پھیر کے کہتا ہی اُف پناہ تری

غضب خدا، جس کے دیوان میں سیکڑوں اشعار اس رنگ کے پائے جائیں اسے آپ "لغو گو بازاری" کے نام سے یاد کریں۔

عطوفت پناہا، محبت دستگاہا۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ ایسی ہستیاں دنیا میں نہ ہوں تو یہ "کارگہ شیشہ گری" ایک دن نہیں چل سکتا۔ آپ نے جس لطف و خلوص سے کام لے کر میرزا صاحب کی امداد کی ہے اس کا شکریہ ممکن نہیں، سچ یہ ہے کہ آپ نے گرتا ہوا گھر تھام لیا۔

کل شام کو وہ میرے پاس تشریف لائے اور تفصیل کے ساتھ پوری داستان سنائی۔ میں حیران تھا کہ وہ اس دنیا کی باتیں کر رہے ہیں یا کسی اور سرزمین کی انسانی رافت و خلوص کا قصہ کہہ رہے ہیں یا کروبیان ملاء اعلیٰ کی شرافت نفس کا۔ بے اختیار جی چاہ رہا تھا کہ آپ میرے سامنے ہوتے اور میں آپ پر قربان ہو جاتا، گویا یہ بھی

نہایت ہی ناقص و نامکمل صورت اعتراف احسان کی ہوتی۔

خیر، یہ تو سب کچھ ہوا اور جس حد تک مسیحائی کا تعلق ہے آپ نے ایک مردہ کو جلا بھی لیا، لیکن یہ تو فرمائیے کہ زندگی محض سے کیا کام چل سکتا ہے جبتک اس کے بقا کی امید نہ ہو تن بسمل میں سانس تو آنے جانے لگی ہے لیکن اگر بیمار نے پھر سنبھالا لیا تو کیا ہوگا۔

خدا کے لئے جہاں یہ کیا ہے وہیں اس کا بھی انتظام کر دیجئے کہ انکا تعلق اب اس ظالم سے باقی نہ رہے میں سچ کہتا ہوں کہ وہ یزید پھر وار کریگا اور ضرور کرے گا، پھر میں کب تک آپ کو تکلیف دینے تیار ہوں گا اور یہ غریب تا کے اس سولی کے دھڑکے کو برداشت کرتا رہے گا۔

آپ تو اس شعبہ سے ان کا تبادلہ کرا دیجئے اور خود اپنے دفتر میں لے لیجئے اگر آپ خود اپنی خدمت میں نہیں رکھ سکتے تو کسی ایسے شریف افسر کے پاس بھیجدیجئے جو میر صاحب کی طرح کثیر الاولاد بھی ہو اور اپنی اولاد سے محبت بھی کرتا ہو۔—— یہ احسان مجھ پر ہوگا۔

اسمے،

کیا پوچھتے ہو کیا کر رہا ہوں۔ نہ یاد رفتگاں کا مشغلہ ہے کہ کچھ دیر اسی سے جی بہلے نہ "عشق بتاں" کا حوصلہ کہ کچھ وقت سر ٹکرانے میں گزر جائے۔ اب تو حال کی سوگواریاں ہیں یا مستقبل کی حوصلہ فرسائیاں، جیوں تو کیونکر اور مروں تو کیوں ؟

جب تک وہم و خیال کی دنیا میں جیتا تھا "چشم وا کردن زمیں تا آسماں آغوش شش داشت" لیکن اب کہ تعینات و حقایق کے خبط میں مبتلا ہوں "سایۂ شاخ گل افعی نظر آتا ہے مجھے"

ہائے رہی عقل ہرزہ کار! خدا را مجھیں بتاؤ اس بوجھ کو سر سے اتار کر کہاں پھینک دوں، اس عذاب سے کیونکر نجات حاصل کروں میں تو زندگی کے اس منطقی اسلوب سے۔

کہ یہ نہ ہو تو کہاں جائیں اور ہو تو کیونکر ہو

سخت عاجز آگیا ہوں اور سوچ رہا ہوں کہ کسی کو مار ڈالوں اور مر جاؤں۔ خود تنہا جان دینا نہیں چاہتا کہ عقل کے کھیل میں ٹریجڈی کی تکمیل اس طرح ممکن نہیں۔

ہاں، خوب آیا! کل ایک صاحب سے ملاقات ہوئی جو ابھی حج کر کے واپس آئے ہیں۔ انھوں نے سفر کی آسانیوں اور وہاں کی دلچسپیوں کا ذکر اپنے الفاظ میں کیا کہ طبیعت بے اختیار ہو گئی۔ بولو کیا کہتے ہو؟

جاؤ بھی، تم کس زمانے کی باتیں کر رہے۔

در کار عشق نالہ و آہے ضرور نیست

یہ اس وقت کا اصول تھا جب انسان پہلے حسین پیدا ہوتا تھا اور اسکے بعد معشوق بنتا تھا لیکن اب کہ معشوقیت نے بالکل جدا ایک مستقل فن کی حیثیت اختیار کر لی

ہے۔ کاروبار محبت بالکل بدل گیا ہے اور جب تک آہ وزاری سے کام نہ لیا جائے نہ جذبۂ معشوقیت کو تسکین ہوتی ہے نہ عشق "حدود تعینات" میں آتا ہے۔

یہ تمام مظالم ڈارون کے ڈھائے ہوئے ہیں۔ ورنہ اس سے پہلے قوی کیا تھا ضیعف بھی اپنی زندگی کسی نہ کسی طرح بسر کر لیا کرتے تھے۔ لیکن اب اتقا کے لئے "تنازع" کا مفہوم ہی یہ رہ گیا ہے کہ قوی ضیعف کو تباہ کر دے اور ضیعف بے چون و چرا اپنے آپ کو تباہ ہو جانے دے۔ وہ تو کہو اشتراکیت کا دور شروع ہو گیا ہے اور ایک چیز احتجاج یا ستیاگرہ ایسی پیدا ہو گئی ہے کہ سبزۂ پامال کو بھی نہال ہونے کا موقعہ مل جاتا ہے ورنہ ہم تم تو کبھی کے ختم ہو گئے ہوتے۔

بہر حال میرے نزدیک خاموشی مناسب نہیں ہے۔ تم کو پوری کوشش کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہیئے۔ خدا پر بھروسہ کر کے ہاتھ پاؤں ڈال دینا خود خدا کو بھی پسند نہیں آتا۔ دنیا میں وجود کے ساتھ "اثبات وجود" ازبس ضروری ہے۔ زمانہ سے زیادہ فراموشکار کوئی نہیں تم نے ذرا تقاضہ میں کمی کی اور وہاں صاف انکار ہو گیا۔ اس لئے اگر زندہ رہنا ہے (اور زندہ رہنا ہی پڑے گا!) اپنے لئے نہ سہی اوروں کے لئے) تو یہ کرنا ہی پڑے گا۔ اب زمانہ "جیو اور جینے دو" کا نہیں ہے بلکہ "خود جیو اور کسی اور کو نہ جینے دو" کا ہے اس لئے جب تک لوگوں کو ستائے رہو گے، مزہ میں رہو گے۔" میں جا ہی ڈھونڈھتا تری محفل میں رہ گیا"۔ اب نہ عاشقی میں شمار ہوتا ہے نہ انسانیت میں۔ زبردستی محفل میں اپنے لئے جگہ پیدا کرو اور سب کو نکال باہر کرو۔ یہ ہے اس عہد کا فلسفۂ کامیابی۔ "بیخودی کا زمانہ گیا اب

دور "خودی" کا ہے یعنی اس منزل کا جب انسان خدا سے قریب تر ہوتا جاتا ہے۔

بندہ نواز!

بڑا مشکل سوال ہے۔ میں کیا اگر آپ خود غالب سے پوچھتے کہ اس کا بہترین شعر کون سا ہے تو وہ اس کا جواب نہ دے سکتا۔ کیفیات کے ساتھ پسندیدگی کا معیار بھی بدلتا رہتا ہے، ہو سکتا ہے کہ اسوقت مجھے اسکا یہ شعر اچھا معلوم ہو۔

وہ بھی کا پردہ ہے بیگانگی — منھ چھپانا ہم سے چھوڑا چاہیئے

لیکن دوسرے وقت میں اس شعر پر جھوم رہا ہوں۔

ہے شکستن سے بھی دل نومید، یارب کب تلک
آبگینہ کوہ پر عرضِ گرانجانی کرے

لیکن اگر آپ یہ پوچھیں کہ اس کا بدترین شعر کون ہے تو بیشک میں بتا سکتا ہوں اور وہ یہ ہے۔

مسجد کے زیر سایہ خرابات چاہیئے — بھوں پاس آنکھ قبلۂ حاجات چاہیئے

حُسن میں جتنا تنوع ہے اقبح میں نہیں ہے محبت کی صورتیں مختلف ہوتی ہیں لیکن "نفرت" ایک ہی ہے خوبصورتی میں نگاہ کے مختلف زاویوں کی گنجائش ہے لیکن بدصورتی میں صرف ایک کی۔ اس لئے بدترین کی تعین اتنی دشوار نہیں جتنی "بہترین" کی۔ آپ نے اگر کوئی ایسا شعر انتخاب کیا ہو تو میں بھی سننا چاہتا ہوں

محترمی۔

صحیفہ گرامی ابھی پہونچا۔ میرے لئے اس سے زیادہ مسرت اور کیا ہوسکتی ہے کہ آپ کوئی حکم دیں اور میں اس کی تعمیل کروں، لیکن اس زندگی میں اس سے پہلے بارہا ایسی مسرت خیز گھڑیاں نصیب ہوئیں اور میں کبھی ان سے فائدہ اٹھا سکا معلوم ہوتا ہے اس وقت بھی میری بدنصیبی مجھے اس لطف سے محروم رکھے گی۔

یقیناً کام نہ زیادہ محنت کا ہے نہ زیادہ الجھن کا۔ لیکن بہرحال وہ وقت چاہتا ہے اور یہ ترکیب آج تک میری سمجھ میں نہیں آئی کہ سورج کو ٹھیک وقت پر غروب ہونے سے ترک دوں۔ گھنٹے کے ساٹھ منٹ کمبخت ساٹھ ہی منٹ میں ختم ہوجائینگے اکسٹھواں منٹ شروع ہوا اور دوسرا گھنٹہ لگا۔

آپ کو معلوم نہیں اس وقت تک میں کتنا کام کرچکا ہوں، بُرے بھلے کا ذکر نہیں۔ اگر کوئی شخص ۲۰ سال کی عمر میں صرف اس کی نقل کرنے بیٹھ جائے تو جس وقت وہ ختم کرے گا تو "فروریزو پروبال" کی منزل کبھی گذر چکی ہوگی پھر یہ سن کر آپ کو غالباً اور زیادہ حیرت ہوگی کہ اس قدر جھک مارنے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ مطالعہ کی عمر حقیقتاً اب آئی ہے جی یہ چاہتا ہے کہ آبادی سے دور لب آب رتیلی زمین پر ایک جھونپڑا پڑا ہو اور وہاں سوائے کتابوں کے کچھ نہ ہو حتیٰ کہ پنسل و کاغذ بھی نہیں

بہرحال اب افتاد مزاج کی صورت یہ ہے اور اگر اب بھی آپ کا اصرار یہی ہے کہ میں ضرور لکھوں تو انکار تو کروں گا نہیں، لیکن وقت پر کام ہو جائے، اس کی ذمہ داری کسی طرح نہیں لے سکتا۔

اگر آپ مشورہ مانیں تو عرض کروں کہ کیوں نہ آپ یوسف صاحب کو اپنے پاس چند دن کے لئے بلالیں۔ آدمی محنتی ہیں، ذہین ہیں، خوش ذوق ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہر وقت آپ کے پاس رہیں گے اور جس طرح آپ فرمائیں گے مرتب کرتے رہیں گے۔ ممکن ہے میں لکھوں اور آپ کو پسند نہ آئے، یا اگر پسند بھی آئے تو وقت گزرنے کے بعد۔ اگر زحمت نہ ہو تو مطلع فرمائیے کہ آپ نے کیا فیصلہ کیا۔

جناب محترم

تسلیم، آپ نے شاعری کی جو تقسیم انداز بیان کے لحاظ سے کی ہے، اس سے مجھے بالکل اتفاق ہے لیکن مبالغہ کے علاوہ ایک قسم اور بھی ہے جس کو نکتہ وری کہتے ہیں۔ میں ذرا وضاحت کر دوں۔

ایک شاعری تو یہ ہے کہ معاملات اور واقعات کے لئے سہل و سادہ الفاظ اور سلیس انداز بیان سے کام لیا جائے جو فارسی میں متداول ہے اور اردو میں میر درد کا رنگ ہے۔ مثلاً:

یاں سے واں، واں سے یہاں، حکم ہوا وصل کی شب
تمام رات ہی کھپتے رہے بستر اپنا

در داد حسن تا کہ عنانم ز دست رفت دستم نمی رسد کہ بگیرم عنان دوست

جو کوئی آئے ہے نزدیک ہی بیٹھے ہے ترے ہم کہاں تک ترے پہلو سے سرکتے جائیں

ترا چہ غم کہ مراد رغمت نگیرد خواب تو بادشاہ کجا یاد پاسباں آری

شاید اسی کا نام محبت ہے شیفتہ اک آگ سی ہے سینہ کے اندر لگی ہوئی

یہ تو ہوئی وہ حقیقی شاعری (شاعری سے میری مراد یہاں صرف تغزل ہے) جسے ہم صرف محبت کی زبان کہہ سکتے ہیں اب اس کے بعد انداز بیان میں جس قدر زیادہ پیچیدگی و نزاکت پیدا ہوتی جائے گی کیفیات عشق اتنی ہی ضعیف ہوتی جائیں گی لیکن آرٹ ان کی جگہ لے لیگا اور یہیں پہونچ کر ایک شاعر کے حقیقی جوہر کھلتے ہیں کہ وہ کس حد تک آرٹ کو تغزل میں تحلیل کر سکتا ہے اور جذبات کے فقدان کی تلافی وہ آرٹ کے ذریعہ سے کس حد تک کر سکا ہے۔ غالب کی غزلوں میں یہ تمام مدارج اکثر نظر آتے ہیں۔ مثلاً اس کی وہ غزل لے لیجئے۔ آ جائے ہے۔ پا جائے ہے۔ اس میں صحیح تغزلانہ جذبات کا شعر ملاحظہ ہو:-

شوق کو یہ لت کہ ہر دم نالہ کھینچے جائیے دل کی وہ حالت کہ دم لینے سے گھبرا جائے ہے

اس کے بعد یہ جذبات کم ہوتے ہیں اور آرٹ شامل ہوتا ہے لیکن تغزل ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ مثلاً:-

گرچہ ہے طرز تغافل پردہ دار راز عشق پر ہم ایسے کھوئے جاتے ہیں کہ وہ پا جائے ہے

غالب ایک قدم اور آگے بڑھتا ہے لیکن ناگوار صورت پیدا نہیں ہوتی۔

ہاتھ دھو دل سے یہی گرمی گر اندیشہ میں ہے　　آبگینہ تندیٔ صہبا سے پگھلا جائے ہے

یہ آرٹ کے استعمال کی آخری حد ہے لیکن غالب اس سے اور آگے بڑھ جاتا ہے اور اب جو کچھ کہتا ہے وہ یکسر تغزل سے باہر ہوتا ہے اور صرف آرٹ ہی آرٹ رہ جاتا ہے ملاحظہ ہو۔

نقش کو اسکے مصور پر بھی کیا کیا ناز ہیں　　کھینچتا ہے جسقدر اتنا ہی کھنچتا جائے ہے
سایہ میرا مجھ سے مثل دود بھاگے ہے اسد　　پاس مجھ آتش بجاں کے کس سے ٹھہرا جائے ہے

یہ وہ اشعار ہیں کہ اگر وزن و قافیہ علیحدہ کر کے ان کا ترنم دور کر دیا جائے تو دل و دماغ کے علاوہ سامعہ کو بھی ناگوار ہوں یہ مبالغہ ہوا نکتہ وری نہ ہوئی۔

مبالغہ میں اگر حسن پیدا ہو سکتا ہے تو صرف اسی انداز سے۔ فارسی میں اسکی مثالیں تو مل جائیں گی لیکن اردو میں بہت کم۔ بیدل کی شاعری میں اس رنگ کے اشعار اکثر نظر آتے ہیں اور یہ اس کا معجزہ ہے کہ تغزل سے کسی جگہ نہیں ہٹتا۔ کہتا ہے:

باغے کہ بہارستش ہمہ سنگ ست دل او
دشتے کہ غبارستش ہمہ آب ست دل ما

اس سے زیادہ آرٹ اور کیا ہو سکتا ہے کہ اضداد کو یکجا کر دیا جائے لیکن بیدل کا کمال ہے کہ "پتھر پانی اور خاک" سب کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر اس نے اس طرح پیش کر دیا کہ تنافر محسوس کرنے کے بجائے آپ کو ایک خاص کیفیت محسوس کرتے ہیں۔ ایک شعر اور سنئے۔

کف خونے کہ دارم تا چکیدن خاک می گردد　　چساں گیرم برایں بے مائگی دامان قاتل را

مصرعہ اول میں جو دعوے کیا گیا ہے وہ صحیح نہیں لیکن دوسرے مصرعہ میں اسقدر غضب کی کشش تغزل ہے کہ ذہن کو یہ سوچنے کا موقع ہی نہیں ملتا کہ وہ خون سے خاک ہو جانے پر غور کرے۔

دوسرا شعر ملاحظہ ہو۔

زنیرنگ فسوں پردازی الفت چہ می پرسی
تو در آغوشی دمن کشتۂ از دور دیدنہا

یہاں بھی وہی جمع اضداد ہے یعنی قرب و بعد کو یکجا کر دیا گیا ہے لیکن آپ اسے مبالغہ قطعاً نہیں کہہ سکتے پھر یہ کیا ہے؟ وہی نکتہ وری

بیدل کے بعض اشعار اس معیار سے گرے ہوئے بھی نظر آتے ہیں اور باوجود مبالغہ نہ ہونے کے بھی ان میں کوئی نکتہ آفرینی نہیں پائی جاتی یعنی ادعائے شاعر تو ہے لیکن ثبوت اچھا بہم نہیں پہونچ سکا، مثلاً:۔

دل گم گشتہ سراغے ست زکیفیت شوق
نشہ بالد اگر از دست رود شیشہ ما

ایک شعر ایسا ہی اور سنئے۔

عیش داند دل سرگشتہ پریشانی را
ناخدا باد بود کشتی طوفانی را

اس میں بھی کوئی بات نہیں۔ الغرض مبالغہ اور نکتہ وری میں فرق کرنا ضرور ہے اگر آپ اس بیان کو بھی شامل کرلیں تو آپ کا مقالہ ہر لحاظ سے مکمل ہو جاتا ہے

سمع خراشی معاف!

حضرت سلامت،

آپ ویرانی و بے سروسامانی کا حال کیا پوچھتے ہیں۔ غالب گھر بھی رکھتا تھا اور دربان بھی چنانچہ جب گھر کی گھاس زیادہ بڑھ جاتی تھی تو وہ دربان کو حکم دیتا تھا کہ گھاس کھود کر گھر صاف کر دے۔ یہاں معاملہ ہے خالص "کا دکا و سخت جانیہائے تنہائی" کا جس میں اگر کوئی شرکت و ہمدردی کرے بھی تو اپنے کو گوارا نہیں۔

آپ کی دلدہی سے میرا جی کچھ خوش تھوڑا ہی ہوا ہے، اس لئے معاف کرتا ہوں دنیا میں آپ کے لئے بھی اب کوئی لطف باقی نہیں رہا جو بوڑھیوں کی طرح دعائیں دیئے لگے میں تباہ ہوں تو ہوا کروں، لیکن آپ کی گرمیٔ محفل کا حال سن کر تو خوش ہوتا ہوں پھر وہ بات آپ مجھ سے کیوں پوچھتے ہیں جس کے جواب میں سوائے اس کے میں اور کچھ نہیں کہہ سکتا کہ "آپ بے مطلب"؟

قبلۂ روحانیاں، سجدہ نیاز قبول ہو، دپرسی کا شکریہ۔ میں اس دوران میں بہت فکرمند رہا اپنے لئے نہیں، بلکہ ان کے لئے "ساری دنیا کے ہیں جو میرے سوا" خیر یہ تو نہیں کہتا کہ میں نے ان کے لئے دنیا چھوڑ دی ہے اور دنیا چھوڑنا چاہوں بھی تو کہاں جاؤں۔

لیکن یہ تو آپ کو بھی معلوم ہے کہ ان سے ہٹ کر اپنی کوئی دنیا علیحدہ قائم نہیں

کر سکا اور اس سے زیادہ عذاب ایک انسان کے لئے اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ جینا
تو جانتا ہے لیکن اپنے لئے نہیں۔ آپ کہیں گے یہ تو انسانیت کا نہایت بلند معیار
ہے، ہو سکتا ہے اگر مجھے اس سے معاف ہی رکھا جاتا تو بہتر تھا۔

آپ کو معلوم ہے کہ میں دشمن سے اس قدر نہیں گھبراتا، جتنا دوست سے۔
کیونکہ وہ دوست ہونے کے بعد بھی میرا اعتبار حاصل نہیں کر سکتا اور یہ دشمن ہو کر
بھی میرا اعتماد نہیں کھوتا۔ پھر چونکہ میں اپنی اس کمزوری سے اچھی طرح واقف
ہوں اس لئے جہاں تک ممکن ہوتا ہے اسے چھپاتا ہوں، لیکن کب تک؟ آخر کار
یہ راز کھل جاتا ہے اور میں تباہ ہو جاتا ہوں۔

بالکل یہی صورت اس وقت بھی پیش آئی۔ آپ اگر نہ پوچھتے تو شاید میں
کہتا بھی نہیں، لیکن چونکہ آپ کو اپنا ہمدرد سمجھتا ہوں اس لئے یہ سب کچھ لکھنا پڑا،
سو وہ بھی بطریق شکایت نہیں، بلکہ بہ انداز عرض حال۔ جانتا ہوں کہ با ایں ہمہ
غفلت و بیوفائی جس وقت وہ سامنے آجائیں گے مجھے سر جھکا دینا ہی پڑے گا۔
"شیوۂ تسلیم" لاکھ مشکل سہی، لیکن اس سے جی چرانا اور زیادہ مشکل ہے بہرحال
میں اس وقت جس منزل سے گزر رہا ہوں وہ صبر آزما ضرور ہے، لیکن ہمت شکن
نہیں۔ اور اب کہ آپ کی تحریر نے اور زیادہ ڈھارس بندھا دی ہے، مایوس
ہونا کفران نعمت ہے۔ جیوں گا اور آپ کی محبتوں کا دم بھروں گا۔

اس میں شک نہیں کہ ہو بڑے ظالم۔ یعنی ظلم کرتے ہو یہ جان کر کہ ظلم ہے اور

اسے کتنے بھی ہو یہ سمجھ کر یہ دوسرا ظلم ہوگا۔

میں پوچھتا ہوں کہ تم نے مجھ سے اسکا ذکر ہی کیوں کیا اور پھر اس مبالغہ کیساتھ گویا قیامت اب پھر کبھی نہ آئے گی۔ ہوش کی باتیں کرو، یہ تم نے کیا خیال کیا۔ میں اور تمہارے کہنے کا یقین کر کے اپنی زندگی تلخ کر لوں، اتنا بیوقوف تو نہیں ہوں۔

مجھے دوسرے ذرایع سے حقیقت کا علم ہو چکا ہے اور خوب جانتا ہوں کہ اس کو تمہارا "بہار زندگی" کہنا صرف اسلئے ہے کہ تمہیں خود اپنے "خزاں رسیدہ" ہونیکا یقین ہو گیا ہے میں اس "گوشۂ ابرو جواب گوشۂ ابرو ہے" کے نشتروں سے اچھی طرح واقف ہوں۔ تم جس دنیا کا ذکر کر رہے ہو وہ تمثیل و نقل کی دنیا ہے، میں نے تو یہ تماشے روز الست میں دیکھے اور جان سلامت لے آیا۔

کل ہی شام کو تمہارے رفیق کار تشریف لائے تھے۔ ماشاءاللہ کیا صورت و سیرت پائی ہے۔ میں نے کم آدمی ایسے دیکھے ہیں جن کا چہرہ ان کے دل کی ایسی کھلی ہوئی تفسیر ہو۔ تمہارا ذکر بھی خاص مربیانہ لب و لہجہ میں فرمایا، اور میں خوش ہوا کہ تمہیں خیر ایک بزرگ تو ہمسفر مل گئے۔ اب یہ کون دیکھتا ہے کہ منہ کدھر ہے اور پیٹھ کدھر!

مکرمی۔ آپ نے نہایت ضروری بحث کی طرف توجہ دلائی، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ایسی صورتوں میں کہنے سننے کا حق سب سے پہلے محرک کو حاصل ہونا چاہیئے۔ میں نہایت شوق سے آپ کے خیالات نگار میں شایع کروں گا اور اگر آپ سے کہیں اختلاف ہوا تو اسے بھی ظاہر کر دوں گا۔ میرے پاس فی الحال اتنا وقت نہیں کہ میں

اس دلچسپ تفریح میں حصہ لے سکوں۔ جہاں تک سننے کا تعلق ہے میں حاضر ہوں، لیکن کہنے پر مجبور نہ کیجئے، ایسی باتیں میں سنتا اچھا ہوں، آپ کو معلوم ہی ہے۔

ہاں، لکھنؤ میں ریڈیو اسٹیشن جاری ہو گیا ہے اور وہ گلیاں جو عبارت ہیں شام اودھ سے وہاں پھر کچھ آثار حیات نظر آنے لگے ہیں۔ آپ تو جانتے ہی ہیں کہ لکھنؤ ایک لٹا ہوا شہر ہے، لیکن چونکہ غارتگری کو زیادہ زمانہ نہیں گزرا اس لئے اس دورِ خزاں میں کہیں کہیں دو چار خشک پنکھڑیاں عہد بہار کی نگاہوں سے گزر جاتی ہیں اب اس کو ادب کہیئے یا شرقیت بہرحال ایک چیز یہاں ایسی ضرور رہی جو ہندوستان کے دوسرے متمدن شہروں میں نہیں پائی جاتی۔ اگر ریڈیو اسٹیشن نے "حسنِ مراعات" سے کام لیکر اس کو باقی رکھنا چاہا تو وہ بہت کچھ کر سکتا ہے۔

فی الحال میرا ارادہ کہیں باہر جانے کا نہیں ہے۔ لیکن آفاد و سانحہ کی کسے خبر ہے

صدیق محترم۔ اردو لٹریچر میں ہیومر (Humour) کہاں؟ اور ہو بھی کیسے سکتا ہے۔ جس دور سے ہندوستان اور خصوصیت کے ساتھ مسلمان گذر رہا ہے وہ مرثیہ کا طلبگار ہے، نہ کہ ہو حق کا۔ اس وقت اردو کے جتنے مزاحیہ نگار ہیں ان سب میں اس چیز کا فقدان ہے جسے فطری آمد کہتے ہیں۔ جو مضمون اٹھا کر دیکھئے معلوم ہوتا ہے کہ ہنسنے ہنسانے کے لئے خاص اہتمام کیا جا رہا ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بسا اوقات غصہ آجاتا ہے۔ لٹریچر میں مزاح اس وقت پیدا ہوتا ہے جب اقتصادی دَور انتہائی عروج پر پہونچ جائے اور یہ سب عروج و تمدن کی باتیں ہیں آزادی کی

برکتیں ہیں، اقتصادی بے فکری کے طفیل ہیں۔ سو بتائیے ان میں کون سی چیز ہمیں حاصل ہے۔۔۔۔ خالی پیٹ ہنسنا کھسیانا پن کہلاتا ہے اس لئے بجائے مزاح کے "زہر خندہ" کے نام سے طنز کی طرف کی جائے تو زیادہ موزوں ہے لیکن اس "طعنۂ نایافت" کا نباہنا اور زیادہ مشکل ہے

سوائے ایک دو کے ہمارے یہاں جتنے مزاحیہ نگار ہیں ان سب کی حیثیت ان نقالوں کی سی ہے کہ اگر کسی محفل میں ان کی شکم پری نہ ہوئی تو اہل محفل ہی کو گالیاں سنانا شروع کر دیتے ہیں۔ پھر ان کو یہ سمجھانا آسان نہیں کہ دریدہ دہنی اور مزاح میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

علاوہ اس کے یہ رنگ وہی شخص کامیابی کے ساتھ نباہ سکتا ہے، جسکا مطالعہ بہت وسیع اور ذوق ہمہ گیر ہو۔ پھر غور کیجئے کہ اس سلسلہ میں آپ کس کس کا نام لے سکتے ہیں۔ ایک صاحب جن کے آپ بھی معترف ہیں اور میں بھی، محض اس وجہ سے کوئی ترقی نہ کر سکے کہ انھیں مطالعہ سے نفرت ہے۔ عنفوان شباب میں اکثر حصہ وقت کا طرحداریوں کی رعایت میں صرف ہوا اور اب اس کی سوگواری سے فرصت نہیں۔ فطرت نے تو ضرور فیاضی سے کام لیا تھا، لیکن خود انھوں نے اسکی کوئی قدر نہ کی۔ اور قدر کیا نہیں کی میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ زمانہ ہی نے اس کا موقع نہیں دیا۔

بہرحال آپ اس موضوع پر کچھ لکھنا چاہتے ہیں تو لکھئے لیکن زمین بنجر ہے کاوش سے کوئی نتیجہ نکلتا نظر نہیں آتا۔

میں بعض مضامین کے سلسلے میں نام بنام اپنی رائے ظاہر کر چکا ہوں، نگاہ سے

گزر رہی ہو گی۔ میں اس بنیاد پر قائم ہوں اور اس میں کوئی تغیر و تبدل کی گنجائش نہیں پاتا۔ اگر آپ واقعی تنقید کی سطح اس طرف متوجہ ہونا چاہتے ہیں تو میری رائے میں سب سے پہلے لکھنؤ کے اس دور کو لیجئے جس نے سرشار اور سجاد حسین پیدا کئے۔ کافی مسالا ہاتھ آ جائیگا اور پھر اس کی ارتقائی یا انحطاطی منزل پر بحث کیجئے۔

اس دور میں پنجاب میں ایک شخص پطرس پیدا ہوا تھا جس میں بڑی صلاحیت پائی جاتی تھی لیکن افسوس کہ اب وہ پطرس نہیں رہا بخاری ہو گیا ہے۔ عبدالعزیز فلک پیما اب بھی زندہ ہے اور میرے نزدیک وہ ہندوستان کا بہترین ظرافت نگار ہے یو پی نے صرف ایک شخص محفوظ علی پیدا کیا، لیکن وہ بھی دولتِ مستعجل ثابت ہوا، رشید احمد البتہ گھسٹتے چلے جا رہے ہیں۔ ان کے علاوہ یہاں اور کوئی قابل ذکر نہیں۔ سب تیسرے اور چوتھے درجہ کے لکھنے والے ہیں۔ کوئی دوسرے درجہ کا بھی نہیں۔

اس وقت طبیعت حاضر نہیں، ورنہ شاید کچھ اور کہہ سکتا۔

حضرت سلامت۔ آپ نے بھی کس طبقہ کا ذکر کیا۔ آپ اتنا وقت کسی اور گناہ میں صرف کرتے تو بہتر تھا۔ یہ "محراب دعا" "حلقۂ دام" تیار کرنے والے، یہ باوجود "کوتۂ آستینی" کے انتہائی "دراز دستی" سے بھی نہ چوکنے والے اور یہ سب کچھ آگے کرنے والے جو دامن دل کے لئے ممنوع ہے ہماری قوم کے افراد ہیں جنھیں پاؤں کا تسمہ کہنا چاہیئے کہ جب تک آپ انھیں چھوڑ نہ دیں راستہ چلنا ممکن نہیں۔ انھوں نے

سلطنتوں کو کھالیا، قوموں کو ہضم کرلیا، مذہب کیا چیز ہے۔ یہ ملک و ملت کیلئے بیماری ہے اور بیماری بھی دق کی، استسقا کی جس سے چھٹکارا ممکن نہیں اس لئے اگر اتنے طویل و تلخ تجربہ کے بعد اس سے کوئی توقع فلاح کی رکھے، تو اس کے "اہل جنت" ہونے میں کوئی شک نہیں۔ قدرت نے اول اول جب تخلیق کائنات کا ارادہ کیا تو سوائے "حسن محض" یا خیر محض" کی آفرینش کے اور کوئی خیال سامنے نہ تھا۔ چنانچہ ایک زمانہ تک اس نے اپنا سارا وقت "تخلیق جمال" میں صرف کیا۔ سوء اتفاق سے دفعتاً یہ فلسفیانہ بات ذہن میں آئی کہ "حسن" تو بالکل امتیازی چیز ہے اور اس کا کوئی مفہوم اس وقت تک متعین ہو ہی نہیں سکتا جب تک اس کی ضد موجود نہ ہو۔ یہ خیال آتے ہی دفعتاً ردعمل ہوا اور اتنا شدید کہ بیک وقت ایک ہی چیز سے تمام "مناظر جمال" کے ابھارنے کا کام لے لیا گیا۔ آپ کو معلوم ہے کہ یہ "ایک چیز" کیا تھی وہی! پھر اس لحاظ سے تو اسکا وجود ضروری ہے کہ یہ نہ ہو تو "تعینات جمال" کا کوئی مفہوم باقی نہیں رہتا۔ مشکل یہی ہے کہ دنیا اس حقیقت سے آگاہ نہیں اور وہ کانٹوں ہی کو حاصل چمن سمجھنے لگی ہے۔ پھر اگر اس خارزار کے دفع کرنے کے لئے ایک بار باغ اجاڑ دینا ہی ضروری قرار پائے تو ہمیں اس میں بھی تکلف نہ کرنا چاہیئے۔ جب عضو ماؤف کاٹا جاتا ہے تو اسی کے ساتھ جسم صحیح کا بھی ایک حصہ شامل کرلیا جاتا ہے اور اسے سب خوشی سے برداشت کرتے ہیں۔ کیا آپ کو اس سے انکار ہے ؟ آپ خدا کے لئے سب کچھ کہئے، لیکن اس گروہ کی باتیں مجھ سے کبھی نہ کہئے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ آفتاب مغرب سے نکل سکتا ہے تو مان لوں گا، لیکن یہ کبھی نہیں مان سکتا کہ اس طبقہ میں کوئی فرد صالح کبھی پیدا ہوسکتا ہے

آپ نے بیدل کا مصرعہ سنا ہوگا۔

چشم وا کردن زمیں تا آسماں آغوش داشت

اس کا صحیح مفہوم کل رات سمجھ میں آیا جب ایک شخص کی زبانی آپ کی آمد کا حال سن کر عجیب قسم کا پُر لطف صدمہ دل کو پہونچا۔ لطف تو اس احساس سے متعلق تھا کہ آخر کار آپ یہاں آ ہی گئے اور صدمہ یوں کہ آپ نے مجھے اس قابل بھی نہ سمجھا کہ آنے کی خبر ہی کر دیتے۔ میزبانی کی تمنا تو خیر میں کیا کر سکتا تھا اور کرتا بھی تو کس توقع پہ۔ معاف کیجئے، بیدل کا وہ مصرعہ مجھے آخر میں لکھنا چاہیئے تھا لیکن گھبرا کر پہلے ہی لکھ گیا۔ اگر آپ اس میں کوئی مخصوص اشارۂ التجا نہیں پاتے تو میری قسمت، لیکن اس کے معنے یہ نہیں ہیں کہ میری گزارش والتجا میں کوئی کمی پیدا ہو جائے۔ سوال اگر مہربانی یا نامہربانی کا ہوتا تو غالب کی زبان میں کہہ سکتا تھا کہ "میں گیا وقت نہیں ہوں" لیکن یہاں تو معاملہ "وسے بزندش" کا ہے۔ کیسی اطلاع اور کہاں کی اجازت کل صبح آؤں گا اور خواہ مخواہ آؤں گا۔ اس سے مقصود آپ کو اطلاع دینا نہیں بلکہ اپنے عزم میں پختگی پیدا کرنا ہے۔

خط پہونچا، تم نے کیوں وہ باتیں چھیڑ دیں جن کے بھلانے کے لئے سو بار دل خون ہو چکا ہے۔ ماضی کی داستان میں لاکھ لذتیں ہوں، لیکن ان کی یہ تلخی کہ وہ اپنی ناپائداری سے ہمارے حال و مستقبل دونوں کو بیکار بنا جاتی ہیں ناقابل برداشت ہے۔

ایک شاعر لکھتا ہے :-

لیلیٰ و مجنوں بہم می بودہ اند،
پیش ازیں خوش روزگارے بودہ است

تم نے دیکھا اس "خوش روزگارے" میں زندگی کا کتنا دردناک مرثیہ پوشیدہ ہے۔ مقصود ماضی کی یاد نہیں، بلکہ حال کا ماتم اور مستقبل کی سوگواری کا اظہار ہے۔
میں نے ایک عمر جذبات کی دنیا میں صرف کی اور آخر کار نتیجہ میں یہی کہنا پڑا کہ

"اے خوں شدہ دل تو تو کسی کام نہ آیا"

پھر کیا انسان کے لئے اس سے زیادہ سخت امتحان کوئی اور ہو سکتا ہے کہ پیدا تو کیا اسے "خیال پرست" اور مطالبہ ہے عملی زندگی کا ——— بیرحم و ظالم عمل!

خدا جانے زندگی کی کتنی راتیں اس سوچ میں بسر ہو گئی ہیں کہ "ہنوز نا ہیں، تو کیا ہوتا" بعض اوقات کہتا ہوں "کچھ نہ ہوتا" اور کبھی یہ سمجھتا ہوں کہ "یہی سب کچھ ہوتا" پھر نہ اس میں اپنی عظمت کا احساس ہے، نہ اس میں اپنی بیچارگی کا، بلکہ ایک اضطراری عدم توازن ہے ذہن انسانی کا اور لطف یہ کہ فطرت نے اسی پر اپنی کارگاہ کا توازن قایم کیا ہے۔

بیدل کہتا ہے :-

دریائے خیالیم و نمے نیست درانجا
جز وہم وجود و عدمے نیست درانجا

میں کہتا ہوں، یہ کہنا بھی ایسا ہی ہے۔

سچ پوچھو تو اب میں صرف اس امید پر جی رہا ہوں کہ جینے پر اختیار ہو یا نہ ہو، مرنے پر تو ہے، اور اسی سے کچھ تسکین ہوتی ہے،

ہم نے چاہا تھا کہ مر جائیں سو وہ بھی نہ ہوا

اس کا میں قائل نہیں۔

بندہ نواز، گرامی نامہ ملا۔ پرسشِ حال کا شکریہ۔ اچھا ہوں، اس لئے کہ ہر بدتر اور بدترین سے بہرحال بُرا اچھا ہے۔ کہتے ہیں کہ انسان میں ایک چھٹی حس اور بھی ہے جسے "حسِ توازن" کہتے ہیں، میں اس میں "حسِ تقابل" کا بھی اضافہ کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ یہ نہ ہو تو زندگی دشوار ہو جائے۔ ایک برہنہ پا اسی لئے جی رہا ہے کہ دنیا میں بہت سے "آبلہ پا" بھی موجود ہیں، خیر، یہ تو وہ باتیں تھیں جنھیں خواہ مخواہ میں نے آپ کی رسمی مزاج پرسی کے جواب میں لکھ مارا۔ اب اصل مدعا کی طرف متوجہ ہوتا ہوں

آپ سے کیا کہوں، لیکن کہنا پڑتا ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ مشکل کام کسی کی ذمہ داری اپنے سر لینا ہے، اور خاص کر میرے لئے کہ میں خود اپنے افعال کا بھی جوابدہ بننا پسند نہیں کرتا۔ آپ نے ان پر جو لطف فرمایا ہے، وہ قطع نظر اس سے کہ میں اس کی داد دوں یا نہ دوں، آپ اپنی داد دیجئے لیکن اگر اس کی لطافت میں آپ کوئی نقص پیدا کرنا چاہتے ہیں تو آپ کی خوشی۔ منطق و اقتصاد، فلسفہ و اخلاق، مذہب و سیاست سبھی کچھ موجود ہے، اس پر ہر زاویہ نگاہ سے تبصرہ فرمائیے اور دیکھئے کہ آپ نے جو کچھ کیا وہ مناسب تھا یا نہیں۔ نیکی کرنے کے بعد اتنی فرصت کہ انسان اس کی

توجیہ و تعلیل بھی کر سکے! اب کیا کہوں کہ کیا ہے۔ بہرحال مجھ سے تو آپ کچھ پوچھئے نہیں جو آپ مناسب سمجھتے ہوں کیجئے۔ میں شکر ادا کرنے میں بھی بخیل ہوں، اور شکایت کرنے میں بھی۔ وہ تو خیر رسماً یا اخلاقاً کبھی کبھی ہو بھی جاتا ہے، لیکن اس کیلئے زبان نہیں ملتی۔ اس کا سبب غیرت و خودداری نہیں ہے بلکہ صرف نااہلی کا احساس وہی "ہم کیا ہیں جو کوئی کام ہم سے ہوگا" والا احساس۔ یہ میں نے اس لئے ظاہر کر دیا کہ مبادا کبھی آپ اس کی توجیہ پر اتر آئیں اور خواہ مخواہ مجھ پر رعونت وغیرہ کا الزام قایم کر بیٹھیں —— گرمی کو آپ کیا پوچھتے ہیں

"لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بجھے"

مکرمی۔ دنیا گزشتنی و گزاشتنی ہے۔ اس کا مطلب میں نے یہ سمجھا ہے کہ اگر یہاں کوئی کسی کو بھلا دے تو افسوس نہ کرنا چاہیئے۔ لیکن باوجود اس علم کے بعض ہستیاں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کی فراموشکاری پر افسوس بھی ہوتا ہے اور شکایت کرنے کو بھی جی چاہتا ہے۔ آپ کو شاید معلوم نہیں کہ میں نے آپ کو ہمیشہ اسی نگاہ سے دیکھا ہے اور اسی لئے حیران ہوں کہ آپ کی یاد آوری پر شکایت کروں یا شکر!

مرسلہ مقالہ اچھا ہے لیکن یہ تو بتایئے انگریزی کے کس مضمون سے لیا گیا ہے مترجم صاحب نے اس کی وضاحت نہیں کی۔ اگست کے نگار میں شایع ہوگا۔

اللہ اللہ، یہ اہتمام اور "ایک جانِ ناتواں" کے لئے! بھلی غضب کرتے ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ افلاطون سے لیکر اس وقت تک تو تمھارا جواب پیدا ہوا نہیں آیندہ ہو تو ہو۔

تمھیں معلوم ہے کاروبار محبت میں سب سے زیادہ نازک موقع کون سا ہوتا ہے وہ جب انسان ترک محبت کی راہیں ڈھونڈنے لگتا ہے۔ تو کیا وہ واقعی ایسا کرنا چاہتا ہے؟ نہیں، بلکہ یہ عزم و ثبات ہے اس قسم کا جو خودکشی کے ارادہ سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ خودکشی سے جان تو چلی جاتی ہے، لیکن "ہستی" اور اُبھر آتی ہے۔ پھر مجھے سمجھاؤ کہ تمھارا مقصود کیا ہے۔ مصائب روحانی سے چھوٹ جانا؟ تم تو مذہبی انسان ہو اور ایسے سخت قسم کے کہ نہ صرف روح کی بقا کے قایل ہو، بلکہ یہ بھی کہ ٹوپی شیروانی سمیت وہ اپنی تصویر بھی کھنچوالیتی ہے۔ پھر تمھیں کیونکر یقین آیا کہ اس زندگی کے بعد تمھاری روح کو چین مل جایگا جبکہ اس کے تمام احساسات اور زیادہ قوی ہو جائیں گے۔ اچھا یہ نہ سہی تو کیا تمھارا مدعا "لیلیٰ و مجنوں کی حکایت تازہ کرنا ہے"؟ میں جانتا ہوں اس کے جواب میں تم ہاں نہ کہو گے، کیونکہ سمجھتے ہو یہ ہنسی میں اُڑا دینے کی بات ہے۔ پھر کیا رعب گانٹھنا چاہتے ہو؟ دیکھو اس کے جواب میں حسب معمول میر کا یہ شعر نہ سنانا۔

کب نیازِ عشق نازِ حسن سے کھینچے ہے ہاتھ
آخر آخر میرؔ سر بر آستاں مارا گیا

جس سے تمھاری عاشقانہ مکاریوں کی پردہ پوشی ہو جائے۔ میں تمھاری فطرت تمھارے ذوق اور تمھاری حسن پرستیوں سے اچھی طرح واقف ہوں۔ کیوں بیوقوف

بناتے ہو۔ دنیا اب ہوشیار ہوگئی ہے' اتنی ہوشیار کہ معشوقانہ اداؤں نے بھی بالکل سائنٹیفک صورت اختیار کر لی ہے۔ عشق و عاشقی کے اب وہ پرانے طور کام نہیں دیتے' پہلے عاشق محبت میں اپنی جان دیدیتا تھا' اب دوسروں کو ذبح کر ڈالتا ہے' پہلے جنگلوں میں خاک چھانتا تھا' اب پارکوں میں ٹہلتا ہے۔ پہلے جیب و گریبان چاک کر ڈالتا تھا' اب کالر و ٹائی کی درستی میں مصروف رہتا ہے' پہلے "خون دل" پیتا تھا اور "لخت جگر" کھاتا تھا' اب شراب پیتا ہے اور کباب کھاتا ہے۔ پھر تمھیں بتاؤ کہ اس زمانہ میں کیونکر کسی کو یقین آئیگا کہ بنارس میں ایک فرہاد پیدا ہوا ہے' جسے اگر شیریں نہ ملی تو سر پر تیشہ مار کر مر جائیگا!

ہاں' ان سے میں مل چکا ہوں۔ لیکن کیا بتاؤں کہ میں نے انھیں کیا پایا۔ یہ اس قسم کی عورتوں میں سے ہیں کہ اگر انھیں کمسن سمجھ کر ملو تو اچھی خاصی جوان معلوم ہوتی ہیں اور جوان سمجھ کر ملو تو کمسن نظر آتی ہیں۔

اس خط کا جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ ممکن ہے میں خود تم سے آکر ملوں' لیکن اتنا سمجھائے دیتا ہوں کہ اس "طوفانِ نوح" لانے سے کوئی فائدہ نہیں ہے

دو اشک بھی بہت ہیں اگر کچھ اثر کریں

منشی صاحب۔ میں اس

"چشم سوئے فلک و روئے سخن سوئے تو بود"

کا قائل نہیں۔ حضرات حضرت تو آنکھیں بھی ملائیے "دل جائے دیگر ست و نگہ جائے دیگر ست"

کچھ نہیں۔ میں برملا کہتا ہوں اور برملا سننا چاہتا ہوں۔ میں ان سے زیادہ خوش ہوتا ہوں جو میری ہاں میں ہاں نہیں ملاتے۔ میں کوئی کہانی نہیں کہتا کہ صرف "ہونھ ہونھ" کرنے والے درکار ہوں۔ میں نشتر چبھوتا ہوں اور اس یقین کے ساتھ کہ اسکے جواب میں "دشنہ و خنجر" سے کام لیا جائیگا۔ یہ عورتوں کی سی "کراہ" مجھے پسند نہیں۔ شیر کی ڈکار کا جواب شیر کی گرج سے دیجئے۔ صرف کوسنے اور بد دعا دینے سے کہیں کام چلتا ہے۔

علاوہ اس کے یوں بھی علم و عقل کا اقتضا یہی ہے کہ اگر کوئی شخص غلطی پر ہے تو آپ اس کی اصلاح کریں، اسے سمجھائیں۔ ورنہ تو بات بات پر گڑھے میں نہیں ڈھکیلا جاتا۔ میں بہت خوش ہوں گا اگر آپ اس بحث کو نگارہی میں چھیڑیں گے

حضرت یہ آپ سے کس نے کہدیا کہ میں خفا ہوں۔ میں اخفا!! اور آپ سے!!! ان تین باتوں کا اجتماع عقلاً محال ہے۔ یعنی آزادی کے لیے بھی تو آپ کو یقین نہ کرنا چاہئے۔ بیشک اس دوران میں بار بار دہلی جانے کا اتفاق ہوا لیکن آپ وہاں تھے کب۔ آخری بار گیا تو معلوم ہوا کہ دو ہی چار روز ہوئے آپ ولایت سے واپس آئے ہیں لیکن یہ اطلاع مجھے اس وقت ملی جب یہاں میں چلنے کو تیار ہو رہا تھا۔ اسکے بعد پھر دہلی جانا ہوا نہیں۔ البتہ اگر آپ یہ شکایت کریں کہ اس کے بعد میں نے کیوں جستجو نہیں کی، تو بیشک میرے پاس اس کا کوئی جواب نہ ہوگا۔ گو میری طرف سے اسی قسم کی شکایت پر آپکے پاس سو جواب موجود ہوں۔ خیر جو ہوا سو ہوا۔ آئیے کیوں نہ اب نئے سرے سے تجدید محبت کریں۔

مخلص نواز۔ آپ کیا پوچھتے ہیں، یہ حادثہ کتنا بڑا ہے۔ میں دوپہر کو حسب معمول
اپنے کام میں مصروف تھا کہ ریڈیو اسٹیشن لکھنؤ کے ایک عہدہ دار تشریف لائے
اور کہا کہ "اقبال کا انتقال ہو گیا ہے اور شام کو ریڈیو اسٹیشن پر آپ کو اس حادثہ
کے متعلق ایک تقریر نشر کرنا ہے" میری عمر میں بہت کم واقعات ایسے ہیں جنھوں نے
مجھے اچانک صدمہ پہنچایا ہو، سنتے ہی دماغ چکرانے لگا، پیشانی پر پسینہ آ گیا اور
ایسا محسوس ہونے لگا جیسے کسی نے تیز روشنی گل کر کے دفعتاً اندھیرے میں ڈال دیا ہے۔

میں مرحوم سے اول اول سنہ [illegible]ء میں ملا تھا اور وہیں لاہور میں۔ ملاقات
بہت مختصر تھی، لیکن تاثرات کے لحاظ سے بہت کامیاب۔ اس کے بعد بھی چونکہ
عرصہ تک میرا قیام لاہور میں رہا اس لئے بار بار حاضری کی فرصت نصیب ہوئی اور
ہر مرتبہ ان کی شاعرانہ عظمت ایک نئے انداز سے میرے دل میں گھر کرتی گئی۔

آپ "صدیاں" کہتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ یہ جگہ کبھی پُر ہو ہی نہیں سکتی۔
اس سے پہلے کب کسی کی جگہ پر ہوئی ہے کہ اب ہو گی۔ سعدی، ہومر، شیکسپیر، فردوسی،
بیدل، ہمیشہ ایک ہی پیدا ہوتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اقبال سے زیادہ شہرت
و قبول کسی اور شاعر کو نصیب ہو جائے، لیکن اقبال کی جگہ بدستور خالی نظر آئے گی۔

میں نے نگار میں اس حادثہ کے متعلق کچھ نہیں لکھا کیونکہ رسمی باتوں سے مجھے نفرت
ہے اور اقبال کے لئے حقیقی معنی میں صف ماتم بچھانے کے لئے کافی وقت، کافی دماغ
اور کافی کاوش کی ضرورت ہے۔ پھر یہ کہ اقبال پر اتنا لکھا جا چکا ہے کہ میں چاہوں
بھی تو کوئی اضافہ اس میں نہیں کر سکتا۔

اقبال کا پیام جو کچھ بھی رہا ہو اس سے بحث نہیں لیکن دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ وہ کہتا کس زبان میں تھا۔ اس کی شاعرانہ خصوصیات میں رفتہ رفتہ جو ترقیاں ہوئیں وہ ثبوت ہیں اس امر کا کہ اس کی شاعری یکسر منکرانہ تھی جسے دوسرے الفاظ میں الحاد بھی کہہ سکتے ہیں۔ اقبال کی موت کو دنیا "بے وقت" کہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ "ضرب کلیم" کے بعد ان کو زندہ نہ رہنا چاہیے تھا۔ پیدائش کا مقصود پورا ہو جانے کے بعد جینا نہ جینا برابر ہے

بہت سے رسالے اقبال نمبر نکال رہے ہیں اور نکالیں گے لیکن مجھ میں ہمت نہیں۔ مجھے سوگواریاں خاموش ہی زیادہ اچھی معلوم ہوتی ہیں۔

مکرمی۔ تسلیم۔ عنایت نامہ پہونچا۔ معاذ اللہ یہ تلخی و درشتی یہ گرمی و برہمی!

اور بات ہے آتی کہ اُدھر کل ہے اِدھر آج

میں آپ کو کیونکر باور کراؤں کہ میرا مقصود وہ نہیں تھا جو آپ سمجھے ہیں۔ تبصرہ عرض و اعتراض میں بڑا فرق ہے۔ مشکل تو یہی ہے کہ میرا خط میرے لب و لہجے سے آپ کبھی پڑھتے ہی نہیں۔

میں تو صرف اپنے "دعوتِ وارفتگی" کی داد آپ سے چاہتا تھا۔ آپ نے اسے اپنے خلاف "فریاد" کے رنگ میں سنا حالانکہ میری طرح آپ بھی اس حقیقت سے واقف ہیں کہ

شہیدانِ نگہ کا خوں بہا کیسا

وہ شخص جس نے کبھی آپ کی "پاکدامنی" پر رشک نہ کیا ہو اسے آپ اس کی "تردامنی" کی حکایت کیا سناتے ہیں۔ میں شکریہ کا عادی نہیں لیکن آپ کی یہ شکایت ایسی نہیں کہ

اظہار تشکر کروں

مثنوی اگر واقعی پسند آئی ہے تو کیا ضرور ہے کہ میں اسے اپنی جیب خاص سے چھپوانے کی کوشش کروں اور اگر نہیں ہے تو پھر "طعن بیکسی" کیا!

آپ کو تو خیر اپنی نارسائی پر آشنا ہونے کا موقع بھی نہیں ہے۔ یہ سمجھئے کہ ان کے ایمان کو بھی اپنے کفر سے فروتر پایا ہے جن کے کوتاہ ہاتھ بقول ان کے خود کو اپنی جگہ سے چل پڑتا ہے۔

نگہ گر نشد قابل روئے دوست
فغاں می رساند بجائے کہ دوست

یعنی اگر آپ کو دیکھنے کی فرصت زمانہ نہیں دیتا تو کم از کم "حرف شکایت" تو آپ تک پہونچا ہی دوں۔

ز چاک سینہ نامہ می نویسم
کتاب درد نامہ می نویسم

کس قدر تڑپا ہوں یہ سن کر کہ آپ یہاں آئے بھی اور چلے بھی گئے۔ کس قدر دل دکھانے والی بات ہے کہ میں تو عدم حاضری کا عذر لنگ بھی پیش نہ کر سکوں اور آپ کے پاس یاد نہ کرنے کے سو بہانے موجود ہوں۔ خوش رہیئے میں گیا اور میری یاد بھی گیا۔

با کہ امیں ذرہ ہم خورشید تن را غلبہ ساز
آں قدر نتیم کہ از خود رسانم گرد را

امید نیا ہا،

کل گرامی نامہ پہونچا اور اس میں وہ کچھ بھی پایا جس کی توقع نہ تھی حقیقت یہ ہے کہ آپ نہ ہوں تو میری دنیا بھی خالی اور اگر دین کوئی چیز ہے تو وہ بھی خالی۔

میں یقیناً اس پر عمل کروں گا جو آپ نے لکھا ہے اور نامہ و پیام نہیں بلکہ خود پہونچ کر دو سب کچھ کہوں گا جو آپ نے فرمایا ہے لیکن یہ دیکھ لیجئے کہ اگر اس پر بھی انکی تلخیاں دور نہ ہوئیں تو پھر میرے لئے سوائے کھلی ہوئی بغاوت کے اور کوئی راستہ نہیں رہتا۔

عجز و بندگی بری نہیں اگر واقعی بندہ نوازی بھی کوئی چیز ہو ورنہ سر پھوڑ نے سے بہتر سرکشی ہے کہ اس طرح کم از کم اپنے متعلق تو یہ سمجھنے کا موقعہ مل جاتا ہے کہ

آئینہ برائے خود بہارے دارد

عزیز یہاں نہیں ہے جس وقت واپس آیا فوراً آپ کی خدمت میں روانہ کر دونگا یہ آپ نے کیا فرمایا۔ اس کے لئے اس سے زیادہ سعادت اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ اپنی زندگی آپ کی خدمت کے لئے وقف کر دے۔ اس باب میں اب اور کچھ نہ لکھونگا،

میں آپ کی رکی رکی باتوں سے سمجھ گیا کہ آپ کے دل میں کیا ہے

میری حالت پہلے سے اچھی ہے لیکن نہ اتنی اچھی کہ اس پر صحت کا اطلاق ہو سکے زندگی نام ہے صحت کا اور صحت کہتے ہیں ولولہ و انشاط کو، سو جب یہی نہیں تو پھر یہ پوچھئے کہ جی کیوں رہا ہوں۔

ایام دولت مستدام!

ماشاء اللہ، کیا کہنے ہیں اس صداقت وصفا کے۔ آپ نے دنیا میں کبھی کاہے کو جھوٹ بولا ہوگا، آپ کے اصول نے کب مصلحت کو گوارا کیا ہوگا۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ "انسانیت" کا تقاضہ اتنی بڑی چیز ہے کہ اسکے مقابلہ میں، ملازمت کے اصول وفرائض تو خیر کیا ہیں، میں شریعت مذہب کو بھی کوئی چیز نہیں سمجھتا اگر وہ اخلاق کے منافی ہے۔ اسی لئے فدک کے جھگڑے میں، میں بالکل حضرات شیعہ سے متفق ہوں۔ کیسا ترکہ۔ کہاں کا استحقاق، کیسا اصول، کہاں کی فقہ، دیکھنا یہ تھا کہ سائل کون ہے، اور کیا چیز طلب کر رہا ہے۔ رسول کی بیٹی کی درخواست ہے جس نے اپنی ساری عمر چکی پیس پیس کر کاٹ دی اور باغ فدک حاصل کرنے کی درخواست ہے جس کی آمدنی شاید "بقدر کفاف" سے زیادہ نہ تھی، لیکن اصول مذہب کو سامنے رکھ کر (اگر وہ واقعی اصول تھے) فاطمہ کی اس التجا کو ٹھکرا دیا جاتا ہے کیا انسانیت کا تقاضہ یہی تھا اور کیا ایسی "ہادم انسانیت" شریعت پر عمل کرنا کسی کے لئے قابل فخر ہو سکتا ہے بعض وقت میں سوچتا ہوں کہ یہ کہیں سب کچھ اس لئے تو نہیں ہوا کہ فاطمہ، علی کی بیوی تھیں۔ بہرحال مدعا یہ ظاہر کرنا ہے کہ انسان کو کبھی کبھی اصول سے بھی ہٹ جانا چاہیئے اور بقول اقبال دل کو کبھی کبھی عقل کی گرفت سے آزاد بھی کر دینا چاہیئے

میں نے مانا کہ اس نے غلطی کی اور سخت غلطی کی، لیکن آپ نے جو کچھ کیا وہ اس سے زاید کچھ اور چیز ہے۔ میرے پاس اس کے ظاہر کرنے کے لئے الفاظ موجود ہیں لیکن نہیں کہتا کہ آپ اور زیادہ برا مان جائیں گے۔

معاف فرمایئے جو کچھ میں نے لکھا اس لئے نہ تھا کہ آپ اپنے کئے کی تلافی کریں،

بلکہ صرف یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ دنیا میں اس بات کے سمجھنے والے بھی موجود ہیں کہ
"تو آں نئی کہ جفائے توانی و نکنی"

بندہ نواز،

میں تو آپ کا صرف نیازمند ہوں، نہ کبھی اپنے دعوائے خلوص کو ذریعۂ افتخار سمجھا، نہ اخلاقِ گرامی کو وسیلۂ کار۔ آپ سے محبت کرتا ہوں بغیر کسی وجہ کے، اور آپ کی عزت میرے دل میں ہے بغیر کسی حجت و دلیل کے۔ اگر آپ مجھ سے خفا ہیں محض اس لئے کہ میں نے کیوں نہ آپ کے لئے رسمی نمود و نمایش سے کام لیا، تو افسوس ہے کہ اس بدقسمتی کا علاج میرے پاس کوئی نہیں۔ کس قدر حیرتناک امر ہے کہ جن سے دل کو تعلق ہوتا ہے وہی دل کی باتیں نہیں سمجھتے۔

آپ اس جذبہ کا جو نام چاہے رکھئے لیکن یہ یقینی ہے کہ میں احساس پستی (Inferiority Complex) کا شکار نہیں ہوں۔ اور بڑی سی بڑی ہستی خواہ کتنا ہی بڑا عمامہ اس کے سر پر ہو اور کتنی ہی طویل عبا در بر، مجھے مرعوب نہیں کر سکتی۔ اپنی عقل پر بھروسہ کرتا ہوں، ہمیشہ اسی پر اعتماد کیا ہے اور

شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

اب دہلی کا آنا جانا بند ہے۔ لیکن اس دوران میں کوئی صورت وہاں جانے کی پیش آگئی تو ضرور حاضر ہوں گا لیکن آپ کے یہاں قیام کا وعدہ نہیں کرتا۔

کرمی۔ جلال اسیر بہت اچھا شاعر تھا اور عرفی، نظیری اور کلیم کی صف میں لایا جاسکتا ہے۔ غالب کو انھیں چاروں کا نچوڑ سمجھئے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:۔

بر نمی آید دلم با رو زگار — شیشۂ طاقت بہ سنداں می زنم
سینہ صافی باغ من بستان من — خندہ بر الفت پرستاں می زنم

مسلماں کافرم کافر مسلمان — نہ دنیم رو نقے دارد نہ دینا

اسیر از دوست پرسیدن چہ حاجت — سوالے راکہ دشنامش جواب ست

دل را در آتش افگنم و بوئے او کنم — منت نمی تواں ز نسیم و صبا کشید

از غبار شوق طرح کعبۂ دل ریختند — گرد رہ بر داشتند و رنگ منزل ریختند

شمع را ہمدرد بلبل کرد عشق — برگ گل چیدو پر پروانہ ساخت

در گلستاں دیدمش نشناختم — بر تنش پیراہن گل تنگ بود

لیکن یہ بالکل صحیح ہے کہ اس قسم کے اشعار جلال اسیر کے یہاں کم ہیں اور اسی لئے نہ وہ عرفی و نظیری کا ہمسر ہو سکا اور نہ ہم غالب پر اسے ترجیح دے سکتے ہیں۔

کرمی۔ خیال نہایت پاکیزہ اور اچھوتا ہے۔ بلبل و آشیاں، برق و گلچیں پر بہت توجہ صرف کی گئی اور لوگوں نے ڈھونڈھ کر ایسے اشعار کو جمع بھی کیا، لیکن "آئینہ" کے متعلق کوئی صورت کاوش کی اختیار نہیں کی گئی

بیشک حیرانی کا تلازمہ تو باقی رہے گا، لیکن اس میں بھی بات پیدا کرنیوالے پیدا کر ہی لیتے ہیں۔ یہ موضوع بیدل کو بہت پسند تھا۔ اس سے بہتر اشعار آپ کو کسی اور جگہ نہ ملیں گے۔ اس وقت دو شعر یاد آ گئے ہیں۔ انھیں تو سن ہی لیجئے۔

یار در آغوش و نام او نمیدانم کہ چیست
سادگی ختم ست چوں آئینہ بر سیاں مارا

بدل نقشے نمی بندد کہ با وحشت نہ پیوندد
نمیدانم کجا ایں بیوفا آئینہ چید اینجا

عزیز گرامی۔ اس میں شک نہیں "ناسخ" کا وجود شاعری میں ایک مرض متعدی کی حیثیت رکھتا تھا، جو صرف لکھنؤ تک محدود نہیں رہا بلکہ اس نے دہلی کو بھی تباہ کیا، یقیناً شاہ نصیر اور ذوق کے علاوہ اور شعراء نے بھی اس طلسم بندی کو اختیار کیا لیکن غالب کا ذکر اس درمیان میں نہ لائیے تو بہتر ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ لکھنوی شاعری کا وہ رنگ جس نے حد سے گزر کر اسے معیوب بنا دیا اس کا "ایہام" تھا۔ ایک لفظ اگر محل استعمال کے لحاظ سے مختلف معانی دیتا ہے تو وہ نہایت بے تکلفی سے ان

سب کو مخلوط کر دیتے تھے اور یہ بات ضلع جگت سے پیدا ہوئی تھی۔ امیر مینائی کا مشہور شعر ہے :۔

انگور میں یہ مے بھی پانی کی چار بوندیں   پر جب سے کھنچ گئی ہے تلوار ہو گئی ہے

چونکہ کھنچنا شراب کے لئے بھی مستعمل ہے اور تلوار کیلئے بھی اس لئے شاعر نے بلا تکلف شراب کو "تلوار کہدیا۔ اس قسم کی لفظی" وجہ شبہ" یقیناً نہایت مکروہ چیز ہے۔

غالب کے یہاں تلاش سے آپ کو شاید دس پانچ ہی شعر اس رنگ کے ملیں مثلاً

جذبۂ بے اختیارِ شوق دیکھا چاہیئے   سینۂ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا

چونکہ لفظ "دم" سانس کے معنی میں بھی آتا ہے اس لئے اس کے لئے سینۂ شمشیر بھی پیدا کر دیا اور دم کا باہر آنا بھی لکھ دیا، حالانکہ" دم شمشیر" کا جس سے مراد "تیزیِ شمشیر" ہے، سینۂ شمشیر سے باہر آنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اسی انداز کا ایک اور شعر ملاحظہ ہو

نقش کو اسکے مصور پر بھی کیا کیا ناز ہیں   کھینچتا ہے جسقدر اتنا ہی کھنچتا جائے ہے

تصویر بھی کھنچتی ہے اور آدمی بھی کھنچتا ہے لیکن مفہوم دونوں کا جُدا جُدا ہے۔ غالب نے محض اس لئے کہ کھنچنا دونوں محل پر مستعمل ہے ایک مہمل سی بات کہدی ورنہ ظاہر ہے کہ نقش یا تصویر کا کھنچنا (احتراز کرنے کے معنے میں) کوئی مفہوم ہی نہیں رکھتا۔

امیر مینائی کے مذکورۂ بالا شعر کے ساتھ ہی ساتھ۔ غالب کا یہ شعر بھی پڑھئے :۔

صحبت رنداں سے واجب ہے حذر   جائے مے اپنے کو کھینچا چاہیئے

یہاں بھی وہی کھنچنے اور کھینچنے کی کشمکش ہے۔

ایک اور شعر غالب کا یاد آیا۔

نہ چھوڑی حضرتِ یوسف نے یاں بھی خانہ آرائی　　سفیدی دیدۂ یعقوب کی پھرتی ہے زنداں پر

سفیدی دیوار پر بھی ہوتی ہے اور آنکھ میں بھی پائی جاتی ہے اس لئے دونوں کو ملا کر شعر کو مہمل کر دیا۔

ان چند اشعار کے علاوہ غالب کا اور کوئی شعر میری نگاہ سے ایسا نہیں گذرا جس پر ناسخیت کا اطلاق ہو سکے۔ آپ کو اگر یاد ہو تو بتائیے۔

غالب کے کلام میں کہیں کہیں معیوب قسم کا مبالغہ بھی ہے اور نقص تعبیر کی مثالیں بھی پائی جاتی ہیں، لیکن ناسخ کا رنگ اس کے یہاں یقیناً نہیں ہے، محض دو چار شعروں کو دیکھ کر یہ حکم لگانا قرین انصاف نہیں۔

مخلص نواز! شرمندہ ہوں کہ محبت نامے کا جواب غیر معمولی تاخیر سے جا رہا ہے چند دن سے دل کی عجیب حالت ہے، دنیا کی بے ثباتی کا خیال تو مجھے خیر کبھی نہیں آیا کہ اسمیں ایک نوع کی حریصانہ حسرت ناکامی پائی جاتی ہے لیکن نشاط و مسرت کا مفہوم البتہ لایعنی سا ہو کر رہ گیا ہے۔ اگر آپ کہیں کہ یہ احساس کا کند ہو جانا ہے تو بھی صحیح نہیں، کیونکہ درد و غم کا احساس بدستور باقی ہے، اگر آپ اسے دنیاوی مصائب و تکالیف کا نتیجہ بتائیں تو بھی غلط ہے، کیونکہ مجھے معلوم ہے اوروں پر کیا گزرتی ہے اور مجھ پر نہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ اب میں بہت تھک گیا ہوں اور میرے دماغ کو سکون کی ضرورت ہے لیکن نہ اسقدر کہ یہ نہ سمجھ سکوں کہ دماغ کا سکون خود تھکا دینے والی چیز ہے۔ مجھے آج کل سب سے زیادہ جس خیال نے مضطرب بنا رکھا ہے وہ صرف یہ کہ میں یہاں

کیوں ہوں؟ یہ معاملہ "بہ چہ کار گشت مارا" کا نہیں بلکہ اجنبیت کا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ یہاں کی سرزمین اور یہاں کے رہنے والوں سے اجنبی تر ہوتا جا رہا ہوں اور کوئی صورت اس بُعدِ روحانی کو کم کرنے والی نظر نہیں آتی' آپ اسے جو چاہے کہئے لیکن میں اسے ذہنی غلامی کے احساس شدید کا ردِ عمل سمجھتا ہوں

پہلے مجھے ان لوگوں پر ہنسی آتی تھی اب تکلیف ہوتی ہے پہلے خیال تھا شاید یہ تنگ نظری کم ہو جائے لیکن اب میں مایوس ہو چلا ہوں' پہلے دل کی بھڑاس نکالنے کو جی چاہتا تھا اب دل ہی دل میں گھٹ کر رہ جاتا ہوں۔

واردھا اسکیم کا ذکر کر کے آپ نے زخموں پر اور نمک چھڑک دیا غضب خدا کا، جب سید سلیمان ندوی ایسے لوگ (جو اپنے آپ کو نہایت روشن خیال عالم دین سمجھتے ہیں) اس پر یہ اعتراض کریں کہ مذہبی تعلیم کا کوئی ذکر اس اسکیم میں نہیں ہے' تو پھر آپ ہی بتائیے کہ سوائے سر پھوڑ کر مر جانے کے چارہ کار اور کیا رہ جاتا ہے۔ اگر یہ سب عقلمند ہوں تو احمقوں کی اتنی بڑی جماعت میں میرا کیا کام؟ ہائے کوئی ایسا نہیں جو مجھے یہاں سے نکال باہر کرے' جلاوطن کر دے۔ آزاد ملک' آزاد فضا اور آزاد خیال انسانوں کے درمیان چند سانسیں لینا اور مر جانا! اس سے زیادہ اب میری کوئی تمنا نہیں۔

ہندوستان کی آزادی کی طرف سے بہت مایوس ہوں اور اگر اتفاق سے ملک آزاد بھی ہو جائے تو یہاں کا مسلمان قیامت تک آزاد نہیں ہو سکتا' وہ خود اپنے ہاتھ سے اپنے آپ کو جکڑتا جا رہا ہے' خود زنجیریں بنا بنا کر اپنے پاؤں میں ڈال رہا ہے' اس کی حالت ایسے آسیب زدہ کی سی ہے جو خود اپنے سایہ سے ڈر ڈر کر بھاگ رہا ہے' وہ ایک ایسی

صرع زدہ قوم ہے جسے اپنے اعضاء پر مطلق اختیار باقی نہیں، اس کی دماغی کیفیت بالکل وہی ہے جسے "الذی یتخبطہ الشیطان من المس" سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس کے ذہنی واجتماعی انحلال واضطراب نے عالم سے اسے جتنا بیگانہ بنا دیا ہے، اسکی تصویر غالب نے ان الفاظ میں کھینچی ہے۔

سایہ میرا مجھ سے مثلِ دُود بھاگے ہے اسد
پاس مجھ آتش بجاں کے کس سے ٹھہرا جائے ہے

لوگ کہتے ہیں، مایوسی شیوۂ مردانگی کے خلاف ہے، قومیں پستی ہی سے نکل کر دنیا میں اُبھرتی ہیں، حالانکہ مجھے بیس ایسی قوموں کے نام معلوم ہیں جو ایک بار ڈوب جانے کے بعد پھر اُبھرتی ہی نہیں اور یہاں کے مسلمانوں کو میں انھیں میں شامل سمجھتا ہوں۔

حضرت سلامت۔ فرمانِ گرامی پہونچا، لیکن اس وقت جب میں تمام فرائض وواجبات کی طرف سے "غیر مکلف" ہو چکا ہوں۔ تعمیل ارشاد نہ مجھ سے ممکن، نہ اسپر آپ کی بازپرس قرینِ انصاف۔ میں دیوانہ ہوں تو ہوا کروں، آپ کیوں بچہ بنکر مجھے ستاتے ہیں۔

ذرا صبر کیجئے، چند دن میں یہ جھگڑا بھی مٹا جاتا ہے، اگر زندگی کا اتہام ہی آپکے نزدیک زندگی ہے۔

ماشاء اللہ، کیا کہنے ہیں، وہ تو کہئے خیر سے آپ کی دعا پوری طرح قبول نہیں

ہوئی، ورنہ شاید حالت اور زیادہ خراب ہو جاتی۔ خدا کے لئے حواس پر قابو رکھئے اس قدر اپنے آپ سے گزر جانا اچھا نہیں۔

پیمانہ براں رند حرام ست کہ غالب
در بیخودی اندازۂ گفتار ندانند

جس چیز کو آپ نے "مایۂ عز و وقار" سمجھا ہے، اس کی حقیقت آفتاب لب بام سے زیادہ نہیں اور جن کو آپ نے رفیق و ہمدم بنایا ہے ان کی تدبیریں درماندگی سے بیش نہیں۔ ذمہ دار لوگ ایسی باتیں زبان سے نہیں نکالا کرتے۔

معاف کیجئے، تعلق خلوص رکھتا ہوں اس لئے کہہ رہا ہوں، ورنہ مجھے کیا غرض ہے کہ ہر وہ شخص جو پہاڑ سے سر ٹکرائے، اسے سمجھاتا پھروں۔

جناب ڈپٹی صاحب۔

کل اتفاق سے وہ راستہ میں مل گئے، جن سے آپ خفا ہیں۔ میں آپ سے سفارش تو نہیں کرتا، لیکن یہ ضرور پوچھوں گا کہ جس سے آپ برہم ہو جاتے ہیں وہ کیوں اس درجہ خوار ہو جاتا ہے۔ سچ ہے

تو پوچھتا نہیں، تو کوئی پوچھتا نہیں

مجھے ان سے صرف اتنی ہی دلچسپی ہے جتنی غالب کو "اصنام" سے کہ نہ وہ انھیں "آوارۂ غربت" دیکھ سکتا تھا اور نہ میں ان کو۔ میں نے اسوقت تک تو کوئی ذکر مناسب نہیں سمجھا، لیکن آج صبح وہ آئے تو میں نے پوچھا غریب آنسو بھر لائے۔ مجھ پر اسکا

اتنا اثر ہوا کہ تھوڑی دیر کے لئے میں آپ سے متنفر ہو گیا اور کوشش کی کہ انھیں بھی باغی بنا دوں، لیکن کامیاب نہ ہوا۔ بہرحال اگر غلطی کا اعتراف کوئی معنی رکھتا ہے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ سراپا "اعتراف" ہیں اور ہر اس سزا کے قبول کرنے کے لئے تیار، جو ایک محبت کرنے والے کی طرف سے دوسرے محبت کرنیوالے کو دی جا سکتی ہے۔ پھر اگر "کافر" "گناہگار" میں کوئی فرق ہے، تو تعزیر میں بھی ہونا چاہیئے۔ بہرحال میں نے ان کو روک لیا ہے وہ میرے ہی پاس ٹھیرے ہوئے ہیں۔ آپ ان سے ناخوش ہوں تو ہوں، میں نہیں ہوں اور جانتا ہوں کہ آپ کی برہمی بھی زیادہ پائدار نہیں۔ یہ عریضہ صرف اس لئے بھیج رہا ہوں کہ آپ کو حالات کا علم ہو جائے اور کوئی مقصود نہیں

مشفقی۔ آپ کی بیکاری کا حال سن کر افسوس ہوا۔ اس میں شک نہیں کہ آپکی ذمہ داریاں عرصہ تک اس کو برداشت نہیں کر سکتیں، لیکن سوال یہ ہے کہ اس کا علاج بھی کیا ہے۔ وہ زمانہ گزر گیا جب بندگی میں انسان کا بھلا ہوتا تھا اور خدا پر ہر مخلوق کا رزق پہونچانا فرض تھا۔ اب جبر و اختیار کی صورت صرف یہ رہ گئی ہے کہ انسان بھوکا مرنے پر اختیار رکھتا ہے اور قدرت روزی مہیا کرنے پر مجبور نہیں۔ رہا ایک انسان کا مرنا یا جینا، سو اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیجئے کہ جب آپ چلتے ہیں تو سیکڑوں چیونٹیاں پامال ہو جاتی ہیں، لیکن آپ کو خبر نہیں ہوتی۔ تو کیا خدا کو آپ اپنے برابر بھی بے نیاز ہونے کا حق نہیں دیتے۔

اگر خدا کا وجود ہے تو یقیناً انسان اس کے مقابلہ میں اس سے زیادہ فروتر ہے جتنی چیونٹی آپ کے مقابلہ میں۔

اس سے مدعا صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ اگر بیروزگاری کے باب میں آپ صرف خدا پر بھروسہ کرکے بیٹھ رہے تو نتیجہ یقیناً تباہی ہے۔ جس سے کوئی باز پرس نہ ہو سکے اس سے دور ہی رہنا بہتر ہے۔

افسوس ہے کہ نوکری کی عمر آپ کی رہی نہیں، اور ہوتی بھی تو ملتی کہاں، اس لئے اس کی فکر تو آپ کیجئے نہیں۔ پیشہ اور کاروبار کی حالت بھی خراب ہے، لیکن بہرحال آبادی کا بڑا حصہ اسی پر زندگی بسر کر رہا ہے، اس لئے میری رائے میں اگر کسی چلتے ہوئے کارخانے کی ایجنسی مل جائے تو بہتر ہے۔ ضمانت وغیرہ کی ضرورت ہوئی تو اس کا انتظام میں کر دوں گا

آپ میاں صاحب سے ملئے تو دیکھئے کیا کہتے ہیں۔

قبلہ شیخ صاحب۔

گرامی نامہ پہونچا۔ یقیناً نہیں آپ کا سا تجربہ رکھتا ہوں، نہ آپ کی سی عقل و فراست، لیکن اس کا کیا علاج کہ مجھے اپنی ناتجربہ کاری و حماقت دونوں بہت عزیز ہیں کیونکہ وہ میری اپنی ہی ہیں۔

آج نہیں بلکہ ہمیشہ سے مجھ میں یہ عیب چلا آرہا ہے کہ جو کچھ دیکھوں اپنی آنکھ سے دیکھوں، اور جو کچھ سمجھوں خود اپنی فکر سے سمجھوں، پھر اس بدقسمتی کا کیا

علاج کہ "گوش سخن شنواو، دیدۂ اعتبار" سے کوئی ایک چیز بھی فطرت کی طرف سے مجھے نہیں ملی۔

آپ کی محبت و ہمدردی میں کلام نہیں لیکن آپ مجھ ایسے سیہ بخت پر اسکا صرف بیجا کیوں کریں۔ آپ جس کے نام لیوا ہیں، اسی کا میں بھی ہوں۔ فرق صرف یہ ہے کہ آپ اس سے ڈرتے ہیں، میں محبت کرتا ہوں، اور محبت کرنے والے کو کبھی کبھی استغنا پیدا ہو ہی جاتا ہے۔

آپ نے مجھ سے زیادہ زمانہ دیکھا ہے اور یقیناً آپ بہتر جانتے ہیں کہ زندگی بسر کرنے کا صحیح طریقہ کیا ہے، لیکن دنیا میں ایسے لوگ بھی گاہے گاہے پیدا ہو جاتے ہیں جو تماشائی نہیں بلکہ تماشا بنکر جینا پسند کرتے ہیں۔ پھر کچھ تو فرق میرے اپنے درمیان رہنے دیجئے، خواہ وہ فرق فردوس و جہنم ہی کا کیوں نہ ہو۔

آخر کار آپ کی نظر مجھے کھا گئی نا! میں کہتا تھا کہ دیکھئے میری صحت پر رشک نہ کیجئے، آپ کی نگاہ "غارت مسکن" بلا سے بد ہے، لیکن آپ نہ مانے اور مجھے بیمار ڈال دیا۔ اس دوران میں، حالت اتنی خراب ہو گئی تھی کہ اگر میں آپ کی طرح دولت مند ہوتا تو وصیت نامہ وغیرہ بھی لکھ ڈالتا، لیکن قدرت کو شاید منظور نہ تھا کہ آپ کے مقابلہ میں مجھے شکست ہو، اس لئے بچ گیا اور اب بالکل اچھا ہوں۔ اب سے ۲ ماہ قبل جب میں حیدر آباد گیا تھا تو وہیں سے بیمار آیا تھا اور میں کہ اپنی بدقسمتی سے واقف ہونے کی بنا پر ہر معاملہ کو انتہائی بدظنی کے ساتھ دیکھتا ہوں، سمجھ چکا تھا کہ یہ موت کا پہلا اور آخری اعلان جنگ

ہے۔ دل و دماغ دونوں بیکار ہو چکے تھے اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ دفعتاً ایسا کیوں ہوا۔ میں اسکا قایل تو ہوں نہیں کہ موت کا وقت مقرر ہے اور کچھ کیجیے وہ اپنے وقت پر آئے گی ضرور، اس لئے تنہائی میں ان اسباب پر بھی غور کرتا جاتا تھا، جنھوں نے دفعتاً میری حالت کو اتنا متغیر کر دیا۔

حیدرآباد سے لکھنؤ واپس آنے کے بعد متعدد دورے مجھ پر پڑے اور رفتہ رفتہ حالت یہ ہو گئی کہ ضیق النفس سے سانس لینا دشوار ہو گیا اور قلب پر ہر وقت غیر معمولی دباؤ محسوس ہونے لگا۔ ڈاکٹروں نے دیکھا تو کہا کہ نہ خون میں دباؤ ہے، نہ قلب کو کوئی آزار، لیکن پھر کیا ہے؟ اسے وہ خود بھی نہ سمجھ سکے، آخر کار میں نے خود اپنا علاج شروع کیا، یعنی ان تمام فطری ذرایع پر غور کیا جو صحت انسانی کیلئے ضروری ہیں اور اپنی زندگی کا بالکل نیا پروگرام مرتب کیا، کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، سب کا اسلوب بدل دیا اور آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ ایک ہفتہ کے اندر حالت کچھ سے کچھ ہو گئی۔

میں اب اپنے آپ کو پہلے سے زیادہ صحیح و توانا محسوس کرتا ہوں اور خاص نشاط کی کیفیت اپنے اندر پاتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ آپ یہ سنکر کہیں گے کہ مجھے بھی یہ تدبیر بتاؤ لیکن اس وقت تک کبھی نہ بتاؤں گا جب تک آپ میری ہی طرح ایکبار بیمار پڑ کر نہ دکھا دیں۔ آپ کو کیا خبر کہ اس دوران میں کتنی تکلیف، کتنی روحانی اذیت مجھے پہونچی ہے اور اب اس کے ازالہ سے مجھے کتنی مسرت ہے۔ آتنی کہ میں آپکو بتانا چاہوں بھی تو دفعتاً نہیں بتا سکتا۔

اب جو آپ آئیں، تو میرے لئے وہاں سے وہ تمام چیزیں لیتے آئیے گا جو انتہائی بدپرہیزی کے لئے ضروری ہوتی ہیں۔ ایک بار یوں بھی امتحان کر کے دیکھنا ہے

مخلص نواز، آپ نے غالب کا یہ شعر سنا ہوگا۔

من آں نیم کہ دگر می تواں فریفت مرا
فریبمش کہ مگر می تواں فریفت مرا

مدعا یہ کہ آپ نے میری سادگی کا یقین کیوں کر لیا۔ مانا کہ راوی کوئی اور نہ تھا خود میں ہی تھا، لیکن یہ تو دیکھیے کہ روایت کس سے بیان کی گئی۔ اس سے کہ جس نے آجتک سچی بات کا کبھی یقین ہی نہیں کیا۔ پھر یہ سب کچھ جانتے ہوئے آپکا یہ سمجھ لینا کہ میرا شمار بھی ان لوگوں میں ہے

جو مے و نغمہ کو اندوہ ربا کہتے ہیں

کہاں تک درست ہوسکتا ہے۔

میرے نزدیک ہر وہ بات جسے ضمیر انسانی گوارا کر سکے صداقت سے باہر نہیں ہے، اس لئے ہوسکتا ہے کہ میری صداقت آپ کا کذب ہو اور میرا کذب آپکی صداقت، اس باب میں فلسفہ و منطق سے کام لیکر کوئی خاص نظریہ پیش کرنا لایعنی سی بات ہے۔ رہا سوسائٹی کا سوال، سو آپ جانتے ہیں کہ دنیا میں جتنے "اجتماعی" جھوٹ بولے گئے ہیں، اتنے انفرادی جھوٹ نہیں بولے گئے۔

مذاہب عالم کے نظریوں کو دیکھئے، تاریخی "حقایق" کی چھان بین کیجئے، اسکی

مثالیں بہ کثرت مل جائیں گی

میں آپ سے زیادہ عقلمند ہونے کا مدعی نہیں ہوں، لیکن اتنا احمق بھی نہیں کہ آپ کی "فکر بیدار" کی داد نہ دے سکوں۔ آپ نے جو کچھ کیا، اسے آپ کا جی خوش کرنے کے لئے کہئے تو "خوب" کہدوں، ورنہ سچ پوچھئے تو میں اسے آپ کی ذہانت و فراست سے بہت فروتر سمجھتا ہوں۔

اللہ، اللہ، یہ زہرہ گدازیاں! یہ حوصلہ فرسائیاں! میں تو عتاب نامہ دیکھکر کانپ اٹھا کہ کہیں یہ نزلہ اس عضو ضعیف پر تو گرنے والا نہیں۔ لیکن آپکو معلوم ہونا چاہیئے کہ میرے ساتھ قدرت کا معاملہ اسوقت تک کیا رہا ہے۔

ہرچہ از گریہ فشاندیم بہ نشمردن ریخت
ہرچہ از نالہ رساندیم بہ نشمردن رفت،

کلیجہ پتھر کا ہوگیا ہے اب نہ "غمزۂ ناہید" کا اثر ہوتا ہے نہ "قہر مریخ" کا۔ آنکھ زبان خشک ہیں اور دل برف کی قاش۔ پھر آپ کی ابھی تک "خیال طرۂ لیلیٰ" لئے بیٹھے ہیں، اس شخص کا قدم کیوں درمیان لاتے ہیں جو ماورائے دنیائے "محمل و منزل" زندگی بسر کر رہا ہے۔

آپ کے اس زعم و پندار کا جواب میرے پاس صرف یہ ہے کہ:-

"غبارے سطرِ آشفتگی برہوا نگاشت، پنداشت مصنفِ کتابِ آسمانم پڑ کا ہے، بنیادِ فطرت بر باد گزشت، دانست منشیِ طومار کہکشانم

لاحول ولا قوۃ، آپ بھی عجیب چیز ہیں - میں کہ
بر سرم آزادی سایہ رہ اگر انیہاست
ان کو اپنے پاس رکھ کر ساری دنیا کی ساری ذمہ داریاں اپنے سر لیلوں
میری حماقت پر آپ کو اتنا زبردست اعتماد ہے یہ خبر مجھے نہ تھی!

مردانگی کا راز صرف رازدارانہ زندگی بسر کر جانا ہے۔ یعنی باوجود احساس و تاثر کے دوسروں کے سامنے بیچارہ رہنا۔ اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب دنیا کے ساتھ کم سے کم امیدیں وابستہ ہوں اور مایوسی کے مقابلہ کے لئے زیادہ سے زیادہ تاب مقاومت پیدا کی جائے۔

مرد وہ ہے جو گھر میں فاقہ کرتا ہے لیکن باہر نکلتا ہے تو اس کی مونچھوں پر بل ہوتا ہے اور پیشانی پر جلال۔ لیکن یہ سب کچھ اسی وقت ممکن ہے جب سوال صرف اپنی ذات کا ہو۔ دوسروں کی ذمہ داریاں اپنے سر آئیں اور زمانہ نے نیچا دکھا دیا۔

دوسروں کے لئے تکلیف اٹھانا اس میں شک نہیں بڑی چیز ہے، لیکن انسانی وقار کو کھو کر یہ چیز حاصل کرنا کم از کم میرے بس کی بات نہیں۔

آپ خفا تو ہوں گے، لیکن آج آپ کی برہمی برداشت کر لینا آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ کل آپ بھی مجھے ذلیل سمجھنے لگیں۔ اس صورت کے علاوہ اور جو تدبیر آپ تجویز فرمائیں اس میں بقدر امکان حصہ لینے کے لئے تیار ہوں۔

یہ آپ کی "پرستش گاہ گاہ" بڑی تکلیف دہ چیز ہے۔ بمبئی کی اس تحریر کے بعد، جس کا جواب براہ راست آپ تک نہ پہونچ سکتا تھا، آپ نے بالکل خاموشی اختیار کرلی۔ میں متفکر تھا کہ آپ کی صحت کی خبر کیونکر معلوم کروں آپ کی وہ باتیں جو انسان کو پروانہ کی طرح "نیمہ داغ و نیمہ خاکستر" بنا دیتی ہیں، کس طرح سنوں، لیکن کوئی تدبیر سمجھ میں نہ آئی، آخرکار مایوس ہو گیا اب کئی مہینے کے بعد آپ نے پھر یاد فرمایا لیکن نہایت روا روی میں جسطرح سر راہ کسی سے ملاقات ہو جائے۔ یہ کیا ادا ہے، میں آپ ہی سے پوچھتا ہوں شکر ہے کہ آپ صحیح و توانا ہیں۔ میں بھی اچھا ہوں لیکن جسوقت یہ دیکھتا ہوں کہ :۔

"موسم دیر غنودن بہ شبستاں آمد" اور اس کا کوئی سامان موجود نہیں تو پھر مضمحل ہو جاتا ہوں کیا آپ نے کبھی داغ کے اس شعر پہ غور کیا ہے

چمپا کھلا گلاب کھلا موتیا کھلی
دل کی کلی نہ تجھ سے گر اے صبا کھلی

اس شعر میں مجھے صرف "تجھ سے" کی تفسیر آپ سے پوچھنا ہے۔ لیکن نتیجہ معلوم!

پردہ ڈالا ہے وہ ٹونے کہ اٹھائے نہ بنے

خوش رہیئے اور کیا کہوں۔

قبلۂ دلِ ستمندان،

تاخیر جواب پر شرمندہ ہوں، لیکن میں اس دوران میں ہرگز اس قابل نہ تھا کہ فرمان گرامی کی تعمیل کر سکتا اور یوں کوئی عریضہ پیش کرنا مناسب نہ تھا۔

میں نے سب سے پہلی فرصت میں ان کو بلا کر آپ کا پیغام پہونچایا اور وہ تمام صورتیں جو تکمیل مقصد کے لئے ضروری ہیں ان کو اچھی طرح سمجھا دیں۔ وہ پہلے ہی سے مطمئن تھے، لیکن اب تو انھیں بالکل یقین ہے اور مجھے امید ہے کہ جناب کی خواہش کے مطابق تمام مراحل طے پا جائیں گے۔

میں ضرور آیندہ دسمبر میں حاضری کی کوشش کروں گا۔ اس سے زیادہ سعادت اور کیا ہو سکتی ہے کہ چند ساعتیں آپ کی صحبت میں گزر جائیں۔

صدیقی، میں سمجھتا تھا کہ آپ کی رنگیں مزاجیاں ضرور کوئی نہ کوئی گل کھلائینگی لیکن یہ بات میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ یہ دولت اتنی مستعجل ثابت ہوگی۔ آپنے تو نہیں لکھا، لیکن مجھے کسی طرح معلوم ہو ہی گیا کہ قصور آپ کا نہ تھا بلکہ ان کا تھا۔ بہرحال یہ بحث فضول ہے کہ جو کچھ ہوا وہ کیونکر ہوا، اب سوچنا یہ ہے کہ آیندہ کیا ہوگا۔ میری رائے اب بھی وہی ہے جو پہلے تھی، حیرت ہے کہ عنقا کے آپ قایل نہیں کیمیا پر آپ کا اعتقاد نہیں، لیکن ان سے وفا کی امید ضرور رکھتے ہیں۔

اخلاق کی تباہی بھی کم افسوسناک نہیں، لیکن جب اس کے ساتھ عزت و دولت بھی شامل ہو جائے تو پھر "گریہ و ماتم" سے بھی کافی اظہار تاسف نہیں ہو سکتا

اگر دل کو گوارا کرے تو چند دن کے لئے کہیں چلے جائیے، جب "لاحول" سے کام نہ چلے تو "ماحول" بدل دینا ضروری ہے۔

مکرمی۔ آپ نے بالکل صحیح لکھا کہ مومن کا سمجھنا آسان نہیں۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اسں کا پڑھنا بھی آسان نہیں۔ اس کے اشعار کا لب و لہجہ خاص ہوتا ہے اور جب تک اسی انداز سے ان کو نہ پڑھا جائے مفہوم پیدا نہیں ہوتا۔ انکا مشہور شعر ہے۔

ان سے پری وش کو نہ دیکھے کوئی
مجھ کو مری شرم نے رسوا کیا

پہلے مصرعہ کو معمولی لب و لہجہ میں پڑھئے تو معلوم ہوگا کہ مومن لوگوں کو منع کر رہا ہے کہ اس کی پری وش کو کوئی نہ دیکھے لیکن حیرت و استعجاب کے لہجہ میں پڑھیں تو مفہوم واضح ہو جائے گا یعنی میں نے تو اس کی طرف اس لئے نہ دیکھا تھا کہ راز محبت ظاہر نہ ہو، لیکن میری یہ احتیاط ہی رسوائی کا باعث ہو گئی کیونکہ ایسی پری وش کو نہ دیکھنا کیا معنی!

غالب کے یہاں نازک خیالی کی کمی نہیں، لیکن وہ تغزل سے کبھی کبھی ہٹ چلتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ فلسفہ طرازی سے کام لیتا ہے تو بالکل چوب خشک ہو جاتا ہے، لیکن مومن کا لوچ وہی رہتا ہے۔ زندگی اور غم دونوں کا لازم و ملزوم ہونا غالب نے اس طرح بیان کیا ہے:-

قید و حیات و بند غم اصل میں دونوں ایک ہیں، موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں؟

بالکل حدیقۂ حکیم سنائی یا پند نامۂ عطار کی چیز معلوم ہوتی ہے۔ لیکن مومن اس خیال کو اسطرح ظاہر کرتا ہے:۔

چھٹ کر کہاں اسیرِ محبت کی زندگی

ناصح یہ بندِ غم نہیں، قیدِ حیات ہے

مفہوم و طرزِ ادا دونوں میں غالب سے بڑھ گیا

مگر شاعرانہ میں تو خیر مومن کا کوئی ہمسر پیدا ہی نہیں ہوا۔ یہ رنگ اسی کی ایجاد تھا اور اسی پر ختم ہو گیا۔

غالب کے یہاں بھی اس کی بعض مثالیں مل جاتی ہیں، لیکن مومن کے تیور کچھ اور ہیں۔ غالب کا مشہور شعر ہے:۔

بہرا ہوں میں تو چاہیئے دونا ہو التفات

سنتا نہیں ہوں بات مکرر کہے بغیر

یہ بکرِ شاعرانہ ہے، لیکن مومن نے اس سلسلہ میں عجیب شاعرانہ نزاکتیں پیدا کی ہیں، کہتا ہے:۔

ہے دوستی تو جانبِ دشمن نہ دیکھنا ۔۔۔ جادو بھرا ہوا ہے تمھاری نگاہ میں

مومن چاہتے ہیں کہ معشوق دشمن کی طرف نہ دیکھا کرے، لیکن ظاہر ہے کہ وہ کیوں ماننے لگا اس لئے مومن نے یہ بہانہ پیدا کیا۔ اسی رنگ کے دو شعر اور سنئے:۔

خواہش مرگ ہو اتنا نہ ستانا ورنہ ۔۔۔ دل میں پھر تیرے سوا اور بھی ارماں ہوگا

درباں کو آنے دینے پہ میری نہ کیجیو قتل　　ورنہ کہیں گے سب کہ یہ کوچہ حرم نہ تھا

مومن کی حقیقی شاعری کا جوہر طنزیات میں کھلتا ہے' یا پھر جلی کٹی میں۔ طنزیات کے بعض شعر ملاحظہ ہوں۔

ہم بھی کچھ خوش نہیں وفا کر کے　　تم نے اچھا کیا بناہ نہ کی

رشکِ دشمن بہانہ تھا، سچ ہے　　میں نے ہی تم سے بے وفائی کی

دوسرے رنگ کے لئے اس کی چھوٹی زمینیں دیکھئے:۔

اب اور سے لو لگائیں گے ہم　　جوں شمع تجھے جلائیں گے ہم
سر دوشِ عدو پہ رکھ کے بیٹھے　　جانا نہ کہ سر اٹھائیں گے ہم
گر تیری طرف کو بیقراری　　کھینچے گی تو لوٹ جائیں گے ہم
بتخانہ جہیں ہو گو ترا گھر　　مومن ہیں تو پھر نہ آئیں گے ہم

جانِ آرزو، محبت نامہ پہونچا اور بالکل خلاف امید پہونچا۔ خفا ہونے کے بعد بات نہ کرنے کا دستور ہے، لیکن آپ کی دنیا میں التفات اور بڑھ جاتا ہے' شکوۂ تغافل پر آنکھیں جھکالی جاتی ہیں، مگر آپ کے یہاں تصداً آنکھیں چار ہونیکا بہانہ ڈھونڈا جاتا ہے۔ سچ ہے۔

مرے شرمندہ کرنے کو ذرا بیباک ہونا تھا

خیر یہ تو جو کچھ ہوا سو ہوا، مگر یہ بتائیے کہ میرے آپ کے اس رابطۂ ”امن ترکمن“

کا حشر کیا ہونا ہے، دیکھئے فلسفہ طرازی سے کام نہ لیجئے گا جس طرح میں صاف صاف باتیں کرتا ہوں، اسی طرح آپ بھی جواب دیجئے۔ ایک بار غالب نے اپنے محبوب سے شکایت کی کہ ——— بزم ناز غیر سے خالی ہونا چاہیئے۔
تو ——— "سن کے ستم ظریف نے اس کو اٹھا دیا کہ یوں"! بالکل ایسا ہی ہی بے لاگ جواب میں بھی چاہتا ہوں، یعنی اگر میرے سوال کا جواب صرف یہ ہو سکتا ہے کہ آپ اس جام ہی کو اٹھا کر زمین پر پٹک دیں، جو اس تعلقِ "کج دار و مریز" کی بنیاد ہے تو خدا خوش ہو یا نہ ہو، میں خوش ہوں، لیکن اگر ایسا نہیں ہے تو میرا یہ کہنا کہ،

آسودہ شبے باید و خوش مہتابے
تا با تو حکایت کنم از ہر بابے

کیوں جرم سمجھا جاتا ہے۔
اگر اسے امتحان سمجھتا تو فیصلہ کا انتظار کرتا، چھیڑ ہوتی تو لگاؤ جانتا، لیکن جب نہ یہ ہو نہ وہ تو پھر میں ہی کیوں ہوں؟

فیصلہ آج کئے لیتے ہیں چل کر اپنا

خط پہونچا، پڑھکر بہت ہنسی آئی، اے، تم کیا ہو،
اچھے اچھوں کو وہ دیوانہ بنا دیتے ہیں
معلوم ہوتا ہے، تمھاری زندگی میں ان کے متعلق یہ پہلا تجربہ ہے، ہم لوگوں سے پوچھو سو اب نئے زخم کے لئے دل میں کوئی جگہ باقی نہیں رہی۔ شیروں میں بعض شیر مردم خوار

ہو جاتے ہیں تم نے سنا ہوگا، انسانوں میں یہ انسان خوار بھی ہے اور دوست خوار بھی۔ میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ ہوشیار رہنا، لیکن تم نہ مانے ان کی باتوں میں آگئے اب مجھ سے تدبیر پوچھتے ہو۔ اگر وہاں تدبیر کارگر ہوا کرتی تو اتنے گھر کیوں تباہ ہوتے اب تو تمھیں صبر کر لینا چاہئے، لیکن اگر یہ ممکن نہیں تو پھر وہیں جاؤ، وہ تمھیں خودکشی کی بھی کوئی اچھی صورت بتا دیں گے۔

مکرمی۔ عنایت نامہ کا جواب غیر معمولی تاخیر سے جا رہا ہے، معذرت خواہ ہوں۔ لکھنؤ کے دورِ متاخرین میں جلال کا سا اندازِ بیان، امیر کا کیا ذکر ہے، متوسطین میں آتش کو بھی نصیب نہ ہوا۔ اور اس حیثیت سے کہ خارجی و داخلی دونوں رنگ اسکے یہاں پوری طرح رچے ہوئے ہیں، مجھے تو دہلی میں بھی کوئی نظر نہیں آتا۔ وہ نہ صرف فن کا بادشاہ تھا بلکہ جذبات نگاری کا مالک تھا۔ یقیناً اس میں نہ مومن کا رنگ ہے نہ غالب کے سے تیور نہ آتش کا سا جوش و خروش ہے، نہ مصحفی کی سی حلاوت، نہ جرأت کا سا کھل کھیلنا ہے، نہ میر و درد کی سی فتادگی لیکن پھر بھی ایک چیز ایسی ہے جو تھوڑی دیر کے لئے ان سب کو بھلا دیتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ لکھنؤ کا خارجی رنگ اس میں پوری طرح پایا جاتا ہے لیکن اس کا اسلوبِ بیان ایک ایسی دلکش بیک گرونڈ پیدا کر دیتا ہے کہ گہرائیوں کی جستجو کرنے والے بھی ایک بار سطح پر ٹھہر کر محو ہو جاتے ہیں۔ رہی زبان کی صحت و پاکیزگی سو اس باب میں اسکی احتیاط سے کون واقف نہیں اس کے یہاں یقیناً محبت کی کوئی ٹیس نہیں ہے، کوئی تڑپا دینے والا درد

نہیں ہے کوئی ایسا نشتر نہیں ہے جو دل میں پیوست ہو جائے۔ اس کے یہاں تمام باتیں وہی ہیں جو آنکھ لڑانے اور آنکھ لگ جانے کے سلسلہ میں پیدا ہوتی ہیں وہی گھاتیں اور لگاوٹیں ہیں جو محبت کی ادنیٰ قسم میں پائی جاتی ہیں، یعنی اس کا کلام جو فضا پیش کرتا ہے وہ وہی زہرِ عشق والی فضا ہے کہ:۔

جس محلہ میں تھا ہمارا گھر وہیں رہتا تھا ایک سوداگر

اس کی ایک ماہ جبین لڑکی تھی، جس سے آنکھ لڑ گئی، آپس میں خط و کتابت ہوئی، ملنے کے بہانے ڈھونڈھے گئے، کبھی کامیابی ہوئی کبھی ناکامی، کامیابی ہوئی تو سرشاری وصل کی لذتوں کا ذکر ہونے لگا، ناکامی ہوئی تو گلہ شکوہ شروع ہو گیا چند دن یہی ہنگامہ رہا اور آخر کار جب محبت کے حوصلے نکل گئے، یا محبوبہ کہیں چلی گئی یا مر گئی تو صبر کر کے بیٹھ گئے

ظاہر ہے کہ محبت کی اس دنیا میں جو جذبات پیدا ہوں گے ان میں کوئی گہرائی نہ ہوگی اور نہ وہ شاعری میں کوئی مستقل نقش چھوڑ جائیں گے، لیکن جلالؔ کا کمال یہی ہے کہ اس نے اسی فضا کی شاعری میں محض اپنے انداز بیان سے وہ باتیں پیدا کی ہیں کہ ہم اس کی داد دینے پر مجبور ہوتے ہیں۔ جلالؔ کا ایک شعر ہے:۔

دل سے تنگ آئے ہیں ہم جوشِ جنوں کا کیسا
یوں گریباں نہیں کیا پھاڑتے سودا کیسا

کہنے والے نے تو خیر کسی اور موقع کے لئے کہا ہوگا، لیکن میں اس کو جلالؔ کی شاعری پر منطبق کر کے دیکھتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس سے بہتر تبصرہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

یعنی اس کی شاعری جوش جنوں کی شاعری نہ تھی بلکہ دل سے تنگ آجانے کی تھی۔ اور اگر اس نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو ہم کو ماننا پڑے گا کہ اس کی "گریباں چاکی" کم دلچسپ نہیں ہے اسی زمین کا ایک اور شعر سنئے۔

اپنا ہاتھ اپنی چھری اپنا گلا ہر ایکدن خنجر بازوِ قاتل کا بھروسہ کیا

بالکل لکھنؤ کے خارجی رنگ کا شعر ہے لیکن الفاظ کی نشست اور اسلوب بیان نے ایک بات پیدا کر دی ہے، جس کو ہم نظر انداز نہیں کر سکتے۔

جلال کے ہم عصر داغ و امیر کو تو چھوڑئیے کہ ان کے یہاں بے معنی تصنع کے سوا کچھ نہیں، لیکن داغ و جلال کا انفرادی رنگ کا علٰحدہ علٰحدہ متعین کرنا مشکل ہے، دونوں کے یہاں زبان ہے، سلاست ہے تیکھا پن ہے، وہی کوٹھوں کی باتیں ہیں اور وہی چھوٹے چرچلے۔ تاہم اگر دونوں کا غائر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ داغ کبھی کبھی بالکل آپے سے باہر ہو کر ایسی نیچی سطح پر آجاتے ہیں جہاں "مٹی کے بھی ملے تو رداہی شباب میں" لیکن جلال کے یہاں ایک شعر بھی ایسے رکیک ذوق کا نہ ملیگا۔ گلزار داغ کا داغ تو بیشک جلال سے ملتا جلتا ہے، لیکن آفتاب داغ کا داغ جلال سے علٰحدہ ہے۔

وہ رنگ جس میں دونوں مشترک نظر آتے ہیں یہ ہے:۔

مری داستانِ فراق نے عجب وصل طرفہ مزا دیا کہیں میں نے رو کے ہنسا دیا کہیں اس نے ہنس کے رلا دیا

کب آئیگا کوئی مجھ تک جواب دیتا جا تسلیاں بھی تو اے اضطراب دیتا جا

نہ خوفِ آہ بتوں کا نہ ڈر ہے نالوں کا　　بڑا کلیجہ ہے ان دل دکھانے والوں کا

سیکڑوں بار انھیں پہنا دئے ہونگے ہم نے　　کیا اگر قبر پہ دو پھول چڑھا جاتے ہیں

خوش نصیب اس سے زیادہ کوئی دنیا میں نہیں　　پیار سے جس کو وہ کمبخت کہا کرتے ہیں

کہدیں تم سے کون ہیں کیا ہیں کہاں رہتے ہیں ہم　　بیخودوں کو اپنے جب تم ہوش میں آنے بھی دو

چونکا رہا ہوں وصل کی شب بخت تو نہیں　　کچھ نیند ہے شباب کی کچھ خواب ناز ہے

دعوے کرتے تو ہو وفا کا جلال　　دیکھو وہ شوخ بے وفا نہ سنے

تمھاری بزم میں ہم خود سنبھل جاتے یہ مشکل تھا　　تمھیں بیتاب کرتے تھے تمھیں پھر تھام لیتے تھے

ہم پھر ان کے روٹھ جانے پر فدا ہونے لگے　　پھر ہمیں پیار آگیا جب وہ خفا ہونے لگے

ہائے قاتل نے ہمیں کو نہ کیا قتل جلال　　مجرم آخر وہی ٹھہرا جو گنہگار نہ تھا

لیکن کبھی کبھی جلال اس رنگ سے ہٹ کر بھی کہہ جاتا ہے، ملاحظہ ہو،

رگِ گلو ہے جبکہ یارِ جاودانی کی　　صدا قریب سے آتی ہے لنترانی کی

میں شوقِ دید میں کیا جانے کتنی دور آیا　کھلی جبھی آنکھ دیں جب قریبِ طور آیا

اور یہیں سے وہ شاید داغ سے متاثر ہو جاتا ہے۔

یہ رنگ حقیقتاً مصحفی کا پیدا کیا ہوا تھا جس کو آتش نے خوب نبھایا اور ناسخ نے بھی گاہے گاہے اسطرف توجہ کی مثلاً

اڑا کے ساتھ یہ مشتِ غبار لیتا جا　　مجھے رکاب میں او شہسوار لیتا جا

فرصت ہوئی تو کسی وقت داغ و جلال کا موازنہ کروں گا۔ امیر و داغ کا موازنہ کرکے خواہ مخواہ لوگوں نے وقت ضایع کیا۔

صدیق محترم۔ کیا کہوں، کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ سمجھ میں تو آتا ہے لیکن کہوں کس سے آپ سے جو بغیر کہے سب کچھ سمجھ جائیں اور اگر کوئی کہے تو میں کیا فخر رازی کی بات بھی نہ مانیں!

انقیاد و اطاعت کا تعلق صرف دل سے ہے، پھر یہ کیا تماشہ ہے کہ آپ نے ہاتھ پاؤں باندھ دینے کا تام اقتدار رکھا ہے، آپ قطع زبان کرکے "نہیں" سننے میں کامیاب ہو سکتے ہیں، آنکھیں پھوڑ کر نگاہ کی خشمگیں سے محفوظ رہ سکتے ہیں، لیکن دل کو کیا کیجیے گا۔ ذہن و خیال کو کیونکر اپنا بنایئے گا۔ اعتقاد و یقین کو کسطرح اپنی طرف مائل کیجیے گا، ذہن و وجدان کو کس تدبیر سے غلام بنایئے گا۔ آپ میری زنار توڑ ڈالیے، لیکن میری پیشانی کے اندر چھپے ہوئے سجدہ ہائے صنم کو کیا کیجیے گا۔

پھر آپ یقین کیجئے کہ اس وقت جس فضا کی طرف سے آپ مطمئن نظر آتے ہیں، وہ بدستور گرد آلود ہے۔ آپ کو نہیں لیکن مجھے معلوم ہے کہ اس سکون میں کتنا اضطراب پنہاں ہے اور اس ساکن سطح کے نیچے کتنا زبردست طوفان پوشیدہ ہے!

اب بھی وقت ہے اور آپ چاہیں تو آسانی سے ان خندقوں کو پر کر سکتے ہیں جو آپ نے اپنی راہ میں کھود دی ہیں، لیکن میں جانتا ہوں کہ آپ کے احباب جن سے زیادہ دشمن آپ کا کوئی نہیں ہو سکتا، آپ کو یہ کبھی نہ سمجھنے دیں گے اور آخرکار وہ سب کچھ ہو کر رہے گا جس سے میں خائف ہوں اور آپ مطمئن۔

کرم گسترا، یاد فرمائی کا شکریہ، یقیناً مجھ سے ان سے رسم و راہ ہے لیکن نہایت معمولی، یعنی

محفلِ غیر میں گاہے سرِ راہے گاہے

تاہم فرمایئے تو سہی، معاملہ کیا ہے۔ میں اگر خود نہ کہہ سکوں گا تو دوسرے ذرائع اختیار کروں گا۔

ہاں آحسن صاحب ضعیف بھی ہو گئے ہیں اور گمنام بھی۔ اب سے تقریباً ایک سال قبل میں ایک صاحب کے ساتھ ان سے ملنے گیا تھا۔ بالکل گوشہ نشین ہیں اور یہ دیکھ افسوس ہوا کہ دنیا ان پر کافی تنگ ہے۔ صحت کی طرف سے تو ان کو شاکی نہیں پایا، لیکن کس مپرسی کی حالت میں جو اندرونی آزار پیدا ہو جاتا ہے اس میں ضرور مبتلا ہیں، میں آپ کا پیام ضرور ان تک پہونچا دوں گا، لیکن مجھے یقین نہیں کہ وہ

اب اتنے طویل سفر کے لئے آمادہ ہوں۔ علاوہ اس کے یوں بھی ان کو اس کام کیلئے آمادہ کرنا جس کی موجودہ اہمیت کے لحاظ سے وہ اب "پرانی جنتری" کی حیثیت رکھتے ہیں، کچھ بیہودہ نہی سی بات معلوم ہوتی ہے۔ بہرحال میں کہہ ضرور دوں گا اور جو جواب ملے گا اس کی اطلاع بھی آپ کو دیدوں گا، لیکن مجھے امید نہیں کہ جو آپ چاہتے ہیں وہ پورا ہو ——— والسلام

اللہ، اللہ، یہ نیاز نوازیاں! کدھر سجدۂ شکر ادا کروں۔ میں اور دنیا کا غم مول لینے کے لئے کسی اور در پر جاؤں، کیا خوب!

من و نگاہ تو با نیشتر چہ کار مرا ؟

کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ فطرت نے تمہاری تخلیق کس ساعت اور کس حال میں کی ہے۔ ایک بار داغ نے کچھ ایسی ہی کیفیت کے ماتحت اپنے محبوب کا تجزیہ ان الفا میں کیا تھا۔ لکھتا ہے:۔

شریر آنکھ، نگہ بیقرار، چتون شوخ
تم اپنی شکل تو پیدا کرو حیا کے لئے

لیکن تمہارے سمجھنے کے لئے یہ بھی ناکافی ہے۔ فارسی کا ایک شاعر بھی گھبرا کر بس یہ کہہ اٹھا تھا:۔

چشم اگر این ست ابرو این و ناز و عشوہ این
الفراق اے ہوش و تقویٰ الوداع اے عقل و دیں

ین تمھاری تصویر اس میں بھی نظر نہیں آتی۔
دیکھا، میری نگاہ میں تمھارا کتنا بڑا مرتبہ ہے، لیکن باوجود اسکے میں تم سے گھبراتا ہوں۔ یہ کیا بات ہے۔ تو کیا میں سے ڈرتا ہوں؟ نہیں ڈر کی کیا بات ہے۔ "دل پر تو ہے قابو اپنا" — تو کیا میں تمکو برا جانتا ہوں۔ یہ بھی غلط ہے کیونکہ برا جانتا تو یہ کیوں کہتا کہ تمھارا فریب خوردہ نہیں ہوں۔
پھر کیا ہے؟ تم جانتے ہو لیکن کہو گے نہیں، میں اگر جانتا بھی ہوں تو کس زبان سے کہوں۔

بیداد تواں دید و ستمگر نتواں گفت

بہر حال مدعا یہ ہے کہ میں باوصف ان تمام اعترافات کے اپنے آپکو "عرض نیاز عشق" کے قابل نہیں پاتا اور تعمیل ارشاد سے معذور ہوں۔

نیاز نوازا۔ یہ آپ نے کیا فرمایا۔ میں آپ کے ہوتے ہوئے پریشان ہوں

ہر کہ با نوح نشیند چہ غم از طوفانش

زندگی میرے نزدیک نام ہے ناکافی دلایل کے ذریعہ سے کسی نتیجہ پر پہونچنے کا، یعنی مسبب الاسباب ہو یا نہ ہو، لیکن ہمارے لئے اسباب پیدا کرنا ضروری ہے۔ پھر آپ ہی بتایئے کہ جب جینا ایسا خشک و سنجیدہ مشغلہ ہو تو پھر اس میں مسرت و دلچسپی کا سوال کیسا؟
پیدائش و موت دونوں کا کوئی علاج نہیں سوائے اسکے ان کے درمیانی وقفہ

سو کسی نہ کسی طرح گزار دیا جائے۔ آپ نے صبح کو پنکھڑیوں کے کنارے شبنم کے قطروں کو تھرتھراتے دیکھا ہوگا۔ بس زمانہ کے ساتھ زندگی کا یہی تعلق ہے۔ غالب لکھتا ہے

اے شمع تیری عمرِ طبیعی ہے ایک رات
ہنسکر گزار یا اسے روکر گزار دے

یہ بھی خیال کی پستی ہے ہنسنے یا رونے کا کیا ذکر، صرف سوال "گزار دینے" کا ہو اور اس احساس سے بالکل بے نیاز ہو کر کہ ہنسنے یا رونے کا واقعی کوئی سبب دنیا میں ہوا کرتا ہے یا نہیں۔

جس طرح موسیقی کا وجود ضابطہ و پیمائش کا اتنا محتاج نہیں جتنا سامعہ یا حسنِ ذوق کا، اسی طرح زندگی بسر کر دینے کے لئے کوئی خاص اسلوب درکار نہیں، بلکہ صرف تھوڑا سا سلیقہ چاہیئے ـــــ اپنے آپ سے گزر جانے کا! مجھے حیرت ہوتی ہے کہ لوگ زندگی کا شمار سالوں سے کرتے ہیں۔ درانحالیکہ بعض لوگ صرف ایک دن میں یہ جھگڑا ختم کر جاتے ہیں۔ صبح کو زندگی وجود میں آئی اور شام تک وہ بوڑھے ہوگئے۔

سو حضرت مجھ سے آپ کبھی یہ نہ پوچھئے کہ زندگی کسطرح بسر کر رہا ہوں، دنیا کے عام اصول کے لحاظ سے میں کبھی خوش نہیں رہا اور نہ رہوں گا، لیکن میرے نزدیک مسرت و غم دونوں اعتباری چیزیں ہیں، اس لئے میں اپنے غم کو بھی مسرت بنا لیتا ہوں یہ سوچکر کہ دنیا میں مجھ سے زیادہ غمگین دل رکھنے والے موجود ہیں۔

ہاں، اس دوران میں کچھ صحت خراب ہو گئی تھی، لیکن نہ ایسی کہ آپ کو لکھتا

بہر حال اب اچھا ہوں، زندہ ہوں اور آپ کی پرسش کا سپاسگزار

مکرمی - گرامی نامہ پہونچا - شکایت کا شکریہ - شکریہ اس لئے کہ بحمداللہ آپ نے میری بدتمیزی کو پہچان لیا - مشہور بات ہے کہ "جو کام خود کر سکتے ہو اسے دوسروں سے نہ لو" میرا اصول یہ ہے کہ "جو کام دوسرے بھی کر سکتے ہیں، اسے کرو ہی نہیں"۔ پھر ایسی صورت میں مجھ سے یہ توقع رکھنا کہ میں اس کام کے کرنے پر آمادہ ہو جاؤں گا جسے ہر چلتا پھرتا آدمی کر سکتا ہے، سراسر ظلم ہے۔
یقیناً آپ کے اعتماد کو صدمہ پہونچا ہوگا، لیکن مجھے بھی اس سے صدمہ پہونچا کہ آپ نے کیوں مجھے معمولی انسان کی حیثیت سے قابل اعتماد سمجھا۔ داغ کی بازاری شاعری کی اگر کوئی ادا مجھے پسند تھی تو صرف یہ کہ :-

اور ہوں گے تری محفل سے ابھرنے والے

اسکو "انفرادیت" کہتے ہیں جو اس دور جمہوریت میں بھی خاص اہمیت رکھتی ہے۔
"مجھے لوگوں کو تکلیف پہنچا کر لذت آتا ہے"۔ آپ کے اس الزام کا جواب میرے پاس سوائے سکوت کے اور کچھ نہیں خواہ اس سے آپ کی تکلیف میں اضافہ ہی کیوں نہ ہو۔

اللہ اللہ! یہ برہمی! خوبصورت پیشانی کی یہ خوبصورت شکنیں! پھولوں سے رخساروں کے نیچے یہ دہکتی ہوئی آتش گل! یہ بڑی بڑی سیاہ آنکھوں

سے نکلنے والے شعلے !!

معاذ اللہ!

آتشم تیز است و داماں می زنم

ہاں، ہاں، میں چنگیز ہوں، ہلاکو ہوں، نیرو ہوں اور وہ سب کچھ ہوں جو آپکے "لب لعلیں" مجھے بنا دیں۔ لیکن یہ بالکل غلط ہے کہ میں محبت کی اس منزل سے گذر رہا ہوں جہاں نہ شکوہ و شکایت کی گنجائش ہے نہ شکر و تہنیت کی۔

مجھ پر افسردہ و ملول ہونے کا طعن کیا جاتا ہے لیکن تھوڑی دیر کے لئے آپ ہی کی نگاہیں جھک جائیں تو کیا قیامت آجاتی! میں نگاہ سے بھی محروم ہوں اور تمنا سے بھی، لیکن یکسر گناہگار! لیکن وہ جو نہ نگاہ سے محروم ہے نہ تمنا سے سراپا معصوم! یہ کیا انصاف ہے یہ کیا شیوۂ دلربائی ہے۔

خرمنِ دل گو ہماں شمع وفا باید نہ برق

خاطرِ پروانہ از ہر آتشے خرسند نیست

بیشک آپ نے جواب کی خواہش نہ کی تھی، لیکن یہ کیا ضرور ہے کہ میں آپکی ہر خواہش کو پورا کروں جبکہ آپ میری ایک خواہش بھی پورا کرنے کے لئے آمادہ نہیں۔ اس کے جواب میں مجھ سے اس خواہش کی صراحت کا مطالبہ نہ کیجیے گا، ورنہ پھر میں بے اختیار ہو جاؤں گا اور یہ آپ کو معلوم ہی ہے کہ۔

بادشدگاں ہر کہ در افتاد بر افتاد

بہر حال، صلح و آشتی کو کافی زمانہ گزر چکا ہے اب کچھ دن لڑائی میں بسر ہونے

دیجئے۔ کیا حریم ناز کی اونچی اونچی دیواروں سے سر پھوڑنے کا کام نہیں لیا جا سکتا؟
اور پھر یہ کہ آپ کا اس میں نقصان ہی کیا ہے۔

عہد وفا ز سوئے تو نا استوار بود
بشکستی و ترا بہ شکستن گزند نیست

بجا ارشاد ہوا۔ یہ سارا فتنہ میرا ہی پیدا کیا ہوا ہے، میں ہی اُدھر سے
دامن کشاں گزر جاتا ہوں اور میرے ہی لئے۔

غبار اُٹھ اُٹھ کے رہ جاتا ہی اکثر خاک بسمل کا

کیوں بنا بنایا گھر بگاڑتے ہو، کیوں دنیا کے امن وسکون کو غارت کرتے
ہو، اور وہ کیوں بات کرتے ہو جو شیوۂ مردانگی کے خلاف ہے۔

"زیادہ محبت" کا سلیقہ عورت ہی کو حاصل ہے۔ اسی لئے جب وہ روٹھتی
ہے تو مشکل سے منتی ہے اور مرد کا اعتبار من جانے کے بعد نہیں۔

بیشک میں نے تمھاری برائی کی، تمھیں کو قابلِ الزام قرار دیا، لیکن کیا
واقعی تم بُرے نہیں ہو، کیا غلطی کی ابتدا ہمیشہ تمھاری طرف سے نہیں ہوتی؟ میں
تمھارا دوست ہوں، عاشق نہیں۔ تم تو کسی سے عشق کر کے بھی اندھے نہ ہوا اور میں
بغیر عشق کے تمھارے لئے آنکھوں پر پٹی باندھ لوں، کیونکر ممکن ہے؟

یہ تمھاری پہلی محبت ہے اس لئے اسے تو یکسر قربانی ہونا چاہیئے۔ اسکے بعد
جب کسی دوسرے سے محبت کرنا تو فلسفہ چھانٹنا یا سودا کرنا، تمھیں اختیار ہے۔

میری قوتِ فیصلہ کمزور سہی، لیکن آپ کے اخلاق بھی کچھ زیادہ قوی نہیں ہیں۔ تم کسی کی محبت سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو اٹھاؤ، لیکن میری دوستی سے اس کی توقع نہ رکھو۔۔۔ اب اگر تم معذرت خواہ بنکر آنے میں حجاب کرتے ہو تو کیا میں ان کو "شرمسار و سوگوار" لے آؤں۔ کچھ تو سوچو کہ جس نے تمھارے لئے ساری دنیا چھوڑ دی، اس کے ساتھ تم کیا سلوک کر رہے ہو جوانی کا خون اور اتنا ٹھنڈا! حیرت ہے!

صدیقی۔ نومولود مبارک۔ خدا کرے تمناؤں کے ساتھ بڑھے اور کامیابیوں کے سایہ میں پروان چڑھے۔ طلعت سے کہدینا کہ یہ میری دعاؤں کا نتیجہ ہے، میری امانت ہے، میرا جگر گوشہ ہے، اگر اس کی پرداخت میں ذرا بے توجہی سے کام لیا تو آکر چھین لوں گا اور ماں باپ میں سے کسی ایک کی نہ سنوں گا۔

کس قدر دل بیتاب ہے کہ اس کو آکر دیکھوں، اس کی غوں غاں سنوں اور بھینچ بھینچ کر خوب پیار کروں۔ لیکن توقع نہیں کہ یہ آرزو جلد پوری ہو کیونکہ بعض حالات کی بنا پر فی الحال میرا یہاں سے نکلنا دشوار ہے اور طلعت کو اس قدر جلد بلانا مناسب نہیں۔ ہوسکے تو تصویر بھیجدو، لیکن تنہا نہیں، ماں کی آغوش میں۔

بھئی، مجھے کیا معلوم تھا کہ چاہوں گا اچھا اور ہو جائے گا بُرا۔ بخدا میری

نیت صرف یہ تھی کہ کسی طرح ان دونوں میں صلح ہو جائے، لیکن وہاں تو قیامت برپا ہو گئی، آستینیں چڑھ گئیں، منھ سے جھاگ اڑنے لگا، اور اگر خاں صاحب موجود نہ ہوتے تو شاید خون کے فوارے جاری ہو جاتے۔ لاحول ولا قوۃ، کسقدر خفیف ہوا ہوں اور کتنی ملامت کی ہے میں نے اپنے آپ پر۔

بیشک تم نے سچ کہا تھا کہ حالت، دوا اور دعا دونوں سے گزر چکی ہے، لیکن مجھے کیا خبر تھی کہ جب انسان انسانیت سے گذر جاتا ہے تو وہ اتنا شدید حیوان بنجاتا ہے۔ تم نے سنا ہوگا کہ انھوں نے واپس جاکر میرے متعلق کیا کہا۔ میں اس سے زیادہ ملامت کا مستحق ہوں۔ وہ جو کہیں گے سنوں گا اور جو سنائیں گے اسے برداشت کروں گا، آیندہ کے لئے میں نے کان پکڑے، اگر گوشت سے ناخن جدا ہو رہا ہوگا تو بھی منھ پھیر لوں گا۔

میرے پاس یوسف کا کوئی خط نہیں آیا اور مجھے مطلق علم نہیں کہ وہ کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔ عرصہ ہوا کسی سے سنا تھا کہ وہ کشمیر میں ہیں اور کوئی کاروبار کر رہے ہیں۔ اکرام سے پوچھو شاید انھیں کچھ علم ہو۔

مکرمی۔ تسلیم۔ عنایت نامہ کا شکریہ۔ میری رائے میں شعر کا مطلب یہ نہیں ہے۔

ضبطِ فغاں گو کہ اثر تھا کیا　　حوصلہ کیا کیا نہ کیا، کیا کیا

"ضبطِ فغاں نے اثر کیا تھا" یہ مطلب آپ نے کہاں سے نکالا اور دوسرے مصرع

سے اس کا کیا تعلق ہے۔ اسکو یوں پڑھئے:۔

ضبطِ فغاں — گو کہ اثر تھا — کیا

یعنی ہر چند فغاں میں اثر تھا لیکن ہم نے ضبط سے کام لیا۔ اب دوسرا مصرعہ اس سے مربوط ہو گیا یعنی ہم نے کیا کیا کہ یہ حوصلہ کیا۔ مطلب یہ کہ باوجود فغاں میں اثر ہونے کے ہم نے ضبط سے کام لیا اور اب اسپر افسوس کرتا ہو کہ ایسا کیوں کیا

اس میں شک نہیں کہ مومن کا یہ انداز بسا اوقات بڑی الجھن میں ڈالدیتا ہے، لیکن اگر محذوفات و روابط کو سمجھ کر غور کیا جائے تو اشکال دور ہو جاتا ہے۔ اسی زمین کا ایک شعر ہے:۔

جائے تھی تیری مرے دل میں سو ہے   غیر سے کیوں شکوۂ بیجا کیا

مدعا صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ "غیر کے دل میں تیری جگہ کبھی تھی ہی نہیں" لیکن پورے شعر میں اسکا کہیں ذکر نہیں لیکن۔ اس کو ظاہر کیا کہ اس انداز سے کہ "جائے (جگہ) تھی تیری مرے دل میں سو ہے"

مومن کے یہاں اس میں شک نہیں بعض جگہ نہایت نامناسب تعقید یں پائی جاتی ہیں مثلاً۔

یہی حالت رہی آٹھوں پہر تجھ بن کہ دم الٹے
سحر تک شام سے دل صبح سے تا شام لیتا تھا

اسکی نثر یوں ہو گی:۔ " تجھ بن آٹھوں پہر یہی حالت رہی کہ دل شام سے سحر تک اور صبح سے تا شام الٹے دم لیتا تھا"۔ لفظ الٹے پہلے مصرعہ میں آیا ہے اور لیتا

تھا دوسرے مصرعہ کے آخر میں۔ کتنی سخت تعقید ہے۔

گرامی جناب، والا نامہ کل شام کی ڈاک سے ملا۔ وقت نہ تھا ورنہ اسیوقت جواب دیتا، آج صبح سے اس فکر میں ہوں کہ میاں صاحب کے آستانہ تک پہونچنے کی تدبیر اختیار کروں۔ آپ کہیں گے اس میں تدبیر کی کیا ضرورت ہے۔ بارگاہ میں اطلاع کرائی اور جا کر قدمبوس ہو گئے۔ بالکل درست، لیکن اس گستاخی کی ہمت کیونکر پیدا کروں۔ میری ہر ہر سانس آلودۂ گناہ، ان کے جسم کا ریشہ ریشہ مریم پناہ! اگر انھوں نے برہم ہوکر کوئی بددعا دیدی (گو اس کا امکان کم ہے) تو سمجھئے پانی سر سے گزر گیا اور اگر دعا دی (جس کا امکان زیادہ ہے) تو نماز میں پڑھتے پڑھتے مر گیا، چلئے چھٹی ہوئی۔ ان کے ساتھ آپ کی عقیدت کے جو اسباب بھی ہوں مجھے معلوم نہیں، لیکن میں تو اتنا جانتا ہوں کہ وہ صوفی بھی ہیں اور شمس العلماء بھی۔ دنیا کو ایک صوفی ہی سے پناہ نہیں مل سکتی، چہ جائیکہ وہ شمس العلماء بھی ہو۔ سانپ اور وہ بھی کالا! معاذ اللہ!

نہ بد رجستہ شرار و نہ بجا ماندہ رماند
سوختم لیک ندانم بچہ عنوانم سوخت

بہرحال خلاصہ یہ ہے کہ وہاں حاضری دینا میرے امکان سے باہر ہے۔ میں انکے آداب سے نا آشنا، وہ میری آزادہ روی سے ناواقف۔ وہ حافظ کے ساغرِ مے کو بھی جامِ کوثر سمجھنے والے، میں کوثر و سلسبیل سے بھی جوازِ بادہ کی تاویل کرنیوالا،

میراان کا کیا میل!

کچھ عرصہ ہوا اُن کے ایک اور معتقد مجھ سے آکر ملے اور دیر تک مدح سرائی کے بعد کہنے لگے کہ صرف میاں صاحب کی دُعا سے میرا تبادلہ ایک دوسرے دفتر میں ترقی کے ساتھ ہو گیا ہے' میں سُنکر خاموش ہو رہا، لیکن تکلیف بہت ہوئی۔ اتفاق دیکھئے کہ دوسرے ہی روز وہ اپنی اصلی جگہ پر واپس کر دئے گئے میں نے ان سے سبب دریافت کیا تو دبی زبان سے کہا کہ کسی وجہ سے میاںصاحب ناخوش ہو گئے تھے۔ پھر بتایئے کہ جس شخص کا "غمزۂ ناہید" اسطرح دفعتاً "قہر مریخ" میں بدل جائے۔ ایسے "قہرمان مقدس" کے پاس جانے کی کیا صورت ہو۔ میں بصد ادب معافی چاہتا ہوں۔

قبلۂ آرزوئے من مقصدِ جستجوئے من

گرامی نامہ پہونچا۔ اس دل پرسی کا شکریہ کیونکر ادا کروں۔ وہ الفاظ کہاں ڈھونڈوں جو میرے جذبات کے آئینہ دار ہوں' خاموشی کی بلاغت کا قایل ہوں، لیکن۔ " یہ حوصلۂ ضبط کہاں سے لاؤں "

میں اچھا ہوں اگر مطلق زندگی کو " اچھا " کہہ سکتے ہیں لیکن روح جس دور سے گذر رہی ہے وہ یہ ہے:۔

بر طاق گزار خواه در خاک فگن

ما شیشۂ سرنگونِ مے ریختہ ایم

حالانکہ یہ بھی غلط ہے۔ یہاں شیشے میں تھا ہی کیا کہ خالی کیا جاتا۔ اسلئے سوال یاس و ناامیدی کا نہیں بلکہ نااہلیت و عدم استحقاق کا ہے۔ امید کے اسباب ہی نہیں تو ناامیدی کیسی۔

اس سے زیادہ خوش بختی اور کیا ہوسکتی ہے کہ کچھ زمانہ آپ کی معیت میں بسر ہو۔

اے خوشا وقتے کہ صرفِ راہ استغنا شود

لیکن ایسے وصل سے احتراز ہی اچھا جو "تابِ مہجوری" چھین لے، آنے کو تو آپ کے پاس آجاؤں، لیکن واپس آکر کیا حال ہوگا۔ اس کا خیال بھی جانگداز ہے۔

میرے لئے یہ احساس کیا کم فخر ہے کہ۔

ہر کہ رو سوئے تو دارد بہ جہاں قبلہ نماست

دنیا میں آپ کا کہلاتا ہوں اور ساری دنیا اپنے آپ میں پاتا ہوں۔ اس سے زیادہ اور کیا چاہیئے۔

ایام دولت مستدام!

مکرمی۔

کچھ نہ پوچھئے کہ یہ خبر سُنکر دل کی کیا حالت ہوئی۔

خورشید خرامید و فروغے بنظر ماند

مرحوم کی صحت پر بھی دنیا رشک کرتی تھی اور اب اُنکی موت پر بھی رشک کرے گی۔ میں کیا شاید کسی کو بھی علم نہ تھا کہ وہ ضغطۂ قلب میں مبتلا ہیں۔ وہ خود تو یقیناً جانتے ہوں گے، لیکن میں نے آجتک اُنکی زبان سے کبھی اسکی شکایت نہیں سُنی۔ وہ موت کی آغوش ہر وقت کھلی ہوئی دیکھتے تھے، لیکن حرکت وعمل کا یہ عالم تھا کہ گویا کبھی مرنا ہی نہیں۔

آخری وقت ان سے یہیں لکھنؤ میں ملاقات ہوئی تھی، وہی کس بل، وہی عزم و ارادہ، وہی اضطرابِ کار، وہی جذبۂ اقدام، ہنسکر پوچھنے لگے "آجکل کیا کر رہے ہو" میں نے کہا "کچھ نہ کرسکنے کے احساس کو تیز کر رہا ہوں"! کہنے لگے "یہ تو بُری بات ہی" میں نے عرض کیا کہ "ایسی اچھی بات ہے کہ جواب نہیں"—— ہنس پڑے۔ پھر دیر تک اپنی جدید تصنیف کا ذکر کرتے رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بڑے بلند انسان تھے، آپ کی دعائے مغفرت سے زیادہ بلند۔

بندگانِ عالی —— مثنوی مولانا روم کے متعلق میری رائے آپ سے کیا ساری دنیا سے مختلف ہے۔ نظم و زبان کے لحاظ سے اس کا کوئی پایہ نہیں اور معنوی حیثیت سے بھی مجھے اس میں کوئی خاص بات نظر نہیں آتی۔ کہانیوں کے ذریعہ سے اخلاق کا درس دینا بڑی پرانی چیز ہے اور ہر قوم کے لٹریچر میں اسکا وجود پایا جاتا ہے، لیکن وہ کتابیں جو کہانیوں کو حقیقت کے رنگ میں پیش کرتی ہیں میرے نزدیک سخت مضرت رساں ہیں اور انھیں میں سے ایک مثنوی مولانا روم بھی

ہے آپ دیکھیں گے کہ جتنی حکایتیں اس کتاب میں نظر آتی ہیں انھوں نے عوام کیا بعض خواص کی نگاہوں میں تاریخی اہمیت حاصل کرلی ہے اور اسطرح ہمیں واہمہ پرست بنانے میں اس کتاب نے بھی بڑی مدد کی ہے۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ اس میں جن روایات و احادیث سے استناد کیا گیا ہے وہ بھی سب کی سب موضوع وضعیف ہیں اور ایسا ہونا لازم تھا کیونکہ جب تک صنمیاتی رنگ نہ پیدا کیا جاتا جاہلوں کے لئے اس میں دلچسپی پیدا نہ ہوتی لیکن کیا "دلچسپی" "افادیت" سے زیادہ مہتم بالشان چیز ہے۔ بہرنوع میری رائے میں یہ یکسر تخریبی لٹریچر ہے اور اس کا مطالعہ کسی طرح مفید نہیں ہوسکتا۔

رہ گیا تصوف، اس میں شک نہیں کہ وہ اس رنگ سے خالی نہیں لیکن ایک ([illegible]) چیز ہونے میں مجھے بہت شک ہے کیونکہ اس میں نہ خیال کی گہرائی ہے نہ انداز بیان کی گیرائی۔ اگر اس میں تاریخی ہستیوں کے متعلق غلط بیانی سے کام نہ لیا جاتا۔ بلکہ بلا تخصیص افراد و اوقات عمومی طور پر محض مثالی انداز سے حکایتیں بیان کردی جاتیں تو اس زہر کا نقصان بہت کم ہوتا لیکن افسوس ہے کہ نہ وہ ادبی خصوصیات کے لحاظ سے مطالعہ کے قابل ہے اور نہ معنوی خوبیوں کی حیثیت سے۔ سعدی کو میں ان سے بہت بلند سمجھتا ہوں اور عطار کو ان سے زیادہ دلچسپ۔ اور سچ پوچھئے تو مجھے عراقی بھی ان سے بہتر نظر آتا ہے۔

زبان و خیال دونوں کی تکمیل اگر آپ کو دیکھنا ہو تو بیدل کی حکایتیں پڑھئے

ایک شخص نے کسی سنسان مزار پر شمع و پروانہ کو دیکھا، پروانہ کی حالت شمع
کے گرد یہ تھی:-

کہ می گشت بیتاب گرد سرش — پر افشاں تر از دود، بال و پرش
زبس پیکرش جابجا سوختہ — زخود ہم چراغانے اندوختہ
زہر عضو بوسید اعضائے شمع — سراپاش داغ و سراپائے شمع

پروانہ کی یہ بیتابی، یہ سوزانی دیکھ کر اس شخص نے پوچھا:-

نیائی چرا جانب انجمن — کہ فرش ست صد رنگ و شمع و لگن
زہر گوشہ گل کردہ باغ دگر — زہر جام تاباں چراغ دگر
نظر تا کنی عرض نقل ست و مے — نفس تا کشی حرف چنگ ست و نے
چراغے کہ سوزد بہ ویرانہا — دبال ست بر بالِ پروانہا

اسکا جواب پروانہ نے جس انداز سے دیا وہ بھی ملاحظہ ہو:-

پر افشاند پروانۂ بے قرار — بدل ریخت از پردہ مشتِ شرار
بہر جا چراغے برافروختند — دو عالم بہ چشمِ ترش سوختند
محال ست بیطاقتِ سوختن — کند فرق ویرانہ از انجمن
بہ ویرانہ گر مدعا حاصل ست — گر از ذوقِ آرایشِ محفل ست

مولانا روم کے کلام میں بیخودی ضرور پائی جاتی ہے لیکن (climax)
اس میں بھی نہیں ہے۔ بیدل کے سے ٹکڑے اس کے یہاں کہاں؟

جی ہاں وہ حج سے واپس آگئے ہیں اور اچھے ہیں۔ میں بھی ملنے گیا تھا، صورت تو ان کی بہت بدل گئی ہے، سیرت کا حال معلوم نہیں۔ لیکن سنا ہے کہ اپنے نام کے ساتھ حاجی نہیں بلکہ الحاج کا اضافہ پسند فرماتے ہیں۔

آپ کے لئے کچھ تحایف تو ضرور لائے ہیں لیکن یہ نہیں کہہ سکتا کہ علاوہ آبِ زمزم اور خاکِ شفا کے کوئی کام کی چیز بھی ان میں شامل ہے یا نہیں۔

میں نے وہاں کی سیاسیات کے متعلق کچھ سوالات ان سے کئے تھے، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہاں وہ خالص حج کرنے گئے تھے اور جو چشمِ حقیقت انھوں نے کراچی کے ساحل پر کھولی تھی وہ وہاں بھی بدستور کھلی رہی۔ اللہ، اللہ، کیا مرتبے ہیں۔ سچ ہے:-

ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

بندہ نواز۔ جس بحث کو آپ نے اٹھایا ہے، خدا کرے اس کا انجام بخیر ہو، لیکن مجھے امید نہیں۔ سب سے پہلی اصولی غلطی یہ ہوئی ہے کہ آپنے اپنی حجت کی بنیاد "لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْن" پر قایم کی ہے، حالانکہ اس کے جو معنے آپ نے بتائے ہیں اس کی تردید تاریخ کے متعدد واقعات سے ہوتی ہے۔ ذرا غور تو کیجئے اسکا مفہوم کہیں یہ تو نہیں کہ "دین میں اکراہ پیدا ہوتے ہی دین غائب ہو جاتا ہے"

مسلمانوں کا یہ دعوی کہ انکا مذہب تشدد سے نہیں پھیلا آج تک میری سمجھ میں نہیں آیا۔ اگر یہ صحیح ہے تو پھر یہ بھی صحیح ہے کہ قرونِ اولی میں کسی شخص نے اسلام

اختیار ہی نہیں کیا۔ کیا واقعات جنگ و حرب کو آپ جھٹلا سکتے ہیں اور کیا ان کا مقصود اشاعت مذہب نہ تھا؟ میں یہ ماننے کے لئے تیار نہیں کہ مسلمانوں کی تمام لڑائیاں دفاعی تھیں اور انھوں نے جارحانہ اقدام کبھی نہیں کیا۔

بہرحال یہ استدلال بہت بوسیدہ ہے اور تاریخی حقایق کے مقابلہ میں اسکو پیش کرنا اپنی کمزوری کی اور تشہیر ہے۔

خانصاحب،

دیکھنے ہم بھی گئے تھے پہ تماشہ نہ ہوا

یعنی نہ غالب کے پُرزے اُڑے، نہ پُرزے اُڑانے کی کسی نے کوشش کی۔ میں آپ سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ اس قوم میں اب کوئی جرارت باقی نہیں رہی اور جب ایک قوم پست ہمتی کی اس منزل پر پہونچ جاتی ہے تو اسکا ابھرنا محال ہوتا ہے ابھی نہیں اگر آپ زندہ رہے (میں تو خیر نہ رہوں گا) تو آیندہ دیکھیں گے اس کا کیا حشر ہوا۔

زمانہ اور اس کے اُصول وہی ہیں لیکن ہم وہ نہیں ہیں۔

گل ہمہ گوش ست لیکن صوت بلبل نارسا ست

نالہا کوتاہ اُفتاد ست جرمِ گوش نیست

ہائے وہ زمانہ کہ

گُل دیدمے و روئے کسے یاد کردمے !

اب تو ہر وہ چیز جو شگفتہ ہے، زخم ہی زخم نظر آتی ہے۔ عرفی کا یہ شعر تم نے سنا ہوگا۔

زمنجیق، فلک سنگ فتنہ می بارد

من ابلہانہ گریزم در آبگینہ حصار

اس سے اندازہ کر لو کہ اضطراب و سراسیمگی کا کیا عالم ہے۔ "دنیا میں سب سے زیادہ صبر کرنے والا سب سے زیادہ بے چین ہوتا ہے" اسکا علم تم کو نہیں ہو سکتا اور خدا نہ کرے یہ صبر آزما گھڑیاں تم پر آئیں یہ صرف مجھی کو معلوم ہے کہ اس استغنار کی کتنی بڑی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ تم مجھے کیوں خط لکھتے ہو اور کیوں آگ لگا جاتے ہو۔ تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ گرمیاں شروع ہو گئی ہیں اور آپ سے گزر جانے کا زمانہ آنیوالا ہے، پھر تم یہ الزام کیوں اپنے سر لو کہ تمھاری وجہ سے مجھے گریبان پھاڑنا پڑا۔

ستارہ و فلک و بخت روزگاری ہست

جی ہاں دیکھا۔ کیا کہنا ہے آپ کے انتخاب کا۔ ماشاءاللہ!

دو عالم از اثر شعلۂ جمالش سوخت

دیکھئے کہیں آپ کے دست و بازو کو نظر نہ لگے!

سچ کہتا ہوں میں نے ایسے مجرمانہ قیافہ کا انسان آج تک نہیں دیکھا حیرت ہے کہ ان میں آخر وہ کونسی بات ہے جس نے آپ کو اتنا گرویدہ کر لیا۔ صورت دیکھو تو معلوم ہوتا ہے کہ فطرت کا شاید اولین نقشِ ناکام کچھ ایسا ہی رہا ہوگا۔ وہ چھوٹی

چھوٹی اندر دھنسی ہوئی گول گول آنکھیں کہ کیا کوئی پرکار سے ایسا صحیح دائرہ کھینچ سکتا ہے، وہ "تنگیٔ چشم حسود" رکھنے والی بھدی پیشانی۔ وہ رخسار و ابرو کی ہڈیوں کا افقی اُبھار، وہ ٹیبل لینڈ قسم کی چوڑی چپکی ناک، وہ کچی کلیجی کی طرح کالے کالے سطبر ہونٹ اور اسپر وہ دیمک خوردہ مونچھ اور داڑھی!

اللہ اللہ چہ جمال ست بدیں بوالعجبی!

معلوم ہوتا ہے کہ انحنا، خطوط اور اعوجاج زوایا کی کوئی ایسی بدنما شکل نہیں ہے جو حضرت کی تعمیر سراپا میں صرف نہ ہوئی ہو۔ کیوں پاگل ہوئے ہو۔ مانا کہ سیرت کے اعتبار سے وہ جنید و شبلی سہی (حالانکہ اس صورت کے ساتھ انکے انسان ہونے ہی میں گفتگو ہے) لیکن بعیت واردات کوئی دوا کی گولی تو ہے نہیں کہ اسکا کھانا ضرور ہے خواہ وہ کتنی ہی تلخ ہو۔ جھکنا ہے تو کوئی قرینہ کا آستانہ دیکھکر جھکو، ہر بہ پر سر ٹیک دینا کیا معنی۔

خورشید پرست شو نہ گوسالہ پرست!

بارے، آپ نے یاد تو کیا میں تو سمجھتا تھا کہ آپ برہم ہو گئیں اور اب کبھی نہ بولیں گی۔ میری سمجھی ہوئی کوئی بات بھی آجتک صحیح نکلی ہے جو یہ صحیح نکلتی اور سچ پوچھئے تو اسی امید پر جی رہا تھا۔ ڈرتا ہوں اُسوقت سے جب مجھے آپ کی محبت کا یقین آجائے کہ پھر تو آپ کی عداوت مسلم ہے۔

آپ نے سیاحت کشمیر کا ارادہ کیوں کیا۔ وہاں شاید آپکے جذبہ خود پسندی

کی داد پوری طرح نہ مل سکے گی۔ بدخشاں سے لعل آتے ہیں وہاں بھیجے نہیں جاتے۔ اور پھر قیامت یہ ہے کہ آپ تنہا نہیں جا رہی ہیں، بے پردہ جا رہی ہیں، بالکل میم بن کر جا رہی ہیں اور یہاں یہ حال ہے کہ

با سایہ ترا نمی پسندم

(وہ سایہ نہیں جو آپ پہنتی ہیں بلکہ آپ کا ظل مراد ہے)

اب فرمایئے آپ کیا کہتی ہیں؟

گرامی عزیز

جایئے جایئے، سرزمین فراعنہ کی سیر کیجیے۔ اُس قطعۂ زمین کی جو روایات عہدِ عتیق کا پس منظر رہا ہے جو کسی وقت قلوبطرہ کے حسنِ افعی زار کی جولانگاہ تھا اور اب "غوازی" نازک اندام کی رقص گاہ ہے۔ کس قدر رشک آتا ہے آپ پر!

میں ہرچند آپ سے بہت دور رہوں گا، لیکن میرا دل اپنی ان تمام تمناؤں کے ساتھ جو اس افسونکدۂ اہرام و ابوالہول سے متعلق ہیں آپ ہی کے ساتھ ہوگا۔ کامل پانچ سال تک وہاں رہنے کے بعد آپ کی ذہنیت میں جو تغیر ہونے والا ہے، اسکا ابھی سے خیر مقدم کرتا ہوں۔ کس قدر جی چاہتا ہے کہ مصر میں ایک بار میرا آپ کا اجتماع ہو — لیکن

آرزؤں سے پھرا کرتی ہیں تقدیریں کہیں

غارتگرِ ہوش!

زندگی یوں بھی گزر ہی جاتی

تم نے کیوں یاد دلایا کہ نہیں! بیشک میں تم تک پہونچ سکتا تھا لیکن اسکا کیا علاج کہ جسے دنیا سوسائٹی کہتی ہے وہ میرے نزدیک افلاسِ ذہن کی آخری جائے پناہ ہے، اور تمھارا مرکز وہی سوسائٹی ہے۔

اس دعوت کا شکریہ، لیکن تمھیں نہیں معلوم کہ اب میں کس قدر ناکارہ وغیر دلچسپ ہو گیا ہوں۔ وہ شخص جو صرف اپنے آپ سے باتیں کرکے وقت گزارنے کا عادی ہو گیا ہو، بڑے خطرہ کی چیز ہے، اس لئے اس سے احتراز ہی بہتر۔ خداحافظ

مولویت وادبیت! معقول۔ ان دونوں کا اجتماع آجتک کبھی ہوا ہے کہ اب ہوگا۔ "رندِ سجادہ بدوش" تو مل سکتا ہے، لیکن "زاہدِ خراباتِ نشیں" کا میسر آنا دشوار ہے۔ میں بھی ان سے مل چکا ہوں۔ اس میں شک نہیں نہایت ذہین شخص ہیں لیکن "درخورِ انسانیت" کس حد تک ہیں، اسکا تجربہ نہیں ہوا اور نہ کرنا چاہتا ہوں، نتیجہ معلوم!

دنیا کا کوئی نظریہ ایسا نہیں جس میں غلطی کا احتمال نہ ہو، لیکن یہ نظریہ حقایق ریاضی میں شامل ہے کہ اگر آپ اس سے انکار کیجئے بھی تو سنتا کون ہے۔؟

سالِ رواں کے لئے کوئی نئی اسکیم میرے سامنے نہیں۔ مجھے تو اب صرف یہ انتظار ہے کہ دیکھئے ہماری کشتی ڈوبتی کس طرح ہے۔ ڈوبنا محقق، ساحل تک نہ

پہونچنا بالکل یقینی۔ پھر اس "تماشائے مفت" کو کیوں ہاتھ سے دیا جائے۔ آپ نے دیکھا وہاں کیا ہو رہا ہے۔ برابر آپس میں مشورے ہو رہے ہیں اور ہم کو بنارس بھیجنا طے ہو چکا ہے، لیکن جب تک "جناح زندہ باد" کہنے والی ایک زبان بھی موجود ہے، مسلمان کو کیا ضرورت ہے کہ وہ اپنی زندگی کی فکر کرے۔ یہ بھی تاریخ کا ایک ہی واقعہ ہوگا کہ قوم کی قوم کو صرف ایک شخص نے تباہ کر دیا، گو اس "ایک شخص" کے لئے یہ فخر کم نہیں۔ کیا آپ کو اس میں کلام ہے؟

زمرۂ اہلِ یقیں را منکری؟

وہ اور ایسا آسانی سے پیچھا چھوڑ دیتے؟

دل را بزور از کفِ دلبر گرفتہ ایم

مجھے تو ان کی وسعتِ اخلاق کے متعلق "اندیشہ ہائے دور و دراز" پیدا ہونے لگے ہیں۔ بے غرضی بھی ایک حد تک پہونچ کر خود غرضی ہو جایا کرتی ہے۔ یہ بھی کوئی خلوص میں خلوص ہے کہ مکر نظر آنے لگے۔ سچ تو یہ ہے کہ ہم لوگوں کو محبت کرنے کا بھی سلیقہ حاصل نہیں، دشمنی کا کیا ذکر، وہ تو بڑے مرتبہ کی چیز ہے۔

ایک بات البتہ ان کی بہت پسند آئی اور وہ یہ کہ اتنا آکسیجن میں نے کسی شخص کے اندر نہیں دیکھا۔ ان سے پھر ملنے کو جی چاہتا ہے، لیکن ابھی نہیں، ذرا اور زندگی سے بیزار ہو جاؤں۔!

بندہ نواز

دل کا خون کرنے کے لئے زیادہ اہتمام کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بسا اوقات کبھی "فرصتِ یک نگاہ" بہت ہوتی ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص تدریج کیساتھ آہستہ آہستہ اسکی تکمیل چاہے تو "بہ اندازۂ تماشائے تکلف" وقت بھی زیادہ درکار ہوتا ہے۔

آپ کا مسلک یہی ہے اور اسی لئے میں ہمیشہ آپ سے خایف رہا۔ اب کہ پھر ہی رسم و راہ تازہ کرنا چاہتے ہیں، میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ خدا نخواستہ آپ کی خنجر آزمائی پر "زندہ کنی و باز کشی" کا وقت تو نہیں آپڑا ؟ یا یہ کہ "آئین بے مہری" کی کوئی "طرحِ نو" ڈالنا تو مقصود نہیں ہے۔ اگر حقیقت وہ ہے تو پہلے صفِ اولیں کے "شہدا" پر توجہ فرمایئے اور اگر صورت یہ ہے تو ایسا دل ڈھونڈئیے جس کی "صدائے شکست" میں کچھ جھنکار پیدا ہو اور آپ کو لطف آئے۔ یہاں کہ دل پہلے خاکستر ہوا اور پھر خاکستر صرف ہوا ہوئی، آپ کا ذوق کیسا آسودہ ہو سکتا ہے!

مجھ میں فراستِ مومن ہو یا نہ ہو، لیکن خطرہ سے بچنے کی حیوانی فراست ضرور ہے، زمانہ نے مجھے دو سبق دئے ہیں آپ بھی سن لیجئے۔ ایک یہ کہ دنیا کی بہت سی مصیبتیں خود مول لیجاتی ہیں اور دوسرے یہ کہ اگر کوئی مصیبت آجائے تو صبر و ضبط سے تکلیف کم ہو جاتی ہے۔ اس لئے اول تو میں آپ کا مشورہ قبول ہی نہ کروں گا، اور اگر غلطی سے ایسا ہو گیا تو آپ اس کے نتیجہ سے بےخبر رہیں گے

پھر بتایئے کہ آپ کے لطف کی کیا صورت باقی رہی۔ مجھے تو آپ معاف ہی رکھیو

گرامی نامہ پہونچا، حیران ہوں کہ اس کے جواب میں آپ کو وہ توقع کیونکر دلاؤں، جو کسی طرح میرے بس میں نہیں ہے۔ آپ نے جو حالات لکھے ہیں وہ حد درجہ افسوسناک ہیں، لیکن میری رائے میں ان کا علاج وہ نہیں ہے جو آپ نے تجویز فرمایا ہے میں آپ سے زیادہ آپ کے "برادران یوسف" کو جانتا ہوں اور اُن سے ملکر درمیانی راہ صلح و آتشی کی نکالنا بقول غالب ——— "لانا ہے جوئے شیر کا"

میں نے پہلے ہی کہدیا تھا کہ آپ ان سے مل کر اپنے مستقبل کو تباہ نہ کیجئے، لیکن آپ نہ مانے اور آخر کار وہی ہوا جسکا اندیشہ تھا۔ بہر حال اب بھی کچھ نہیں گیا، ہمت نہ ہارئے، اپنا کاروبار علیحدہ کر کے فاقوں سے انکا مقابلہ کیجئے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ ناؤ زیادہ چلنے والی نہیں۔ اس لئے یوں بھی اس کو ذریعۂ نجات سمجھنا حماقت ہے۔

اگر آپ میرے مشورہ پر عمل کرنے کے لئے آمادہ ہوں، تو میرے تمام ذرائع آپ کے لئے وقف ہیں۔ کیونکہ میرے لئے سوال صرف آپ کی ہمدردی کا نہیں بلکہ اُن سے انتقام لینے کا بھی ہے۔

مکرمی۔ آپ نے غالب کی شاعری پر جو کچھ تبصرہ فرمایا ہے، اس سے مجھے بڑی حد تک اتفاق ہے لیکن یہ ماننے کے لئے تیار نہیں کہ اس نے استعمال الفاظ

میں کوئی غلطی نہیں کی یقیناً وہ لغت پر عبور رکھتا تھا وجانتا تھا کہ ایک لفظ کا صحیح مفہوم کیا ہے، لیکن محل استعمال میں کہیں کہیں اس نے غلطیاں کیں ہیں، گو وہ ایسی نہیں کہ ہر شخص کی نگاہ ان پر پڑ سکے۔ میں نے اس سے قبل مثالاً یہ شعر آپ کو لکھا تھا۔

زخم سلوانے سے مجھ پر چارہ جوئی کا ہے طعن
غیر سمجھا ہے کہ لذت زخم سوزن میں نہیں

اور اس پر غور کرنے کی دعوت تھی، لیکن آپ کے نزدیک اس میں کوئی بات محلِ نظر نہیں۔ میں سمجھتا ہوں، ہے۔

شعر کا مطلب واضح ہے، لیکن لفظ "لذت" کا استعمال میری رائے میں صحیح نہیں کیا گیا۔ غیر نے تو یہ طعن دیا تھا کہ غالب زخم سلوا رہا ہے یعنی چارہ جوئی سے اپنی تکلیف کم کرنا چاہتا ہے، اس کا جواب غالب کو یہ دینا چاہیئے تھا کہ "غیر کا یہ طعن درست نہیں کیا زخم سوزن میں، تکلیف نہیں ہوتی" لیکن اس نے یہ کہا کہ زخم سوزن میں بھی لذت ہے۔ غیر کا طعن تو یہی تھا کہ غالب لذت و راحت کا خواہشمند ہے اور اسی کی تصدیق غالب نے بھی کر دی۔

اگر کوئی شخص آپ سے کہے کہ "کیوں صاحب مصیبت میں آپ مجھ سے جدا ہو گئے" اور آپ یہ جواب دیں کہ "کیا آپ سے جدا ہونا راحت نہیں ہے" تو وہ کیا سمجھے گا، اگر دوسرے مصرعہ کا انداز یہ ہوتا کہ "غیر زخم سوزن کو بھی شاید لذت سمجھتا ہے" تو بیشک درست ہوتا۔ اس میں شک نہیں کہ غالب نے لذت

کہکر اذیت ہی کا مفہوم لیا ہے لیکن اپنے نقطۂ نظر سے نہ کہ غیر کے زاویۂ نگاہ سے ،
لیکن چونکہ جواب دینا ہے غیر کو اس لئے اسی کے نظریہ کو سامنے رکھنا چاہیئے تھا۔

آپ نے پھر یاد کیا، اور میں پھر یہ محسوس کرنے لگا کہ میری زندگی میں خلوت کی کچھ گھڑیاں ہنوز باقی ہیں، کہتے ہیں کہ انسان کا دل ایک مستقل دنیا ہے، لیکن جب یہ دنیا ویران ہونے پر آتی ہے تو پھر انسان کی کوئی کوشش کام نہیں آتی۔

مقدر کا قائل نہیں اور آپ پر الزام رکھوں اسکی جرات کہاں ؟ جو کچھ ہو چکا ہے اسے یاد کرتا ہوں اور روتا ہوں، ماضی و حال تو یوں ختم ہوئے، رہ گیا مستقبل سو وہ ہنوز عدم میں ہے۔ اگر وہ حال بنکر سامنے آیا بھی تو یہ کیا ضرور ہے کہ اسوقت تک میری آنکھیں خشک ہو چکی ہوں۔ شاید یہی آپ سننا چاہتی تھیں، سو سن لیجئے اور اس کے بعد بھی جب کبھی آپ اس ساز کو چھیڑیں گی تو یہی آواز سنیں گی۔ میں بھی خوش ہوں کہ جو کچھ ہو رہا ہے آپ کی توقع کے خلاف نہیں ہے۔ خدا حافظ!

حضرت ،

آپ کو خط لکھا جواب نہ ملا، آدمی بھیجا وہ بھی خالی ہاتھ واپس آیا، آپ کے خالِ معظم جاتے تھے ان سے کہلایا، حضرت قبلہ پیرو مرشد سے لکھوایا، لیکن آپ نے ایک نہ سنی، اب صرف یہ صورت رہ گئی ہے کہ میں خود آستانۂ گرامی پر حاضر ہوں اور دربان مجھے وہاں سے ٹھکرا کر باہر کر دے، سو یہ بھی کر دیکھنا ہے، میں پرسوں رات کی

کی گاڑی سے روانہ ہوں گا اور صبح کو ۶ بجے پہونچوں گا، مقابلہ کے لئے تیار رہیئے، مہلت کافی ہے۔

قبلہ،

کیا عرض کروں کہ میرے اضطراب و التہاب کا کیا عالم ہے۔ ابراہیم آگ میں ڈالے گئے اور نہ جلے، یہاں چنگاری ایک نہیں لیکن از سرتاپا مشعل بنا ہوا ہوں۔ اسکی وجہ مجھ سے نہ پوچھئے کسی اور سے پوچھئے۔

آں راکہ دل ربودن و نشناختن بلے ست !

یہ داستان اتنی طویل اس قدر جگر خراش ہے کہ نہ میں بیان کر سکتا ہوں، نہ آپ سن سکتے ہیں آپ قیاس سے کام لیکر یوں خیال فرمایئے کہ اگر پانی کو پانی سمجھ کر ہاتھ لگایا جائے اور وہ آگ نکل آئے تو آپ کیا کریں گے بس بالکل یہی حالت میری ہے دنیا میں سیکڑوں بار میں نے دھوکے کھائے اور ہر مرتبہ یہی سمجھا کہ بس انتہا ہوگئی۔ لیکن اس مرتبہ تو فطرت انسانی کا وہ پہلو میرے سامنے آیا ہے کہ بسا اوقات مجھے خیال ہوتا ہے کہیں میں خود اپنے آپ کو تو دھوکا نہیں دے رہا حقیقت یہ کہ جب انسان انسانیت ترک کر دیتا ہے تو پھر افریقہ و ایشیا کے صحرائی درندے بھی اس سے پناہ مانگنے لگتے ہیں!

میں بہت ممنون ہوں گا اگر آئندہ اس ذکر کو کبھی میرے سامنے نہ چھیڑیں

خوب،

پوچھتے ہو کیا ارادہ ہے؟ امے، وہی جو جان پر کھیل جانے والے کا ہو سکتا ہے میں ان سے ملوں گا، ضرور ملوں گا اور جو کچھ کہنا ہے بر ملا کہوں گا، سب کے سامنے کہوں گا۔ زیادہ سے زیادہ جو کچھ وہ کر سکتے تھے کر چکے، اب کم سے کم جو کچھ میں کر سکتا ہوں اسے بھی دیکھ لیں۔ اگر انھوں نے خود کشی نہ کی تو اس کا سبب انکی گرانجانی ہو گی، یہ نہ سمجھنا کہ میری طرف سے کچھ کمی ہوئی۔ اگر یہ تماشا دیکھنا ہے تو آجاؤ تم بھی دیکھ لو کہ جی سے گزرنے والے کیا کچھ کر گزرتے ہیں!

مکرمی،

قاصد پہونچا، خط دیا، پڑھا، لیکن کچھ نہ سمجھ سکا کہ آپ کیا کہتے ہیں، بار بار میں اس کا منھ دیکھتا تھا کہ شاید زبانی پیام کچھ اور ہو۔ مگر وہ اللہ کا بندہ ٹس سے مس نہ ہوا۔

اتنا تو میں نے سمجھا کہ آپ کا روئے سخن قاصد ہی کی طرف تھا، لیکن حاضری کی غرض کیا تھی، سفر کا مقصود کیا تھا، باوجود استفسار مجھے نہ معلوم ہو سکا۔ ان کی بغل میں ایک پلندہ کاغذوں کا ضرور تھا، اور ان کے تیور سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ شاید اسے دکھانا بھی چاہتے ہیں، لیکن نہ انھوں نے تقدیم کی، نہ میں نے اصرار آپ ہی لکھئے کہ بات کیا تھی، اور اگر ان کا پتہ معلوم ہوتا تو اطلاع دیجئے تا کہ میں ان کو بلا کر پھر دریافت کروں۔ میں تو عجیب الجھن میں پڑ گیا ہوں۔

مکرمی۔ یہ آپ سے کس نے کہدیا کہ "گفت وشنید غلط" ہے۔ اگر شنودن اور شنیدن دونوں صحیح ہیں تو شنید وشنود کو بھی درست ہونا چاہیئے۔ بیدل کہتا ہے۔

شنیدم کہ شیخ زماں بایزید — شبے داشت با عشق گفت وشنید

اب غالباً آپ کو اطمینان ہو گیا ہوگا۔

آپ نے جس کامیابی پر مبارکباد دی ہے، اس کا شکریہ تو خیر مجھے ادا ہی کرنا ہے لیکن شاید آپ کو معلوم نہیں کہ

تعمیر باندازۂ ویرانی ما نیست

یہ میں انسانی تمناؤں کی نامعقول وسعت کے لحاظ سے نہیں کہہ رہا بلکہ ریاضی کے اصول کے ماتحت دو اور دو چار کی حیثیت سے عرض کر رہا ہوں۔ قسمت کا قایل نہیں کہ ہر تکلیف کو مصلحت خداوندی سمجھ کر خاموش بیٹھ رہوں اور دماغی رجحان یہ کہ رات کو دن اور دن کو رات کہنا کسی طرح گوارا نہیں۔

لیکن، لاحول ولاقوۃ، میں یہ کیا قصہ لیکر بیٹھ گیا، آپ نے ازراہ محبت میری مسرت کو مسرت مان کر اس میں حصہ لیا اور میں فلسفۂ لذت والم لے بیٹھا۔ باور کیجئے، میں آپ کے جذبۂ خلوص کی قدر کرتا ہوں اور آپ کی محبتوں کا ازبس سپاسگزار ہوں ۔۔

قبلہ میر صاحب۔ تسلیم۔ یقیناً یہاں کی شیعہ سنی نزاع حد درجہ تکلیف دہ ہے، لیکن میں اسے بھی ڈماکریسی کا کرشمہ سمجھتا ہوں۔

والٹیر کہتا ہے:۔

"یوں اگر تم کوئی بات میرے خلاف کہو تو شاید میں خاموش رہوں گا، لیکن اگر تم نے یہ کہہ دیا کہ تمھیں ایسا کہنے کا حق حاصل ہے تو میں اپنی جان دیدوں گا"

اس وقت سوال نہ ابو بکر و علی کا ہے، نہ خلافت و امامت کا بلکہ صرف اس بات کا کہ ایک فریق ایک بات کو اپنا حق کہکر تسلیم کرانا چاہتا ہے اور دوسرا اسے نہیں ملنے دیتا۔ میرے نزدیک یہ سب زندگی کی علامتیں ہیں۔ اگر تمام مسلمان من حیث القوم کچھ نہیں کر سکتے تو من حیث العقیدہ سہی کسی ایک کو تو ابھرنے دیجئے۔ نہ اب مدح صحابہ کوئی وزن رکھتی ہے نہ تبرا، معنوی حیثیت سے دونوں لغو ہیں، لیکن اگر اس بہانہ سے ان میں کوئی احساس زندگی پیدا ہوتا ہے، تو کیا حرج ہے۔ دونوں کو لڑنے دیجئے، اگر کوئی ایک بھی سنبھل گیا تو محنت وصول ہو گئی، ورنہ تباہ ہونا تو اس قوم کی قسمت میں لکھا ہی ہے، آج نہ سہی کل، سیاسی گمراہی سے نہ سہی، مذہبی گمراہی سے، ایک ہی بات ہے۔

صدیقی۔ خط ملا۔ میرزا صاحب نے بڑھاپے میں شادی کر لی تو کیا بُرا کیا۔ تمھیں معلوم نہیں کہ انسان دوسرے حیوانات سے صرف اسلئے ممتاز ہے کہ وہ بغیر پیاس کے پانی پی لیتا ہے اور ہر موسم میں محبت کر سکتا ہے، پھر کیا مرزا جی کو تم نے انسان نہیں سمجھا۔

میرا ارادہ فی الحال کہیں باہر جانے کا نہیں ہے اور ہو بھی تو پورا کب ہوتا ہے۔ عزم و ارادہ میں وہ پختگی اب کہاں، دل کمزور، دماغ ضعیف، حوصلے پست، ولولے سرد۔ تفریح کی جگہ ضرورت نے لے لی اور لطف کی جگہ افادیت نے، بات بات میں چون و چرا اور ہر ہر قدم پر عاقبت اندیشانہ پس و پیش! انگریزی کے دو فقرے سنا تا ہوں، ترجمہ ان کا نہیں ہو سکتا اس لئے اصل زبان میں سنو:-

What is matter - never mind

What is mind - it matters not.

یہ صرف الفاظ کا کھیل نہیں ہے، بلکہ فلسفہ ہے اس دورِ حیات کا جو اٹھارہ سال کی عمر سے شروع ہوتا ہے اور ۳۰ سال کی عمر میں ختم۔ پھر تمھیں بتاؤ کہ مادہ و نفس دونوں کو بھلا دینے والا زمانہ اب کہاں مل سکتا ہے۔ اب تو یہی دو چیزیں سامنے ہیں اور انھیں کی باہمی جنگ نے بیکار کر دیا ہے۔ تمھیں بتاؤ کہ ان میں صلح و آشتی کی کوئی صورت ممکن ہے یا نہیں؟

عزیزی۔ کل شفیع کا خط آیا ہے، تمھاری طرف سے وہ بہت پُر دل ہیں تفصیل تو کچھ لکھی نہیں، لیکن بعض فقروں سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید تم نے کوئی وعدہ ان سے کیا تھا اور پورا نہ کیا۔ کیا یہ صحیح ہے؟

ہر چند میں جانتا ہوں کہ تم نے ارادتاً کوئی بات ایسی نہ کی ہوگی جس سے انھیں پہونچے، لیکن سوال یہ ہے کہ تم کسی سے وعدہ ہی کیوں کرو کہ بعد کو ملال

کی صورتیں پیدا ہوں۔
بہر حال مجھے معلوم ہونا چاہئے کہ تم نے ان سے کیا کہا تھا اور انھیں کیوں شکایت پیدا ہوئی۔ تمھارا براہ راست ان کو لکھنا مناسب نہیں، مجھے لکھو پھر میں سمجھ کر اُن سے گفتگو کروں گا۔

یقیناً تم سے لڑنے کی ہمت مجھ میں نہیں ہے لیکن اعترافِ شکست کی بھی کوئی صورت نہیں۔ تمھارے "نہیں" کے جواب میں اگر "ہاں" نہیں کہہ سکتا تو خاموش رہنے سے مجھے کون سی چیز باز رکھ سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ تمھیں راستی پر ہو لیکن ممکن ہے میں ہی ہوں، یہ بھی تمھارے ہی سوچنے کی بات ہے۔
میں جانتا ہوں کہ جن حالات سے تم گزر رہے ہو وہ انسان کو اس کے سایہ سے بھی گریزاں بنا دیتے ہیں لیکن جب تک اس دنیا میں جینا ہے، تم کیا ایک بادشاہ بھی، اور بادشاہ کیا بلکہ ایک گدائے گوشہ نشین بھی علائقِ تمدن کی گرفت و احتیاج سے اپنے آپ کو آزاد نہیں کر سکتا۔ جب تک سانس لینے کے لئے آکسیجن کی ضرورت ہے کاربن کے خطرات کا مقابلہ ضروری ہے۔
میں جانتا ہوں کہ تعلقات بڑھانا خوب نہیں لیکن جو پیدا ہو چکے ہیں ان کو دفعتاً قطع کر دینا بھی دانشمندی نہیں۔ تم ان سے ملنا ترک کر کے انھیں تو کوئی نقصان نہیں پہونچا سکتے، لیکن اپنے مفاد کو ضرور خطرہ میں ڈال سکتے ہو۔ بیت الخلا کو نسی تفریح کی جگہ ہے لیکن مجبوراً جاتے ہو اور بیٹھتے ہو۔ پھر اسمیں کیا حرج ہے۔

تم کو ابھی غصہ ہے، اسکو فرد ہو جانے دو، اسکے بعد کوئی فیصلہ کرنا۔

عتاب نامہ پہونچا

پارۂ شوخ و پارۂ نمکیں
ہائے دشنام ناتمام سے

جلی کٹی کا لطف اس وقت ہے جب شاہد و مشہود دونوں یکجا ہوں۔ آپ نے کوئی الزام قایم کیا، میں نے اسے رد کر دیا، آپ کو اس پر غصہ آیا، میں خاموش ہو گیا۔ میری خاموشی پر آپ کی برہمی اور بڑھی، میں ہنس پڑا۔

اب آپ ہی بتائیے کہ سرکار کی آشفتگی مزاج کا کیا عالم ہو گا جب پورے چھ دن کے بعد آپ کو یہ معلوم ہو گا کہ مجھ پر اسکا کوئی اثر ہی نہیں ہوا اور میرے دل پر کیا گزرے گی جب میں یہ سوچوں گا کہ آپ مسلسل ہونٹ چبا رہی ہیں اور میں اس منظر سے دور ہوں۔

ہاں، تو میں کیا کہوں؟ صاف صاف کہئے، چھپانے کی ضرورت نہیں — "تھیں ڈر کس کا ہے"؟ لیکن یہ یاد رہے کہ باوصف ان تمام نقایص کے آپ کا "ادا شناس" دنیا میں اگر کوئی ہے تو صرف میں! کیوں ہے نا یہی بات؟

اچھا تو فیصلہ یوں ہونا چاہیے کہ "سخن طرازی و دانش" کا دعویٰ میں ترک کرتا ہوں اور "نالۂ حزیں" قبول کرنے کا وعدہ آپ کیجئے۔ یعنی نہ میں یہ کہوں کہ صرف میں ہی آپ کا "گناہگار" ہوں اور نہ آپ سوائے میرے کسی اور کو

"مستحقِ کرامت" ٹھہرائیں۔

وہ شخص جو انتظارِ ساغر میں زندگی بسر کر رہا ہو، اس کے سامنے آپ خم کے خم لنڈھا دینے کی داستان بیان کریں! کس قدر ظلم ہے!

بیکس دلم، غریب دلم، بے نوا دلم!

یہ تو خیر جواب تھا صرف آپ کی شوخیوں کا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں خود حد درجہ نادم ہوں اور اگر آپ کا خط نہ آتا تو آپ کو مخاطب کرنے کی جراءت شاید اب بھی نہ کر سکتا۔

آپ کے شکوہ و شکایت نے اعتمادِ محبت میرے دل میں پیدا کر دیا ہے، اسکی بنا پر چند روزہ زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ بشرط آنکہ آپ اس کی اجازت دیں۔ بولیئے کیا ارشاد ہوتا ہے۔

دامانِ چاک چاک و گریباں دریدہ را

مکرمی۔ کئی سال ہوئے علی گڈھ کے ایک صاحب کوئی تذکرہ مرتب فرما رہے تھے اور انھوں نے مجھ سے بھی حالات دریافت کئے تھے۔ جو کچھ میں نے انھیں لکھا تھا وہی آپ کو لکھتا ہوں، یعنی:-

حاصلِ عمرم سہ سخن بیش نیست

خام بُدم، پختہ شدم، سوختم

میں کیا اور میرے حالات کیا؟ آپ اسکو انکسار کہیں گے، لیکن حقیقت کے اظہار کی

بھی تو کوئی صورت دنیا میں ہونا چاہئے۔ پھر آپ کیوں ایک شخص کو اسقدر مجبور کریں کہ جھوٹ بولنا اس کے لئے ناگزیر ہو جائے۔

افسوس ہے کہ میں تعمیل ارشاد نہ کرسکوں گا۔ اگر آپ کو ایسی ہی شدید ضرورت ہے تو "حالی پبلشنگ ہاؤس" دہلی سے وہ مرقع طلب کرلیجئے، جس میں انھوں نے مصنفین اردو کے حالات مع تصاویر کے شایع کئے ہیں میرے پاس نہیں ورنہ پیش کردیتا۔

اب آپ کیا پوچھتے ہیں کہ میں اس بزم سے کیا لیکر آیا۔ آہ،

وہ اک نگہ کہ بظاہر نگاہ سے کم تھی

نگاہ کی قسمیں اتنی ہیں کہ شمار مشکل ہے۔ سرشار۔ سرکش۔ تلخ۔ نوشیں غلط انداز۔ عالم آشوب۔ عافیت سوز۔ تغافل پسند۔ گرم خو۔ عربدہ پرور وغیرہ وغیرہ اور فارسی شعراء نے عجیب عجیب انداز سے اسکا ذکر کیا ہے۔ ظہوری کہتا ہے۔

دیوانۂ زنجیر نگاہِ تو نگشتست
دیوانہ کہ دارند بزنجیر نگاہش

ملا جامی بیخود ایک جگہ لکھتا ہے:۔

نگاہ محشر الفت کرشمہ ناز فروش

نگاہ کو "محشر الفت" کہنا کس قدر پیاری بات ہے۔

اسی کی دوسری تعبیر سنئے:-

تہیا کرد اسباب جنوں را شوخیِ جنبش
تبسم ساز بیہوشی، نگہ مضراب بیتابی

ظہوری کا ایک شعر قیامت کا سنئے:-

مے نخورد ست غالباً ہرگز آنکہ گفت ست مے نگاہش را

لیکن غالب کی یہ نگاہ، جو بظاہر نگاہ سے کم ہے، سب سے جدا ہے۔
اسمیں بظاہر کی تخصیص نے جو خصوصیت پیدا کر دی ہے اسکو دیکھ کر بار بار
عرفی کا شعر یاد آتا ہے:-

ہجوم شوقِ تماشا دتیغ مشرم ببیں
کہ دامنش زنگاہِ چکیدہ لبریز ست

"نگاہِ چکیدہ" صرف عرفی کہہ سکتا تھا یا بیدل۔ بہر حال وہ کچھ بھی ہو، اس کا صحیح مفہوم وہیں جا کر معلوم ہوا۔ میں جانتا ہوں آپ نے یہ سوال کیوں کیا ہے؟
اچھا تو اب آپ اپنی رائے سے مطلع فرمایئے۔

آپ کسی کی گلہ مندی پر برہم ہو جائیں، یہ آپ کی خوشی، لیکن غور تو کیجئے
کہ یہ ہے کیا؟

لازم ست احتمالِ چندیں درد
کہ محبت ہزار چندیں ست

پھر یہ درد بھی یہ جو لب تک آ کر شکایت ہو جاتا ہے اور یہ محبت ہی ہے جو بڑھ کر درد ہو جاتی ہے آپ کا یہ کہنا ایک حد تک درست ہے کہ وہ بات جو آپ سے کہنے کی تھی دوسروں سے کہی گئی۔ لیکن یہ دوسرا کون؟ ہیں! اس لئے آپ کو غصہ اس بات پر ہے کہ میں نے کیوں وہ بات سُنی، مجھے کیوں آپ کی کمزوریوں کا علم ہوا۔

آپ کہیں گے یہ غلط ہے' اوروں سے بھی کہا گیا لیکن میں جانتا ہوں آپ کا یہ کہنا صرف اس لئے ہو گا کہ یہی ایک تاویل آپ کر سکتے ہیں۔ بہر حال مطمئن رہیے میں کسی سے ذکر نہ کروں گا اور مجھ سے کہا گیا تو صرف اس لئے کہ آپ کے کانوں تک پہونچ جائے۔ شکایت کرنے والے نے جس نزاکت سے کام لیا ہے اس کی داد تو تو دیتے نہیں الٹے برہم ہوتے ہیں، معقول!

تم سب باتیں کرو' لیکن خدا کے لئے میرے سامنے سیاست نہ بگھارا کرو، تمھیں نہیں معلوم کہ یوں تم جتنے اچھے ہو' سیاست میں اتنے ہی بُرے ہو۔ یہ بات، قیامت تک تمھارے ذہن میں نہیں آسکتی کہ قوم کی زندگی کا تعلق تمھاری انفرادی زندگی سے کیا ہے۔

کل ایک صاحب تشریف لائے، کسی بزرگ کی تعریف کرنے لگے کہ دنیا سے کس قدر بے تعلقانہ زندگی بسر کر رہے ہیں اور رات دن ایک گوشہ میں بیٹھے اللہ اللہ کیا کرتے ہیں۔ میں نے کہا اگر یہ کوئی اچھی بات ہے تو سب کو کرنا چاہئے اور اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ساری دنیا میں اُلّو بولنے لگے، پھر یہ ظلم تو چنگیز و ہلاکو نے بھی نہیں کیا تھا۔

خدا تو حکم دیتا ہے "انتشروا فی الارض" زمین پر پھیل جاؤ۔ ہر جگہ چھا جاؤ اور یہ بزرگ کہتے ہیں کہ انسان سمٹ کر گم ہو جائے۔

ایسا سمٹے کہ ہتیلی کا بنے تِل قاتل

یہی حال تمھارا ہے کہ دنیا میں صرف اپنے آپ کو دیکھتے ہو اور دامن کشاں گزر جانے کو بڑا کمال جانتے ہو، ساحل پر کھڑے کھڑے ڈوبنے والوں کا تماشہ دیکھنا حاصل انسانیت ہے اور میں اسے "طاغوتیت" سمجھتا ہوں۔ جب آدم جنت سے نکالے گئے تھے تو شیطان بھی جہنم کے کنارے کھڑا ہوا انھیں دیکھ دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ تمھیں معلوم نہیں؟

تمھارا مسلم لیگ میں شرکت کا ارادہ کرنا، میرے لئے کوئی نیا انکشاف نہیں ہے۔ مجھے پہلے ہی سے معلوم تھا کہ تمھاری پروازِ خیال (عمل کا تو خیر کوئی سوال ہی نہیں) اس سے زیادہ بلند جا ہی نہیں سکتی۔ لیکن خیر کچھ نو تمھارے اس "تجربہ" میں کمی ہوئی، گو جونک تو اس میں اب نہیں لگ سکتی۔

جاں پناہا۔ نوید سرفرازی ملے اور میں اسکی تعمیل سے قاصر رہوں! اس سے زیادہ بختی کی نارسائی اور کیا ہو سکتی ہے۔ تاہم کچھ تسکین ہے تو اس خیال سے کہ

بہر جا می روم شوقِ سجودت پیش می آید
دو عالم آستانِ تست اگر رفتم کجا رفتم

ذات گرامی کا فیضان ایسا نہیں کہ مجبوری یا عشقِ محرومی ہو، اس لئے آستانہ اقدس

سے دور ہونے کے باوجود اس قدر نزدیک ہوں کہ

نتواں ترا و جاں را بہم امتیاز کردن

میری خاموش نوائی پر جو باز پرس فرمائی گئی ہے، وہ ایسا معمولی التفات نہیں کہ میں اس معصیت کی لذت کو جلد فراموش کر سکوں۔

نمی دانم چہ نیرنگ ست افسونِ محبت را

کہ خود را ہم تو می پندارم و باخود سخن دارم

سجدۂ عبودیت قبول ہو!

کرمفرمائے من۔ آپ کا اقتباس و انتخاب مجھے بہت پسند آیا۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ اُردو شاعری میں بھی ماہ و نہال کو بڑی اہمیت حاصل ہے لیکن فارسی سے کیا مقابلہ۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس مجموعہ میں کسی اور اضافہ کی گنجائش ہے آپنے سبھی کو لے لیا ہے، لیکن اس وقت دو شعر یاد آ گئے ہیں وہ بھی سُن لیجئے:۔

ہلال امشب بہ آں مستی بروں از پردہ می آید

کہ گوئی از مئے بزمت بلبے تر کردہ می آید

بہ ایں ساماں کہ شد یارب کُلہہ آرائے مستانت

کہ ماہِ نو ہم از گردوں قدح کج کردہ می آید

اسکے بعد اگر کوئی جام ایسا ہی اچھوتا مل گیا تو ضرور پیش کروں گا۔

نیاز نواز۔ آپ نے جن الفاظ میں خلوص و محبت کا اظہار کیا ہے۔ اُن کا شکرگزار ہوں۔ اب آپ کیا پوچھتے ہیں کہ میری بیس سال کی جگر کاوی کا نتیجہ کیسا نکلا۔

شعلہ چکد غم کرا، گل شگفد مزد کو!
شمعِ شبستانیم، بادِ سحرگاہیم

آپ نے اتنا پوچھ لیا تو ایسا معلوم ہوا کہ کونین مل گئے۔ خوش رہیئے کہ آپ کو میری خدمات کا احساس تو ہے! میں کیا کرتا اگر آپ بھی "دامن کشاں" گزر جاتے۔ مستقبل کا ارادہ، حال و ماضی پر استوار ہوا کرتا ہے، اور یہاں یہ دونوں داغدار ہیں، اس لئے کیا بتاؤں کل کیا ہونا ہے، بہرحال جو کچھ کر رہا ہوں وہ یکسر مجبوری ہے اور آیندہ جو کچھ ہوگا وہ بھی اسی انداز سے ہوگا کہ۔

نہ دلِ نیاز خرم نہ لبِ امید خنداں

اس لئے اس ذکر میں کوئی لطف نہیں۔

زحمت نہ ہو تو کبھی کبھی یاد کرتے رہیئے، اس وقت تک کہ مایوسی نے "راحتِ جاوید" کی صورت اختیار نہیں کی ہے۔

مکرمی! آپ نے بالکل درست فرمایا کہ وہ مجھ سے سخت برہم ہیں، لیکن آپ کو معلوم نہیں کہ ان کی برہمی نہ میری ذات سے ہے نہ میرے اخلاق سے، بلکہ اس بات سے کہ میں کیوں دنیا کے سامنے وہ بات کہتا ہوں جسے وہ پسند نہیں کرتے، پھر آ،

صورت میں آپ ہی بتائیے کہ

تا بجے صرف رضا جوئی دلہا باشم

ایک ہو، دو ہوں تو یہ بھی ممکن ہے، لیکن جب ہر وہ شخص جو مسجد میں اذان دےسکتا ہے مجھ سے خفا ہو تو میں کیا کر سکتا ہوں۔

خیر اس قصہ کو چھوڑئیے، یہ بتائیے کہ آپ تو مجھ سے خفا نہیں،

بندہ نواز،

گرامی نامہ کا جواب دیر سے بھیج رہا ہوں اور معذرت خواہ ہوں، فرصت بھی تھی، کوئی خاص دماغی الجھن بھی نہ تھی، جواب کے لئے کوئی کاوش بھی درکار نہ تھی، لیکن کہولت و کاہلی ضرور تھی، اس لئے اگر آپ معاف نہ کریں گے تو مجھے کوئی شکایت نہ ہوگی۔

غالب کے مذہب کے باب میں آپ کی رائے سے مجھے اتفاق نہیں۔ مولانا حالی نے غالب کی ایک رباعی لکھی ہے، جس کا ایک مصرعہ یہ ہے کہ

شیعی کیونکر ہو ماوراء النہری

لیکن اگر یہ اسکا تفنن نہ ہو تو بھی آپ اس رباعی کی کیا تاویل کریں گے۔

شرط است کہ بہر ضبط آداب و رسوم خیزد بعد از نبی امام معصوم
زاجماع چہ گوئی بہ علی باز گرای مہ جائے نشین مہر باشد نہ نجوم

تشیع کے لئے صرف اتنا ہی عقیدہ کافی ہے جو اس میں ظاہر کیا گیا۔ تحریک تبرا میں

شرکت ضروری نہیں۔

غالب اخلاق کے فلسفہ میں زیادہ تر ضرورت و مصلحت کا پابند تھا اس لئے ہوسکتا ہے کہ ماوراء النہری والی رباعی محض بادشاہ کو خوش کرنے کیلئے لکھدی ہو۔ تقیہ بھی تو اسی کو کہتے ہیں۔

اسکے کلام سے متعدد جگہ اس کا شیعہ ہونا ثابت ہوتا ہے اور غالباً اس مسئلہ پر کسی وقت مفصل گفتگو کر چکا ہوں۔ میر کے باب میں البتہ گفتگو ہوسکتی ہے اور بعض محققین کا خیال ہے کہ وہ شیعہ نہ تھا۔

صدیقی۔ میں آپ کی یہ نظم کسی رسالہ میں دیکھ کر خاموش داد دے چکا ہوں۔ نظم کی بڑی خوبی اسکی یکسانیت ہے اور حسن ترتیب کے ساتھ خیال کا تدریجی ارتقا اگر اسکا اختتام تمثیلی (ڈرامائی) انداز سے اشاراتی (Suggestive) اصول پر ہوتو کیا کہنا۔ میں دیکھتا ہوں کہ آپ میں اس رکھ رکھاؤ کی بڑی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ آپ کی نظم محاکات کا اچھا نمونہ ہے، اگر اس میں تھوڑی سی ایثری لطافت بھی ہوتی تو بڑی بلند چیز ہو جاتی۔

تشبیہات اب زیادہ تر مرکب استعمال کی جاتی ہیں، اور اس میں شک نہیں بہت لطف دیتی ہیں، آپ کا بھی رجحان یہی ہے، لیکن ہر افراط چیز کی بُری ہے، اسلئے اعتدال کا خیال اس میں بھی رکھیئے تاکہ دوسرے کو یہ نہ محسوس ہو کہ آپکا مقصود ہی صرف تشبیہات سے کھیلنا ہے۔

ہندی شاعری کے مطالعہ سے آپ کو کوئی فائدہ نہ ہوگا، اس میں یہ رنگ نہیں ہے، تغزل میں بیشک اس سے مدد مل سکتی ہے اگر آپ فارسی میں فردوسی، قاآنی، ساوجی اور بدر چاچ کا مطالعہ کریں تو آپ کو اپنے ذوق کی لحاظ سے بہت سی نئی باتیں ان میں مل جائیں گی اردو شعراء متاخرین میں انیس کو سامنے رکھئے۔ بیدل کا ذکر میں نے اس لئے نہیں کیا۔ اگر ایک دفعہ اسکا چسکا لگ گیا تو آپ کا لکھنا پڑھنا سب چھوٹ جائے گا۔ اس بحر مواج میں غوطہ لگانے کے بعد ابھرنا مشکل ہے۔ امید ہے مزاج بخیر ہوگا۔

مخلص نواز، آپ جس قدر جلد جواب چاہتے تھے اتنی ہی زیادہ دیر ہوئی، کس قدر عجیب بات ہے۔ آپ برہم تو ہوں گے لیکن شاید نہ اس قدر " کدخدائی یا کتخدائی" کا استعمال جشن نکاح کے مفہوم میں صرف کنایہ و مجاز کی صورت سے ہے کدخدا کے معنی صاحب خانہ کے ہیں یہ مرکب ہے کد اور خدا سے۔ کد بہ معنی خانہ اور خدا بہ معنی صاحب و مالک۔

فارسی میں بدآوازی اور " بے سرے پن " کے لئے " کج نغمگی " استعمال کیا جاتا ہے لیکن یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ ایرانی موسیقی کی اصطلاح ہے۔

" کفن پھاڑنے " کا محاورہ اردو میں " گھبرانے اور بیتاب ہوجانے " کا مفہوم اپنے اندر رکھتا ہے جیسے کفن پھاڑ کر بھاگ نکلے۔ یا کفن پھاڑ کر چیخ اٹھے یعنے بیتاب ہوکر بھاگ نکلے یا چیخ اٹھے۔ بیشک یہ محاورہ فارسی سے لیا گیا ہے لیکن

ہاں مفہوم ذرا اس سے مختلف ہے، جب کسی سخت بیماری یا مصیبت سے نجات
ملتی ہے تو "کفن پارہ کردن" بولتے ہیں۔

آپ کا دوسرا سوال بہت تفصیل طلب ہے، موضوع نہایت دلچسپ ہے
لیکن کافی کاوش چاہتا ہے عام طور پر انگریزی کے جتنے الفاظ فارسی و عربی سے
ماخوذ نظر آتے ہیں حقیقتاً اس سے بہت زیادہ ہیں۔ کیا Over) عبور کی
بگڑی ہوئی صورت نہیں ہے اور کیا (Down) دون[1] سے علیحدہ کوئی چیز ہے۔
آپ کا ادھر خیال بھی نہ گیا ہوگا۔

دیکھئے اگر فرصت ہوئی تو اس پر تفصیل سے کسی وقت لکھوں گا آپ بھی کچھ
مدد کیجئے اگر ممکن ہو۔

قبلۂ محترم . بڑی مشکل آپڑتی ہے جب کسی سے دل کی بات چھپائے نہ
بنے اور وہ پوچھ بیٹھے۔ آپ کا وجود میرے لئے "دیوارِ حرم" ہے کہ کہیں پناہ نہ
ملے تو آخر کار وہیں جا کر سر چھپاتا ہے، لیکن ابھی تو پیترے بدل بدل کر وار خالی
دے رہا ہوں اور خیال ہے کہ یونہی لڑتا بھڑتا نکل جاؤں گا، پھر آپ کیوں اسقدر
فکر مند ہیں۔

رہا اصل معاملہ، سو بقول داغ

---

[1] "دون" نیچے کے معنے آتا ہے۔

اور بات ہے اتنی کہ اُدھر کل ہے اِدھر آج

یعنی وہ خدا کا معاملہ "فردا" پر اٹھا رکھتے ہیں اور میں کہتا ہوں کہ خدا نام ہے صرف "آج" کا بلکہ اس لمحہ کا جو اس وقت گزر رہا ہے، لیکن فردا عدم محض ہے اور اسکا وجود "آج" ہی کی صورت میں محقق ہو سکتا ہے۔

میں نہیں کہہ سکتا کہ آپ کا فیصلہ اس باب میں کیا ہوگا، لیکن جو کچھ بھی ہو مجھے اسی دنیا میں جان دینا ہے اور پھر اٹھنا نہیں جنھیں حشر و نشر کا سوقیانہ ہنگامہ گوارا ہو وہ اس کی تمنا کریں، حوروں کی آرزو کیا کروں، جانتا ہوں کہ من و سلویٰ کھانے والے بھی لہسن پیاز پر اتر آئے تھے، سونے چاندی کے مکان وہاں ملے بھی تو کس کام کے جب کہ ان کی ایک اینٹ بھی فروخت کر کے یوروپ جانے کے لئے ہوائی جہاز میں کوئی سیٹ رزرو نہیں کرا سکتا۔ رہ گئے پھل، سو آپ جانتے ہی ہیں کہ یہاں ذہنی نزلہ کا زور رہتا ہے چہ جائیکہ اسپر پھلوں کی بھرمار جو "سریع الاستحالہ" ہونے کی وجہ سے فوراً خلط غالب میں تبدیل — ہو جاتے ہیں۔ پھر یہ بھی نہیں معلوم کہ فردوس کا ٹمپریچر کیا ہوگا۔ کہا جاتا ہے کہ وہاں ہر وقت صبح صادق کا سا سماں نظر آئے گا۔ لیکن کس موسم کی صبح صادق اور کس ملک کا موسم؟ اگر سرزمین عرب کو معیار قرار دیا جائے، تو میں نہیں کہہ سکتا کہ وہاں کے کسی موسم کی صبح صادق ایسی ہو سکتی ہے جو دنیا کے ہر شخص کیلئے موزوں ہو۔

قطب شمالی کی بسنے والی قوم اسکیمو، کے سامنے آپ جہنم کی بڑھتی ہوئی گرمی کا ذکر کرینگے تو وہ قصداً گناہ کر کے وہیں جائیگی اور اگر فردوس کے موسم میں بڑا اعتدال پیدا کر دیئے آپ نے تو مشرقی

کے آنگن تک کھینچ لائیے تو سوئیڈن و ناروے کے جنتی کے لئے وہ دوزخ سے بھی بدتر ہوگا۔

خدا کو اگر جنت دوزخ بنانا ہوتی تو ساری دنیا کا موسم اور سب کا ذوق ایک ہی رکھتا پھر اگر یہ نہیں ہے تو وہ بھی نہیں ——— انھیں دشواریوں کو دیکھ کر مولوی کہتے ہیں کہ جنت میں سب ایک عمر ایک ذوق اور ایک رجحان کے ہونگے صورت غالباً اس لئے ایک نہیں بتائی کہ حوروں کو دھوکا ہو جاتا۔ بہر حال حشر و نشر کے عقیدہ کے ساتھ یہ طومار بندی میرے بس کی چیز نہیں ہے تو مرکے خدا کو کسی جھگڑے میں ڈالنا پسند نہیں کرتا، وہ اگر حشر و نشر نہ کرکے بھی خدا رہ سکتا ہے تو پھر ہم کیوں اسے الجھن میں مبتلا کریں۔

آپ ہنسے نہیں، ذرا غور کرکے بتائیے کہ یہ ہے کیا؟

جی ہاں، کل وہ بھی دیکھ لیا، جس کے دیکھنے کی آرزو تو ہے، لیکن ہمت نہیں۔

بلا باشد، دو شاہد را بہ بحث ناز پیچیدن
نگہ در نکتہ زا یہا، نفس در سر سایہا

پہلے مصرعہ میں "چہ خوش باشد" کی جگہ "بلا باشد" میرا تصرف ہے جو میرے تاثر کے لحاظ سے ضروری تھا۔

یوں تو ساری صحبت قیامت تھی لیکن وہ وقت نہیں بھولتا جب رقص پا حسینہ انتہائی جوش و خروش کے ساتھ آستینیں چڑھا کر کچھ کہنے [illegible] آمادہ ہو رہا تھا ادھر سے یہ فقرہ کسا گیا کہ "بس ہٹ جانا" ——— آشفتہ نوائے بہ سر دار بر آید۔

اس میں شک نہیں دونوں بلا ہیں، اور میں اب وہاں نہ جاؤں گا، جبتک "ردبلا" کا کوئی عمل ہاتھ نہ آجائے۔ تم تو خیر "نادعلی" کے زور پہ سارا زور سنبھال لیجاتے ہو، لیکن میں کیا کروں جبکہ نہ کوئی "مظہرالعجائب" یہاں مدد کو پہونچتا ہے نہ کوئی مستجاب الدعوات!

مکرمی۔ شاعروں کی نہ کہئے، مرفوع القلم جماعت ہے۔ "رگ جاں" میں تو دونوں الفاظ غیر متناسب نہیں ہیں کیونکہ زندگی کا تعلق خون سے ہے جو رگوں میں دوڑتا ہے اور "شہ رگ" آپ جانتے ہی ہیں کتنی اہم چیز ہے۔ لیکن اور رگوں کو کیا کہئے گا جو شعرا نے پیدا کی ہیں، "ابر میں رگ" کہاں سے آئی لیکن رگ ابر اس باریک سفید خط کو کہتے ہیں جو سیاہ ابر کے ٹکڑے میں کہیں نظر آجاتا ہے۔ اور تو اور "رگ تلخی" ملاحظہ کیجئے، اس سے مراد شراب وگلاب کی تلخی ہے۔ غالب نے تو گفتار میں بھی رگ پیدا کردی ہے لکھتا ہے:۔

جام سخن گوی غالب بگویم
خون جگر ست از رگ گفتار کشیدن

مغربی لٹریچر کے زیر اثر اردو کے انداز بیان میں بہت سی باتیں واقعی نہایت عجیب وغریب آگئی ہیں لیکن آپ ان کو محض اس بنا پر غلط نہیں کہہ سکتے کہ اساتذہ سلف کے کلام میں نہیں پائی جاتیں زبان یونہی ترقی کرتی آئی ہے، اس پر

ناک بھوں چڑھانا غلطی ہے۔ آپ اس سیلاب میں نہ پڑئے لیکن اس کے روکنے کی کوشش بھی نہ کیجئے، نتیجہ معلوم!

مخلص نواز

یہ آپ سے کس نے کہا کہ میں یہاں سے کہیں اور جا رہا ہوں۔ جب انسان وطن چھوڑ دے تو پھر وہ ہر جگہ مسافر ہے، یہاں مجھے کیا تکلیف ہے کہ غریب الدیار ہونے کا لطف کہیں اور جا کر ڈھونڈوں۔ اگر آپ میری زندگی سے آگاہ ہوتے تو شاید اس خبر کا اعتبار نہ کرتے۔ میرے لئے تو اب گھر سے باہر قدم رکھنا بھی دشوار ہے، چہ جائیکہ شہر سے باہر کہیں جانا۔

قید میں ہوں اور ناخوش نہیں۔ یہ جذبہ اسی وقت تک رہتا ہے جب پر و بال میں قوتِ پرواز موجود ہو۔ اب تو میں دنیا کو تنگ تر کرتا جا رہا ہوں، یہاں تک کہ اسکی وسعت "گور" کی حدود سے زیادہ نہ رہے — دنیا سے بیزار ہو کر جینا بھی ایک لذت رکھتا ہے اور —— "یہ ملول بودن و تنہا گریستن" معمولی بات نہیں۔

خدا نہ کرے آپ اس سے کبھی واقف ہوں، کیونکہ میں جانتا ہوں مجھ سے آپ سے اس عالم میں بھی نہ بنھے گی۔ آپ میرے رونے کی ہنسی اڑائیں گے اور میں آپ کے ہنسنے پر روؤں گا۔

عرصہ سے یوسف کی خبر نہیں۔ کہاں ہیں؟ سنا تھا کہ ان کو کوئی نئی زلیخا

مل گئی ہے۔ آپ کو حالات معلوم ہوں تو لکھئے وہ نہیں تو انکا ذکر ہی کیا ہے!
خزانے را بہارے می تواں کرد

حضرت،

میں اور آپ کی شکایت کروں!

آپ میری اس سے زیادہ برائی کیجئے، اس سے زیادہ ممنون ہوں گا۔

آتش زدی ام چمن چمن افروختی مرا!

جب دنیا خوش ہوکر مجھے کوئی فائدہ نہیں پہونچاتی، تو اسکی برہمی کی پروا کیوں کروں، ہاں کم از کم میرے ساتھ تو اسکا یہی معاملہ ہے۔ آپ کے ساتھ یہ نہیں تو آپ ڈرئیے، ضمیر و میر سب فضول باتیں ہیں اور پھر آپ کے لئے! کہ آپ کے دماغ کی ساخت میں قدرت نے وہ حصہ رکھا ہی نہیں جس کا تعلق دل کی دھڑکن اور آنکھ کے نم سے ہے۔

بیشک مجھ سے وہ سب کچھ کہا گیا جو آپ نے لکھا اور تھوڑی دیر تک میں اسے سن کر مضطرب بھی رہا، لیکن جب پچھلی باتیں یاد آئیں تو مطمئن ہو گیا کیونکہ آپ کی طرف سے یہ کوئی نیا تجربہ نہ تھا۔ بہرحال آپ یقین کیجئے کہ مجھے آپکے طرزِ عمل سے مطلق حیرت نہیں ہوئی اور اس لئے شکایت کیوں کرتا، کس سے کرتا۔

نخورم زخم دراں کوچہ کہ مرہم باشد
نشوم کشتہ دراں شہر کہ ماتم باشد

مکرمی، یقیناً بادی النظر میں وہی شبہ پیدا ہوتا ہے، جو آپ نے ظاہر کیا لیکن غور کرنے سے مفہوم واضح ہو جاتا ہے بیشک شعر اسی طرح ہے!

در گلستاں دیدمش نشناختم
بر تنش پیراہنِ گل تنگ بود

آپ کا اعتراض یہ ہے کہ جب پیراہنِ گل اس کے لئے تنگ تھا اور وہ اس میں نہ رہ سکتا تھا تو پہلے مصرعہ کا مفہوم غلط ہو جائے گا۔ کیونکہ محبوب اور پھول دونوں میں تمیز اٹھ جانا اسوقت ممکن ہے جب "پیراہنِ گل" اس کے جسم پر ٹھیک آ جائے نہ یہ کہ وہ تنگ ہو۔

آپ نے دوسرے مصرعہ کا مفہوم صحیح نہیں سمجھا، اس لئے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے "پیراہن تنگ ہونے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ وہ جسم پر ٹھیک نہ آتا تھا" بلکہ مدعا یہ کہنا ہے کہ اس کے جسم پر "پیراہن گل" اتنا چست تھا کہ دونوں میں تمیز دشوار تھی اور وہ بالکل پھول ہی پھول نظر آتا تھا۔

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

حبیبی، خط پہونچا، آپ کی برہمی بالکل بجا ہے، میں نے "قتیل و غالب" کو دیکھا ہے، بلکہ اس پر ریویو بھی کر چکا ہوں لیکن یہ واقعہ ہے کہ فارسی شاعری میں غالب کے سامنے قتیل کیا، بڑے بڑے مستند شاعروں کا ذکر بھی یونہی سی بات ہے۔ غالب اپنے اخلاق کے لحاظ سے جیسا کچھ بھی رہا ہو، لیکن شاعر ہونیکی

حیثیت سے وہ اپنی جگہ تنہا نظر آتا ہے۔ ہموطن ہونے کے لحاظ سے انورؔی صاحب پر قتیل کا جو حق پایا جاتا تھا، اس سے زیادہ انھوں نے ادا کر دیا، لیکن جبتک وہ یہ نہ ثابت کر دیں کہ قتیلؔ شاعری میں بھی غالب کا ہمسر تھا، نہ قتیل کی روح خوش ہو سکتی ہے، نہ خود انکا ضمیر، اور یہ محال ہے۔

اس میں شک نہیں کہ قتیل پر نکتہ چینی کرنے میں غالب نے صرف زبانی روایات پر اعتماد کیا اور خود قتیل کا کلام مطالعہ کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی لیکن اس سے قتیل کی شاعری کو کیا فائدہ پہونچ سکتا ہے۔

غالب کی شاعری کا یہ کھاپن کہ:-

"دماغِ نازکِ من بر نمی تابد تقاضا را"

اس کی شاعری میں ہر جگہ پایا جاتا ہے اور اسکی یہ خصوصیت مشکل ہی سے کہیں اور مل سکتی ہے۔

شعراء کے کلام میں شوخی بھی پائی جاتی ہے اور رنگینی بھی، ندرت بیان بھی نظر آتی ہے اور لطف زبان بھی، لیکن ان سب کے ملجانے کے بعد جو ایک نئی چیز بنتی ہے وہ غالب ہی کے یہاں ملے گی۔ عرفی، نظیری، بیدل، حافظ، خسرو اس کے یہاں کیا نہیں ہے ایک تو سعدی لکھتا ہے:-

تا چہا آئینۂ حسرت دیدار تو ایم — جلوہ بر خود کن و ما را بہ نگاہی دریاب

خطے بہستی عالم کشیدیم از مژہ بستن — ز خود رفتیم و ہم با خویشتن بردیم دنیا را

کہئے بیدل سامنے آگیا یا نہیں۔ ایک شعر اور سنئے خسرو کے رنگ کا:-

امیدِ لطفِ تو دل میدہد بدین شادم — وگرنہ تابِ صبوری ازیں یادم نیست

حافظ کا رنگ ملاحظہ ہو:-

بیا کہ قاعدۂ آسماں بگردانیم — قضا بہ گردشِ رطلِ گراں بگردانیم
گل افگنیم و گلابے بہ رہگذر پاشیم — مے آوریم و قدح در میاں بگردانیم

اب عرفی کا رنگ دیکھئے:-

چہ خوش باشد دو شاہد را بہ بحثِ ناز سنجیدن — نگہ در نکتہ زائیہا، نفس در سرمہ سائیہا

انداز نظیری کی مثالیں ملاحظہ ہوں:-

مرادِ میدانِ گل در گماں فگند امروز — کہ باز بر سرِ شاخِ گل آشیانم سوخت

ما و خاکِ رہگذر بر فرقِ عرفاں ریختن — گل کسے جوید کہ او را گوشۂ دستار ہست

اب چند شعر ایسے سنئے جہاں وہ وہ اپنے رنگ میں بالکل منفرد نظر آتا ہے۔

آں راز کہ در سینہ نہاں ست نہ وعظ ست — بر دار تواں گفت و بہ منبر نتواں گفت
کارے عجب افتاد بدیں شیفتہ مارا — مومن نبود غالب و کافر نتواں گفت

در خموشی تابشِ روئے عرفنا کش نگر — تا چہا ہنگامۂ سرگرمی گفتار ہست

آنکہ بے پردہ بصد داغ نمایانم سوخت — دیدہ پوشید و گماں کرد کہ پنہانم سوخت
نہ بر جستہ شرار و نہ بجا ماندہ رماد — سوختم لیک ندانم بہ چہ عنوانم سوخت

بیا و جوشش تمنای دیدنم بنگر | چو اشک از سر مژگاں چکیدنم بنگر
ز من به جرم تپیدن کناره می کردی | بیا بخاک من و آرمیدنم بنگر
شنیده ام که نه بینی و ناامید نیم | نه دیدن تو شنیدم شنیدنم بنگر
دمید دانه و بالید و آشیانگه شد | بانتظار هماں دام چیدنم بنگر

سر بپایم بوسه و عرض ندامت می کنم | اختراعے چند در آداب صحبت می کنم
سنگ و خشت از مسجد ویرانه می آرم بشهر | خانه در کوے ترسایاں عمارت می کنم
کرده ام ایمان خود را دستمزد خویشتن | می تراشم پیکر از سنگ و عبادت می کنم
راهے ز شیخ دیر به مینو کشوده ام | از خم کشم پیاله و در کوثر افگنم
تا باده تلخ تر شود و سینه ریش تر | بگدازم آبگینه و در ساغر افگنم

دهید باده گلفام چوں سلام کنم | هماں به باده سلام مرا دهید جواب

شبم تاریک و منزل دور و نقش جاده ناپیدا | بنازم جلوهٔ برق شراب گاه گاهی را

خجلت نگر که در حسنانم نیافتند | جز روزه درست ز صهبا کشوده

خوش بود فارغ ز بند کفر و ایماں زیستن | حیف کافر مردن و آوخ مسلماں زیستن

دولت بہ غلط نبود از سعی پشیماں شو　　کافر نتوانی شد ناچار مسلماں شو

کہاں تک لکھوں ایسے نوادر اسکے یہاں ہر جگہ بکھرے ہوئے ہیں اور اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ غریب قتیل کا کیا حوصلہ ہو سکتا ہے کہ وہ اس کے منھ آئے

شعر غالب نبود وحی و نگوئیم ولے
تو و یزداں نتواں گفت کہ الہامی ہست

صدیقی۔

میں نہیں کہہ سکتا کہ جو خبر آپ نے سُنی ہے وہ کس حد تک صحیح ہے۔ استحالہ عقلی تو اس میں کوئی پایا جاتا نہیں لیکن ان کی عادت کو دیکھتے ہوئے ضرور اسے محال کہہ سکتا ہوں۔ میری ان کی شناسائی آج کی نہیں، ایک چوتھائی صدی کی ہے اور میں نے کبھی کسی کی بُرائی کرتے ہوئے نہیں سُنا۔ اگر آپ سے کوئی خاص تکلیف انھیں پہونچی ہے تو البتہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا، ورنہ یوں محض تفنن کے لئے عیب جوئی یا نکتہ چینی ان کی عادت نہیں ہے، آپ کہتے ہیں تو میں اس کی تحقیق بھی کر دوں گا، لیکن میں یقین دلاتا ہوں کہ آپ کا راوی دروغگو ہے، نام آپ اس کا بتاتے نہیں اور اسکے قابل اعتماد سمجھنے پر مجبور بھی کرتے ہیں۔ بھلا یہ کیونکر ممکن ہے۔

بہرحال آپ مطمئن رہئے، میں دریافت کروں گا اور ضرورت ہوئی تو سامنا کرا دوں گا لیکن اس وقت تک کہ میں پھر آپ کو نہ لکھوں، آپ بالکل خالی الذہن رہئے اور کسی سے اس بات کا ذکر نہ کیجئے۔

کیا پوچھتے ہو ان کا کیا عالم ہے۔

زورِ دگر ست ایں کماں را

کل تشریف لائے تھے، میں پہچان نہ سکا، پورے بیس سال اس طرف ہٹ گئے ہیں۔ میں دیکھ کر مسکرایا تو بے اختیار کھل کھلا کر ہنس پڑے اور پھر جو سراپا کا ذکر شروع کیا تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ "داستان ہوشربا" بیان کر رہے ہیں میں نے کہا "سیرت ؟" بولے کہ اسکا حال کیا پوچھتے ہو، اِس زمانہ کی "رابعہ بصری" کہوں تو بھی کم ہے۔

عمر کی تفاوت کا میں نے ذکر چھیڑنا ہی چاہا تھا کہ مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور بولے "بس اس سے زیادہ وقت نہیں دے سکتا، انتظار ہو رہا ہوگا۔"

یہ تو واقعہ ہے کہ ان پر اس شادی کا بڑا اچھا اثر پڑا ہے، غریب بیوی کا کیسا حال ہے، اس کی خبر نہیں۔ مگر آدمی ہوشیار ہیں، اسکی ہوا تک نہ دیں گے!

قبلہ مستمندان، عطوفت نامہ کل شام کی ڈاک سے ملا۔ ساری رات بے چینی میں کٹی کہ کب صبح ہو اور کب اسکے جواب میں اپنا اعتراف عقیدت پیش کروں لیکن اب یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا لکھوں اور کس کو لکھوں۔

کہتے ہیں شاعری نام ہے جذبات نگاری کا، لیکن جب جذبات کا ہجوم طاقت گویائی چھین لے تو اسے کیا کہیں گے ؟ شاعری سے بلند اور کیا چیز ہو سکتی ہے —

شاید سکوت!

بہرحال اگر میں اظہار منت پذیری میں قاصر رہوں تو اس کو احسان فراموشی نہ سمجھا جائے۔ اور نہ میرے اس اظہار کو شاعری۔

میں اپنی ان تمام ذمہ داریوں سے واقف ہوں جو موجودہ حالات میں مجھ پر عائد ہوتی ہیں، امید ہے کہ آپ کو شکایت کا موقع کبھی نہ ملے گا۔ میں ہر وقت حاضر ہوں، جب ضرورت ہو، تار دیکر بلا لیجئے۔

حضت، یہ آپ مجھے کیا سنایا کرتے ہیں کہ دنیا کیا کہتی ہے، آپ کی دنیا مجھ سے بے خبر، میں آپ کی دنیا سے ناواقف۔ ایک کو دوسرے سے واسطہ ہی کیا۔

جاہ ز علم بے خبر، علم ز جاہ بے نیاز
ہم محک تو زر ندید، ہم زر من محک نخواست

آپ کی عنایتوں کا شکرگزار ہوں اور ہمیشہ رہوں گا لیکن اُسی دنیا کے اُصول کو سامنے رکھ کر جس کے آپ دلدادہ ہیں، ورنہ سچ پوچھئے تو میرا دل آپ کی طرف سے بہت زیادہ لبریز شکایت ہے۔

میں جن مکروہات سے دامن چھڑانا چاہتا ہوں، انھیں میں آپ مجھے مبتلا کرنا چاہتے ہیں، اور اسکا نام آپ نے رکھا ہے، محبت۔ خلوص۔ صداقت۔ عنایت اور خدا جانے کیا کیا۔ باز آیا میں آپ کی اس "خواجگی و سرپرستی" سے!

مجھے آپ ہی لوگوں نے وطن سے بیگانہ بنایا اور اب اس دنیا سے بھی بیگانہ

بنا دینا چاہتے ہیں، جہاں یہ کوئی نہیں پوچھتا کہ میں اس کرہ کا باشندہ ہوں یا کسی اور کرہ کا — آؤں گا، لیکن ابھی نہیں، کلیجہ ذرا پتھر کا بنا لوں۔

صدیقی، حیران ہوں کہ آپ کو کیا مشورہ دوں۔ اس سے پہلے شادی کا خیال یا تو لوگوں کو خلیفہ بنا دیتا تھا یا مسرور اور اب اس کی طرف سے نہ خوف باقی رہا ہے نہ دلکشی۔

خوف نتیجہ تھا ذمہ داریوں کے احساس کا اور دلکشی اخلاقی نگہداشت کا۔ سو اب نہ یہ ہے نہ وہ۔

ہم سب آزادی کے سیلاب میں تنکے کی طرح بہے جا رہے ہیں اور کوئی صورت نہیں کہ ایک جگہ قدم جما کر یہ تو دیکھیں کہ ہم کہاں سے چلے تھے اور کہاں جا رہے ہیں۔

عورت و مرد کے جنسی تعلقات کا شادی سے کوئی واسطہ نہیں۔ اس خیال سے ہٹ کر شادی کرنا آپ لوگوں کے نزدیک محبت کی توہین ہے اور یہ بات میری سمجھ میں آج تک نہیں آئی کہ بیوی سے محبت کیسی؟

وہ محبت جس کا تعلق صرف جنسی خواہش سے نہ ہو میرے یہاں "دوستی" کہلاتی ہے اور محبت سے زیادہ بلند چیز ہے، لیکن آپ کی سمجھ میں یہ بات نہیں آسکتی

بہرحال آپ نے میری رائے دریافت کی ہے تو اسے سن بھی لیجئے اور وہ یہ ہے کہ اگر آپ اپنی موجودہ "حیاتِ معاشقہ" کی لذت کچھ عرصہ تک قائم رکھنا

چاہتے ہیں تو شادی کا خیال ترک کر دیجئے اور اگر آپ کی ہونیوالی بیوی میں اتنا صبر و تحمل ہے کہ وہ صرف آپ کی دوستی پر قناعت کر کے آپ کی جوانی کو آزاد چھوڑ سکتی ہیں، تو شادی میں کوئی حرج نہیں۔

آپ کی طبیعت سے خوب واقف ہوں اور جانتا ہوں کہ اس ولولہ کی عمر کتنی ہے۔ آپ کیوں اس غریب کا عمر تباہ کریں گے۔

مکرمی۔ رات میں نے نہایت عجیب و غریب خواب دیکھا۔ میرے ایک نہایت عزیز دوست نے چند مخصوص احباب کو دعوت دی ہے اور انکی ضیافت کے اہتمام میں نہایت انہماک کے ساتھ مصروف ہیں۔ لیکن جسوقت مہمان کرسی پر آکر بیٹھتا ہے تو پشت کی طرف سے جاکر اس کی گردن کاٹ ڈالتے ہیں، جب چودہ احباب ذبح ہو جاتے ہیں تو میری طرف مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اب دعوت مکمل ہو گئی۔ میں ان تمام ذبیحوں کو دیکھ کر کچھ کہنا چاہتا ہوں کہ دفعتاً آنکھ کھل جاتی ہے۔

آپ کو تعبیر بتانے میں بڑا ملکہ حاصل ہے، ذرا سوچکر بتائیے تو سہی یہ کیا بات ہے۔ ہاں اسکے ساتھ ہی میں یہ ظاہر کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں نے اپنے جن دوست کا ذکر کیا ہے وہ ان لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے ہمیشہ اپنے احباب کے لئے قربانیاں کی ہیں اور اسی عادت نے ان کو تباہ کر رکھا ہے۔

بعض اوقات خواب میں اشارات خفیہ ضرور پائے جاتے ہیں اسی لئے میں نے

آپ سے پوچھا کہ اس خواب میں کس بات کی طرف سے مجھے متنبہ کیا گیا ہے بقائے روح کا قایل ہوں یا نہ ہوں لیکن بعض ایسے حضرات سے ضرور واقف ہوں جنھوں نے رات کو خواب میں وہی بات دیکھی جو دن کو ہونے والی ہے۔

قصۂ عشق کہ ماند ایں ہمہ ناگفتہ بسے
باتو گویم بشرطیکہ نہ گوئی بہ کسے

آپ سمجھے "قصۂ عشق" سے کیا مراد ہے اور "کسے" کا اشارہ کس طرف ہے؟ غالب یہ فیصلہ کر چکا ہے کہ "غم عشق و غم روزگار" دونوں ایک ہی چیز ہیں اور میرا فیصلہ یہ ہے کہ اپنے سوا ساری دنیا "کسے" میں شامل ہے۔ تم کو میں نے اس لئے علیحدہ کر دیا کہ تم اس دنیا کے آدمی نہیں اور تم سے باتیں کرنا گویا اپنے آپ سے سرگوشیاں کرنا ہے۔

پھر اب کیا پوچھتے ہو کہ کیا عالم ہے۔ نظیر کا ایک شعر یاد آگیا۔

جس کی آنکھوں نے کیا بزم دو عالم کو خراب
کوئی اس فتنۂ دوراں سے کہے عشق اللہ

سو بھئی اب تو زمانہ وہی ہے کہ سوائے اسکے کہ سر منڈا کر گلے میں کفنی ڈالکر ہاتھ میں سونٹا لئے ہوئے "عشق اللہ" کہتے پھریں اور کیا ہو سکتا ہے۔

کیں خستہ اگر دیر زید شام بمیرد

اور شام کے مرے ہوئے کو صبح تک کون روتا ہے۔

میری تجویزیں تو خدا جانے کیا کیا تھیں لیکن اب ان سب کو ملا کر میں نے ایک کر لیا ہے اور وہ یہ کہ دیوبند جا کر مولوی اشرف علی صاحب کا مُرید ہو جاؤں یہ خلاصہ ہے اس جواب کا جو آپ کی تحریر پڑھ کر انھوں نے دیا۔ آیندہ جو کچھ پوچھنا ہو مہربانی فرما کر براہ راست انھیں سے پوچھئے، میرے پاس نہ اتنا وقت کہ ان کو چھیڑ کر تراویح شبینہ کی نیت باندھ لوں اور نہ اتنی عقل کہ جو کچھ وہ کہیں اسے سمجھ سکوں ـــــ اچھا ـــــ عشق اللہ!

لاحول ولا قوۃ، اتنا زمانہ ہو گیا اور اب تک تم اس بُت کو رام نہ کر سکے۔

برہمن می شدم گر ایں قدر زنار می بستم

"فکر فضول" کی کمی ہے یا "جرأت رندانہ" کی ـــــ آخر بات کیا ہے؟ میں تو سمجھتا ہوں دونوں ہی ضعیف ہیں۔ یہ سارے ٹنٹنے معلوم ہوتا ہے جلوت کے ہیں اور خلوت میں جا کر شاید وہی بات پیدا ہو جاتی ہے جسے تم تو کبھی نہ ظاہر کرو گے لیکن غریب غالب کو آخر میں کہنا ہی پڑا کہ

میرے ہونے میں ہے کیا رسوائی

اے وہ جلوت نہیں خلوت ہی سہی

سوچ رہا ہوں کہ ایک دن کے لئے آؤں اور تمھاری شکست کو جو میں "برمحل" دیکھ کر لطف اٹھاؤں لیکن جانتا ہوں کہ اس وقت تم کیا کر دو گے! کیا تمھارے متعلق سعید کی یہ رائے واقعی صحیح ہے کہ

شیر قالیں اور ہے شیر نیستاں اور ہے۔

محترمی۔ جو کچھ مجھے عرض کرنا تھا، پہلے ہی عرض کر چکا ہوں۔ پھر آپ کیوں، خواہ مخواہ مجھ سے بار بار وہی بات کہلواتے ہیں جس سے آپ کو تکلیف ہوتی ہے اور مجھے ملال۔ یقیناً میرا فیصلہ سخت ہے لیکن ناگزیر، میں زمانہ سے جنگ کرتا ہوں، اس کے رحم پر اپنے آپ کو نہیں چھوڑتا اور آپ کو کیا معلوم کتنا خونِ دل پینے کے بعد ایک انسان پتھر کا کلیجہ بنا پاتا ہے۔

سالہا باید کہ تا یک مرد صاحبِ دل شود

میں سمجھا کہ آپ نے اسکو کیوں خودکشی سے تعبیر کیا ہے، لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جان دینے اور جان لینے میں زیادہ فرق نہیں ہے، سوال صرف "دستِ خویش" اور "دستِ غیر" کا ہوتا ہے سو یہ کوئی بڑی بات نہیں۔

میں چند دن سے اپنے احساسات میں ایک خاص تغیر محسوس کر رہا ہوں آپ بھی سن لیجئے۔ یعنی ہر وہ چیز جسے دنیا زیادہ مکروہ سمجھتی ہے۔ مجھے اپنی طرف زیادہ کھینچتی ہے اور میں کچھ ایسا محسوس کرنے لگا ہوں کہ اخلاقی حقیقتیں شاید بداخلاقی کے اندر چھپی ہوئی ہیں جن باتوں پر دنیا روتی ہے مجھے ہنسی آتی ہے اور جن باتوں پر سب ہنستے ہیں مجھے رونا آتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ "ذہنی رجعت" ہو لیکن دیوانہ بننے کے لئے اس منزل سے گزرنا ضروری ہے لیکن آپ تو

ہر چہ بینند بہ عنوان تماشا بینند

اس لئے ہنس لیجئے جتنا ہنس سکتے ہیں، ایک وقت آئے گا کہ آپ ہی کو میرا سر پکڑ کر بیٹھنا پڑے گا

حضرت!

شکایت نامہ پہونچا، یہ تو درست نہیں کہ میں "آئینِ سجود" سے ناواقف ہوں، لیکن "مراتبِ سجود" سے بیشک آگاہ نہیں۔

میرے یہاں گردن جھکا دینے کے معنے آنکھیں بند کر لینے کے بھی ہیں اور آپ کے نزدیک اس میں عقل و ہوش، بصارت و بصیرت، حزم و احتیاط، پیش بینی و مصلحت اندیشی، خدا جانے کس کس چیز کی ضرورت ہوتی ہے۔

میں "رہنِ محبت" ہونے کے بعد اپنے تئیں اس سے "واگزاشت" کی تدبیر کبھی نہیں کرتا اور دوسرے پر بھروسہ کر کے تھوڑی دیر کے لئے اپنے کو بدست دیا سمجھ لینے میں بھی بڑی راحت حاصل ہوتی ہے۔ پھر ہو سکتا ہے کوئی مجھے دھوکا دے، لیکن میں کیوں اس کا یقین کر کے وہ کچھ سمجھوں، جس کے سمجھنے سے میری "لذتِ عافیت" برباد ہو جائے۔

آپ چونکہ ان کو مجھ سے بہتر جانتے ہیں اسلئے انھیں بدتر سمجھتے ہیں، میں نے ان کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی، اس لئے مجھے کیا خبر کہ وہ کیسے ہیں، جب میں کسی سے توقع قائم نہ کروں تو پھر بے وفائی کا مجھے کیا اندیشہ۔

آپ کو کیا معلوم کہ امیدوں سے بے نیاز ہو کر جینا کتنی بڑی نعمت ہے۔

لاحول ولاقوۃ، آپ نے بھی کس کا ذکر چھیڑ دیا، کہاں کا سکون اور کیسا جذب! اگر میں ان کے مبلغ عرفان سے واقف نہ ہوتا اور واقعی وہ بڑے پہونچے ہوئے ہوتے تو بھی میرے نزدیک وہ درویشی جو انسان کو دنیا کے لئے بیکار بنا دے لایعنی چیز ہے۔

کسی قلندر سے لوگوں نے پوچھا "معرفت چیست؟" اس نے جواب دیا "نتیجۂ بیکاری کہ اگر شغلے دیگر دست بہم میداد، ہیچکس دریں خیال نمی افتاد"

گر قابلِ کسب عملے می زادیم   در ورطۂ فکرِ خود نمی افتادیم
دیدیم کہ دست ما بجائے نہ رسید   از سعیِ جنوں دادِ گریباں دادیم

جب کسی کے دامن تک ہاتھ نہ پہونچا تو خود ہی اپنا گریبان پھاڑ ڈالا

یہ ہے فقر و معرفت کی انتہائی معراج جس پر آپ اتنا سر دھنتے ہیں، اگر آپ کے پاس فضول وقت ہو تو آیئے میں آپ کو "وضع رندی" کے رموز سے آشنا کروں۔ اگر آپ کو خدا کا جلوہ بادہ و ساغر ہی میں نظر نہ آنے لگے تو میرا ذمہ!

مطاعی الاجل۔

کتابوں کی رسید میں آپ نے جن الفاظ سے مجھے یاد کیا ہے، انکو پڑھکر واقعی مجھے بڑی شرم آئی یہ احسان میرا ہے یا آپ کا کہ آپ نے انکو قبول فرما لیا

ہم اوجِ طالعِ لعل و گہر کو دیکھتے ہیں

یاد رکھیئے کہ میرا مقصود بجز اس کے کچھ نہ تھا کہ آپ مجھے بھلا نہ دیں۔ رہا

یہ امر کہ جو طریقہ میں نے اختیار کیا وہ درست تھا یا نہیں، سو شوق و نیاز کی دنیا میں اسکا محاسبہ نہیں ہوتا۔ مصر کے بازار میں یوسف کی خریداری کے لئے ایک بڑھیا صرف سوت کی انٹی لے کر گئی تھی۔ اور اگر یوسف کو خبر ہو جاتی تو شاید اسی کے ہاتھ بک بھی جاتے۔

میں بحمداللہ اچھا ہوں اور اپنے حال پر بالکل قانع۔ پہلے جب "ہوش و حواس" کی منطق سے کام لیا کرتا تھا تو کبھی کبھی دنیا کے کاروبار پر ہنسی آجایا کرتی تھی لیکن "اب کسی بات پہ نہیں آتی"۔ اس سے زیادہ اور کیا چاہیئے۔

زندہ رہیئے۔ خوش رہیئے کہ عین یہی میری زندگی و خوشی ہے۔

جی ہاں، میرے پاس بھی شکایت کا خط آیا تھا۔ واقعی میں نے ان کے خطوں کا جواب نہیں دیا، لیکن اسکی ذمہ دار وہ خود ہیں۔ انھوں نے مجھ سے بے تکلفی پیدا کر لی اور عورت کے خط کا جواب کھل کھیلنے کے بعد دنیا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

آپ ہی بتایئے میں ان کو لکھوں بھی تو کیا، نہ اب اشارت و کنایت میں بات کرنے کا لطف باقی رہا نہ وصل و ہجراں کی حکایت کا۔ پہلے جھوٹ بھی اظہار محبت کرتا تو یقین آجاتا تھا، اب جان دیدوں تو بھی اعتبار نہ آئے۔ سچ ہے عورت دوستی کے بعد عورت نہیں رہتی اور چونکہ وہ مرد بھی نہیں بنتی اس لئے وہ ایک فعل عبث چیز ہو کر رہجاتی ہے، ہاتھ کی چھوٹی انگلی اگر واقعی وہ جزو لاینفک ہو جائے۔

آپ تو یہ خط ان کو بھیجدیجئے۔ براہ راست یہی انکو لکھتا تو شاید اتنا بھی لطف نہ آتا۔

میر صاحب قبلہ۔

اگر آپ میرا مشورہ چاہتے ہیں تو آپ کی بزرگی کا پورا احترام کرتے ہوئے بھی مجھے یہی کہنا پڑے گا کہ آپ سخت غلطی میں مبتلا ہیں یقیناً "علم" سے "جہل شئے" سے بہتر ہے، لیکن جب کوئی "شئے" ہو بھی ؟ محض وہم و گمان کو حقیقت جان کر دعوے "انا الحق" کرنا کہاں کی دانشمندی ہے۔

آپ جس گلستاں سے ایاغ چاہتے ہیں وہ سوائے داغ کے اپنے پاس کچھ نہیں رکھتا، خلد میں سر ٹکرانے سے بہتر یہ ہے کہ گھر کے در و دیوار سے قسمت آزمائی کیجئے۔ اس سے زیادہ کچھ نہ ہوگا تو کم از کم "خونِ فرہاد برسرِ فرہاد" تو رہے گا، ورنہ یوں تو نتیجہ اسکے سوا کچھ نہیں نکلتا کہ شریانوں میں خون منجمد ہو کر رہ جائے اور آپ انسان سے اچھے خاصے پتھر بنکر رہ جائیں۔

اس کوچہ میں آپ سے پہلے بھی بہت سے لوگ خراب و خستہ ہو چکے ہیں اور آخر کار جب پردہ ہٹا تو معلوم ہوا کہ

ہر چہ می دیدم غبارِ کاروانِ شوق بود

پھر آپ الخفیس کے حال سے عبرت حاصل کیجئے اور اگر یہ واقعی کوئی شاہراہ معرفت ہو تو بھی میں یہی عرض کروں گا کہ

بگذر ز علم و شیوۂ جہل اختیار کُن!

قبلہ دستمندان، نوازش نامہ کا جواب غیر معمولی تاخیر کے ساتھ جا رہا ہے

معذرت خواہ ہوں، میں یہاں موجود نہ تھا، کل شام کو آیا اور آج صبح اول اول آپ ہی سے خطاب کی عزت حاصل کر رہا ہوں۔

آپ کی فکر مندیاں بالکل بجا درست ہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ آپ کر بھی کیا سکتے ہیں۔ ناکامی اسقدر تکلیف دہ نہیں اگر تدبیر کی راہیں کھلی ہوں، لیکن جب یہ بھی بند ہوں تو پھر مرغ بسمل کی طرح سوائے تڑپنے اور لوٹنے کے چارہ ہی کیا ہے فی الحقیقت یہ وہ ایذا ہے کہ سوائے خدا کے کسی اور کی سمجھ ہی میں نہ آسکتی تھی اور انسان کے علاوہ کوئی اور مخلوق اسکی متحمل بھی نہ ہوسکتی تھی۔

آپ کہتے ہوں گے کہ میں نے تو اس لئے خط لکھا تھا کہ کوئی تسکین کا جواب آئے گا لیکن اس نے تو مایوسی میں اور اضافہ کر دیا۔ بالکل صحیح ہے، لیکن میں اسوقت کوئی جھوٹی توقع دلاکر آخر میں آپ کی ناکامیوں کو زیادہ تلخ و ناگوار بنانا پسند نہیں کرتا، کیوں نہ میں ابھی سے آپ کو اسوقت کے مقابلہ کے لئے تیار کر دوں جسکا آنا ناگزیر ہے۔

آپ چونکہ قدرت کی طرف سے بہت زیادہ دردمند دل لیکر آئے ہیں، اسلئے آپ پر اثر بھی زیادہ ہوتا ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ چند دن کے لئے آپ کہیں اور چلے جائیں ——— میں یہ مشورہ تو دے رہا ہوں لیکن جانتا ہوں کہ ممکن نہیں ——— بہرحال اب تو مصیبت کا مقابلہ کرنا ہے اور جب چارہ کار کوئی نہیں تو کیوں نہ مردانہ وار مقابلہ کیا جائے میں تو خیر نہ سنی ہوں نہ شیعہ، لیکن آپ جس مسلک کے پیرو ہیں، وہ تو یہی بتاتا ہے کہ:۔

روئے کشادہ باید و پیشانی فراخ
آنجا کہ لطمہ ہائے ید اللہ می زنند

حیرت ہے کہ حسینؑ کی شہادت پر لوگ روتے ہیں، حالانکہ انھیں جوش میں آنا چاہیئے۔
دیکھئے تعبیرات کا ادنیٰ سا فرق قوم کی قوم کو کہاں سے لیجاتا ہے۔

میں دو چار دن میں حاضر ہوں گا اور خود دیکھ کر رائے قایم کرونگا کہ مریض کس دور سے گزر رہا ہے۔

بندہ نواز، آپ کس کس بات پر سر دھنیں گے۔ خدا کی طرح انسانی حماقت بھی بالکل ازلی و ابدی چیز ہے جسکا اور نہ چھور! پرانے زمانہ میں اس کی حماقتیں پرانی قسم کی تھیں اور اب ترقی یافتہ دور میں وہ بھی بہت ترقی یافتہ ہو گئی ہیں، کہانتک کوئی سمجھے گا۔

میں نے یہاں کے بعض اکابر سے گفتگو کی تو معلوم ہوا کہ وہ کوئی معقول بات سننے کے لئے تیار ہی نہیں۔ جھگڑا نہ خدا رسول کا ہے نہ ابوبکر و علی کا بلکہ صرف اس بات کا کہ دیکھیں کون زیادہ احمق و بدتمیز ثابت ہوتا ہے، پھر آپ ہی بتایئے کہ اس صورت میں مفاہمت کا کیا امکان ہے۔

حضرات شیعہ کا یہ مطالبہ بھی آپ نے سنا کہ وہ اپنی نمایندگی سیٹوں سے علیحدہ چاہتے ہیں! اُس طرف سوادِ اعظم کی حماقت مسلم لیگ! اور اُدھر شیعہ اقلیت کی حماقت، جداگانہ شیعی نیابت! چلئے جھگڑا ختم ہوا۔

قدرت فیصلہ کر چکی ہے کہ ہندوستان میں اس قوم کو اب فنا ہو جانا ہے،
لیکن جینا کہتے ہیں کہ جب تک یہاں انگریز موجود ہے وہ برابر جئے جائیں گے، خیال
کیجیے کہ اس نئے زمانہ میں، زندگی کا مفہوم کتنا بدل گیا ہے۔
تف ہے ایسی زندگی پر۔

بہ خم نشست فلاطوں ز شرم آب نہ شد
بہ حیرتم کہ فلاطوں شد و شراب نہ شد

خط پہونچا، اب کیا پوچھتے ہو کس اُدھیڑ بن میں لگا ہوا ہوں۔
"تم کیا بدل گئے کہ زمانہ بدل گیا"۔۔۔ صرف شاعری ہے، حقیقت نہیں۔
حقیقت یہ ہے:۔

ہم کیا بدل گئے کہ زمانہ بدل گیا

سو، اب یہ دیکھو کہ "ہم" کیا ہیں؟ کچھ نہیں!۔۔۔ میر علیہ الرحمۃ نے شاید اسی منزل
کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے کہ

القصہ نہ در پے ہو ہمارے کہ نہیں ہم

سو، بھئی اب تو معاملہ اسی "نہیں ہم" کا ہے۔
وہ گلیاں، جن میں ہم تم خاک چھانا کرتے تھے اب بھی وہی ہیں۔ لیکن جن ذرول
کی طرف پہلے دل کھنچتا تھا، آج وہی آنکھیں دکھا رہے ہیں، آفتاب کا طلوع و غروب
وہی ہے، لیکن پہلے غروب کی خوشی اس لئے ہوتی تھی کہ اسکے بعد طلوع ہوگا، اب

طلوع سے بھی رنج پہونچتا ہے کہ اسکے بعد غروب ہے۔ پہلے کائنات کو اس طرح دیکھتے تھے جیسے چڑھتی ہوئی "ہوائی" کو دیکھتے ہیں، آج اسکا مطالعہ اس طرح کرتے ہیں جیسے وہ "ہوائی" زمین کی طرف آرہی ہو۔ بے نور، بے رنگ!

لوگ کہتے ہیں، سمجھ چالیس کے بعد آتی ہے۔ لیکن اگر سمجھ اسی کا نام ہے تو شاید موت دنیا کی سب سے بڑی "سمجھ" ہے — جوان جینا اور جوان مر جانا بھی کتنی بڑی نعمت ہے۔ پھول وہی ہے جو کھلتے ہی ٹہنی سے چن لیا جائے۔ خشک ہونے پر زمین سے اسکی پنکھڑیاں کوئی چنتا بھی ہے تو پھول سمجھ کر نہیں بلکہ کیاری صاف کرنے کے لئے۔

ابھی نہیں کچھ دن گزر جانے دو، اسوقت تم اسکو بہتر سمجھ سکو گے، میں پاؤں توڑ کر بیٹھ جانے کا قائل نہیں لیکن ہرزہ گردی کو بھی جی نہیں چاہتا، میں تمھارا ساتھ کیونکر دے سکتا ہوں۔

حضرت، آپ کے شکوۂ محبت کی قدر کرتا ہوں اور معذرت خواہ ہوں کہ واقعی مجھ سے سخت کوتاہی ہوئی۔ لیکن ڈرتا ہوں کہ میری سادگیِ بیان آپکو اور زیادہ برہم نہ کر دے۔

میں یہیں تھا، لیکن سچ پوچھئے تو نہیں تھا۔ ایک عزیز دوست کی علالت نے اسقدر سراسیمہ رکھا کہ دنیا کا کوئی کام سوائے انکی تیمارداری کے کر ہی نہ سکا۔ گو اب خطرہ باقی نہیں، لیکن میری فکر اب بھی وہی ہے، بیماری کی وجہ سے نہیں بلکہ اُن کی

ضد کی وجہ سے!

بہر حال اگر اب بھی وقت ہو تو لکھیے، تعمیل ارشاد کے لئے آمادہ ہوں۔ وہ خود یہیں آتے رہتے ہیں، میرے جانے کی ضرورت نہیں۔ اگر انھیں ماننا ہے تو یوں بھی مان لیں گے، میری نقل و حرکت سے کیا ہوتا ہے۔

یہ آپ نے خوب کہا کہ جو کچھ ہونا تھا ہو چکا۔ آپ کو کیا خبر کہ ابھی دل میں کیا کیا ہے!

ما ہ بسیار رہ و بسیار رست
در ورا دستگاہ بسیار رست

نہ قسمت کا قایل ہوں نہ اس بات کا کہ "ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے" آپ نے نہ دیکھا ہو لیکن میں نے بارہا تدبیروں سے قسمت کو الٹ جاتے دیکھا ہے۔

آپ پوچھیں گے کہ اب میں کیا کرنے والا ہوں۔ لیکن ابھی تک مجھے خود بھی معلوم۔ ہاں مایوس نہیں ہوں اور جانتا ہوں کہ آج نہ [illegible] نئی راہیں پیدا ہوں گی۔ ارادہ ہے کہ اخیر جنوری میں یہاں سے روانہ ہوں اور اسوقت تک واپس نہ ہوں، جب تک ادھر یا ادھر آخری فیصلہ نہ ہو جائے۔ آپ کو البتہ تھوڑی سی مدد کرنا پڑے گی۔ لیکن ابھی نہیں، عین وقت پر بتاؤں گا تاکہ آپ کو بہانہ تلاش کرنے کی فرصت کم مل سکے۔

زندگی کے کھیل میں دلچسپی پیدا کرنا ہو تو پیچھے مڑ کر کبھی نہ دیکھیے، ٹھوکریں

کھائیے اور قدم آگے بڑھائے۔ منزل تک پہونچ جانا، شاید اسقدر دلچسپ نہیں، جتنا منزل تک پہونچنے کا خیال۔ بہرحال دیکھتے جایئے کیا ہوتا ہے، ابھی آپ کی قیاس آرائیاں قبل از وقت ہیں۔

نیاز نوازیوں کا شکریہ، لیکن یہ آپ نے کیا فرمایا کہ آپ سے دور رہ میں نے آپ کو بھلا دیا ہے۔ شاید آپ کو معلوم نہیں کہ۔

مانندِ شعلۂ حسنِ ترا، پشت در روئیست

آپ سامنے ہو یا نہ ہوں ــــــ "عالم ہے وہی جلوہ گری کا!"

قدرت کی طرف سے جن کے لئے زخم کھانا اور تڑپنا مقسوم ہو چکا ہے۔ انکے لئے آپ کو کیوں اتنی فکر رہتی ہے نگاہوں کے نشتر نہ سہی، جنگل کے کانٹے ہی آپ نہیں آپ کی یاد تو ہے،

دل و صد آرزوئے خام، بدل

یار، چندیں قریب و من تنہا

یقیناً پچھلی بار آپ سے بہت رواروی میں ملنا ہوا۔ مجھے خدا جانے کیا کیا کہنا تھا۔ لیکن نہ کہہ سکا، اور آپ نے بہت سی وہ باتیں کہہ ڈالیں جو نہ کہنا چاہیئے تھیں۔ چنانچہ آپ نے نئے پیدا ہونے والے تعلق کا بھی ذکر مجھ سے کیا تھا؟ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ وہ تمہیں کو پہونچایا نہیں؟ تحریر کے سرورق پر جو پتہ درج ہے اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک نہیں ہوا، لیکن ہو سکتا ہے کہ "ادھر" ہو" اور ادھر

اس کا اظہار نہ ہو۔ دو دھاری تلوار کا کیا کہنا!

آپ میرے اس استفسار سے بدگمان نہ ہوں۔ لیکن یہ بھی نہ پوچھیں کہ میں یہ کیوں پوچھتا ہوں۔ بس پوچھتا ہوں، یونہی پوچھتا ہوں ——————

"چہ تواں کرد، مرا با تو سرے افتاد ست"

اگر فرصت ہو تو کبھی کبھی یاد کر لیا کیجئے۔ اور میری اس حسرت کو کبھی نہ بھولئے کہ

نہ باتو رفتم و نے بیتو در غمت مُردم

یکے ز دست نیامد ازیں دو کار مرا

آپ کا خط، جسے "شہر آشوب" کہنا زیادہ موزوں ہے، پہونچا۔ یوں کہئے آپ کی جوانمردی کی تعریف کر دوں، لیکن "جوانمرگی" کی بات ہی اور ہے۔ آپ لطف و مسرت کی جستجو کرتے ہیں اور یہاں یہ عالم ہے کہ

باز می جوئیم دلِ افسردہ را

آں دل و آں خاطرِ آزردہ را

آپ کو کیا خبر کہ "تنہا ملول بودن و تنہا گریستن" بھی ایک عالم ہے۔

انسان پر بعض اوقات دو حالتیں نہایت عجیب گزرتی ہیں، ایک بغیر سوچے کام کرنے کی اور دوسری بغیر کچھ کئے ہوئے سوچتے رہنے کی۔ آپ اُس عالم سے گزر رہے ہیں اور میں اِس عالم سے۔ نتیجہ دونوں کا ایک ہی۔ یعنی نہ آپکو اپنی سرگردانی سے کچھ ملنا ہے، اور نہ مجھے اپنی حیرانی سے!

زخمہا دار زتفاوت درمیاں
ورنہ نہار ونشتر و مژگاں یکے ست

مجھے وعدہ یاد ہے اور اس کے ایفاء کا بھی ارادہ رکھتا ہوں۔ لیکن آپ کے تقاضے سے نہیں ، اپنی خوشی سے۔ پھر ایسی جلدی کیا ہے۔ وقت آنے دیجئے ، میں اور میری تمام "نارسائیاں" آپ کے لئے وقف ہیں۔

تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ میں تم سے خفا ہوں اور اسقدر خفا ہوں کہ بات کرنا پسند نہیں آتا ، پھر کس امید پر مجھ سے خط و کتابت کی جسارت کرتے ہو۔ تم نے جو صدمہ مجھ کو پہونچایا ہے وہ ایسا نہیں جسے میں آسانی سے بھول جاؤں میں جانتا ہوں کہ تمھارے پاس "عذر ہائے لنگ" کی کمی نہیں اور شاید اسی اعتماد پر تم نے یہ سب کچھ کیا ہے لیکن میں بھی اتنا احمق نہیں کہ آنکھ بند کر کے تمھاری ہر بات کو مان لوں!
"در توبہ کبھی بند نہیں ہوتا" یہ ان لوگوں کا عقیدہ ہے جو ہمیشہ گناہ کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ اسلئے تمھارے "اعتراف" کی قیمت مجھے معلوم ہے "بت شکنی" کا کفارہ "تعمیر کعبہ" سے بھی نہیں ہو سکتا ، تمھاری جھوٹی باتوں کی کیا حقیقت ہے!

قبلہ محترم!

آپ کا ادنیٰ اشارہ میرے لئے "فرمانِ خداوندی" ہے ، چہ جائیکہ آپ کسی بات پر اتنا اصرار فرمائیں۔ مجھے حیرت ہے کہ آپ نے مجھ سے پوچھا کیوں مجھے کسقدر

مسرت ہوتی اگر بغیر میرے پوچھے ہوئے، آپ میری طرف سے انھیں مطمئن کر دیتے۔
انھیں بھیجئے، میری ہر امکانی کوشش انکے لئے وقف ہے، لیکن کامیابی کے لئے غالباً آپ کے روحانی تصرف کی بھی ضرورت ہوگی۔

مخدوم مستمندان! ایک زمانہ ہوگیا کہ آپ مجھ سے بے خبر ہیں۔ ڈر رہا ہوں کہ اسکا سبب ناخوشی تو نہیں۔ درگاہِ گرامی کے ساتھ مجھے لاکھ عقیدتمندیاں ہیں، لیکن "ردو قبول" کا اختیار تو حضرت ہی کو حاصل ہے اور میں شاید اسی منزل سے ابھی دور ہوں جب "سجدہ" بے نیازِ "مسجود" ہو جاتا ہے۔

میری آشفتہ خیالیاں بدستور اپنی جگہ قائم ہیں اور اگر ان میں کوئی تغیر ہوا بھی تو یہ کہ اب نہ "نالۂ نیم شبی" میں کوئی لطف باقی رہا نہ "دعائے صبحگاہی" میں — حاضری کا ارادہ کر رہا ہوں، لیکن ابھی تکمیل میرے اختیار میں نہیں۔ ہاں، مگر لطفِ شما پیش نہد گامے چند!

سید صاحب قبلہ آج کل کہاں ہیں؟ اگر وہاں ہوں تو میرا سلام قبول فرمائیں

شادی مبارک! عدم شرکت کا مجھے واقعی سخت افسوس ہے، لیکن تمھارا اصرار بھی کچھ یونہی سا تھا، نہایت کمزور قسم کا — ورنہ میرا نہ پہونچنا کیا معنی؟

"ہنی مون" کا زمانہ کہاں بسر کیا جائے گا؟ بنگلور میں؟ یہ میں تم سے نہیں پوچھ رہا، بلکہ کسی اور سے پوچھ رہا ہوں۔ جواب تمھیں دو گے لیکن وہ تمھارا نہ ہوگا

ہو سکتا ہے کہ آیندہ کسی تاریخ میں بمبئی جانا پڑے۔ اس لئے میری جو رائے ہو سکتی ہے وہ ظاہر ہے۔

سچ کہتا ہوں کہ میں نے پکا ارادہ کر لیا تھا کہ تم کو خط نہ لکھوں گا۔
پر کیا کریں کہ ہو گئے ناچار جی سے ہم

تمھاری علالت کا حال سنکر دل بیچین ہو گیا ــــ خدا کے لئے لکھو کہ معالجہ و مداوا کی کیا صورت اختیار کی ہے' وہ حرارتِ جگر ہو یا التہابِ خون' انمیں سے کسی کا علاج ڈاکٹروں کے پاس نہیں ہے۔ سب سے پہلے تو تمھیں جگہ بدلنا چاہیئے اور گوشت یک لخت ترک۔

قدرت اگر بیمار ڈالتی ہے تو علاج بھی کرتی ہے۔ کھلی ہوئی صاف و خشک ہوا، پھلوں کا استعمال، مقررہ اوقات پر مقررہ ہلکی غذا اور دماغی سکون۔ سب سے زیادہ ضرورت ان چیزوں کی ہے اور یہ تمھیں وہاں میسر نہیں آسکتیں۔ پہاڑوں پر جانیکا موسم نہیں ہے اس لئے کم مرتفع مقامات کا انتخاب مناسب ہوگا۔ اس صوبہ میں دہرہ دون اور پنجاب میں کیمبل پور بہترین مقامات ہیں۔

اگر واقعی تم اس کے لئے تیار ہو (اور تیار نہ ہونا کیا معنی' ہونا پڑیگا) تو میں تمھارے ساتھ چلوں گا۔ مرض چھوٹا ہو یا بڑا، ابتداہی میں اسکی روک تھام ہونی چاہیئے۔ مجھے یقین ہے کہ تم اس باب میں ضد سے کام نہ لو گے اور بواپسی ڈاک مجھے اطلاع دوگے کہ کس تاریخ تک جانے کا ارادہ ہے اسکی ضرورت ہے کہ پہلے سے انتظام کیا جائے۔ میں تو تمھارے ساتھ ہوں' سب ہو جائے گا

یہ بالکل صحیح ہے موت کا ایک وقت مقرر ہے' لیکن وقت قدرت کا مقرر کیسا ہوا نہیں ہے بلکہ خود انسان اسے مقرر کرتا ہے اور ٹال بھی سکتا ہے اگر وہ چاہے صحت کی حالت میں وہ طنطنہ اور ذرا سی بیماری میں یہ کم ہمتی! کسقدر شیوۂ مردانہ کیخلاف ہے۔ عزم انسانی کے معجزے تم نے ابھی دیکھے ہی نہیں۔ ٹھہرو، میں آتا ہوں بھتیں کافر بنا کے نہ چھوڑا ہو تو بات نہیں!

تم نے بالکل صحیح سنا ہے۔ واقعی ایک زمانہ سے میرے ان کے درمیان سلسلۂ مراسلت بند ہے' لیکن اسکا سبب وہ نہیں ہے جو تم سمجھے ہو۔ آخری بار انسے دہلی میں ملنا ہوا تھا اور ایک ہفتہ تک برابر ساتھ رہا —— شاید تین چار سال کی بات ہے —— اسکے بعد وہ ایران چلے گئے اور وہاں سے عراق وغیرہ ہوتے ہوئے چھ مہینے کے بعد واپس آئے' ان کے خطوط برابر آتے تھے —— واپسی پر انھوں نے ایک خاص معاملہ میں مجھ سے مشورہ چاہا تھا اور وہ میں ان کی خواہش کے مطابق نہ دیسکا اس کے بعد پھر انھوں نے کوئی خط نہیں لکھا۔ اور مجھے بھی کوئی موقعہ یہ سوچنے کا نہ ملا کہ وہ کیوں خاموش ہیں۔

بعد کو مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ انھوں نے میرے مشورہ پر عمل نہیں کیا اور کافی نقصان اٹھایا، ہوسکتا ہے کہ یہ حجاب اس لئے ہو' بہر حال میں انھیں لکھتا ہوں، اگر مان گئے تو خیر' ورنہ اسمیں نقصان ہی کیا ہے —

ابھی ابھی تمھارا کارڈ ملا، میں تمھاری محبتوں کا معترف ہوں اور اسی اعتماد کی بنا پر تم کو خط بھی نہیں لکھتا ــــ تم نے خواب بالکل غلط دیکھا۔ میں بالکل اچھا ہوں اور فی الحال پندرہ بیس سال تک بیمار پڑنے کا ارادہ بھی نہیں، تقدیر دل کو پلٹ دینے والا انسان ہوں، تمھیں معلوم نہیں؟

یہ مدرسہ عالیہ کے پرنسپل کی خبرِ مرگ مجھے کیوں سنائی۔ کیا کوئی بڑے مرد معقول تھے؟ میں تو ان سے واقف نہ تھا ــــ امسال عرس میں شریک ہوں گا۔ مولانا مرحوم کی خصوصیات جس وقت یاد آجاتی ہیں تو دل تڑپ اٹھتا ہے۔ سرزمینِ امیو کا سب سے پہلا اور آخری انسان تھا۔

عرشی صاحب سے میرا سلام کہہ دو۔ مجھے ان سے باوجود ان کے مولوی ہونیکے بڑی محبت ہے۔

چند دن ہوئے اتفاق سے اسماعیل (ذبیح) ملنے آگئے۔ بڑی مشکل سے میں نے انھیں بھیجا، اب تو بھئی وہ مکہ میں رہتے ہیں۔ کیا کہہ سکتا ہوں۔ دُہائی ہے کعبہ دلونکی!

مکرمی ـ آپ نے جو تجویزیں نگار کی ترتیب کے متعلق سوچی ہیں وہ یقیناً ملک کے لئے مفید ہیں، لیکن کوئی ایسی تجویز بھی تو سوچئے کہ ملک، نگار کے لئے مفید ثابت ہو، خشک داد سے کب تک کام چلے گا۔ اٹھارہ سال کی جانکاہی کا صرف یہ نتیجہ کہ آپ "سبحان اللہ" کہکر خاموش ہو رہیں، اور میں خون کا سا گھونٹ پی کر رہ جاؤں کم از کم میری سمجھ میں تو آتا نہیں۔

بزمِ جم آخر شد و وقتِ صبوحِ ما رسید
طرحِ دیگر می تواں انداخت دورِ جام را

لیکن یہ "طرحِ دیگر" کیا ہو سکتی ہے؟ سوائے اسکے کہ جام و مینا کو چور چور کر دیا جائے اور بساط کو ہمیشہ کے لئے الٹ دیا جائے۔ اب تو یہی سوچ رہا ہوں۔

ماشاء اللہ، کیا کہنا، "جبیں سائی" کا نام آپ نے "قسمت آزمائی" رکھا ہے۔ تدابیر انسانی کی ناکامی کوئی ایسا تجربہ نہیں جس پر حیرت کی جائے، لیکن "بندگی" میں بھلا نہ ہونا، عبد و معبود دونوں کے لئے شرمناک ہے۔

مجھے اس سے اختلاف نہیں کہ آپ اس بات پر قایم رہیں جسے آپ مناسب سمجھتے ہیں، لیکن جب عزتِ نفس اور غیرت و خودداری کی قربانی کا سوال ہو تو میرے نزدیک دیر و حرم دونوں برابر ہیں انسان اگر خود اپنا مسجود نہیں بن سکتا تو پھر وہ اس قابل بھی نہیں کہ اسکا سجدہ قبول کیا جائے۔

یقیناً مجھے آپ نئے موجودہ حالات سے آگاہی حاصل کرنے کے لئے قریب تر مطالعہ کی ضرورت ہے، لیکن میں اتنی تمنا کبھی نہ کروں گا، کیونکہ مجھے پھر اور زیادہ تکلیف ہو گی۔ جب تک آپ سے دور ہوں، تاویلیں کرنے کا تو موقعہ حاصل ہے۔ آپ کے نزدیک ہونے کے بعد یہ سہارا بھی ہاتھ سے جائے گا۔

تن آسانیوں کی فکر میں سر کھپانے والوں کو یہ کیونکر سمجھاؤں کہ "پھٹے ہوئے گریبان" اور "دامانِ چاک چاک" میں کتنی شاہانہ آسودگی پنہاں ہے — آجکل

شاعر چند خزف ریزوں کے لئے ادھر اُدھر مارا پھرتا ہے، حالانکہ اس سرزمین ہند سے یہ کہنے والے بھی پیدا ہوئے ہیں کہ

دنیا اگر دہند نہ جنبم زجائے خویش

پھر کیوں نہ آپ ہی اس "آوازۂ منصور" کی تجدید کریں؟

جب سے ہندوستان کے شاعر نے "آوارگی" کا پیشہ اختیار کیا ہے آپ ہی بتایئے کہ سکنڈ کلاس کا کرایہ لیکر نیچے درجہ میں سفر کرکے کتنی دولت اس نے جمع کرلی ہے وہ گاتا ہے، ناچتا ہے، تھرکتا ہے اور پاتا کیا ہے؟ مصارفِ سفر، اور شاید دیسی شراب کی ایک بوتل!

یہ تو ہوئی "کمائی"، اب دیکھئے وہ کھوتا کیا ہے؟ لیکن معاف فرمایئے میرا یہ سوال ہی غلط ہے — اسکے پاس ہے کیا جو کھوئے گا — میں خط ختم کرتا ہوں کیونکہ مجھے تنفس پیدا ہو چلا ہے ممکن ہے آپ کی شان میں بھی کوئی نازیبا بات منہ سے نکل جائے۔ جایئے آپ بھی مارے مارے پھریئے۔ کون منع کرتا ہے۔

تا کجا خواہم فشرد ایں دامنِ نمناک را

یوں کہنے میں آپ کو "قبلۂ حاجات"، "کعبۂ مراعات" سب کچھ لکھدوں لیکن جانتا ہوں کہ ہے یہ سب "خرافات"! آپ کو میں اپنا دوست سمجھتا ہوں اور بغیر اعترافِ احسان کے آپ کے الطاف سے فائدہ اٹھا سکتا ہوں۔ کاش کہ میں بھی اس قابل ہوتا کہ آپ مجھے اپنا دوست سمجھ سکتے! "اَلْاَنْفُ بِالْاَنْفِ" کا اصول شریعت

کا اصول ہے کچھ کہہ نہیں سکتا اور نہ وہ دشمنی ہو یا دوستی، دینے یا لینے کی چیز صرف جان ہی ہے پھر اگر میں یہ کہوں بھی کہ سوائے "خستہ جان" کے میرے پاس کیا ہے، جو آپ کی محبت کے عوض پیش کر سکوں تو آپ کو اسکی قدر کیوں ہونے لگی اور ہونا بھی نہ چاہیے کیونکہ جان کا لطف اسی وقت تک ہے جب تک ہم کسی کو "جانِ جاں" کہہ سکیں۔ یہ نہیں تو پھر جان میں کیا دھرا ہے؟

خیر، اس کو چھوڑیے۔ طبیعت اسوقت ذرا ضلع جگت کی طرف مائل تھی، اس لئے چند مہمل باتیں بک گیا — اب یہ بتایئے — میں مذاق نہیں کرتا، سنجیدگی سے پوچھتا ہوں کہ آپ کیوں مجھے موردِ الطاف بنانا چاہتے ہیں۔ غالب کی طرح "طالعِ محسن کش" تو نہیں رکھتا، لیکن یہ ضرور جانتا ہوں کہ مجھ سے کسی کو "لینا" نہیں ہے۔

جس حد تک، زبانی تسکین و استمالت کا تعلق ہے، یقیناً میں آپ کا ساتھ نہیں دے سکتا، رہ گیا اصل مداوا سو وہ نہ آپ کے بس کی بات ہے نہ مجھے اس کے اعتراف کی ضرورت — باتوں سے بھی کام چل جاتا ہوگا، لیکن میں تو صرف کام کی بات چاہتا ہوں — معلوم نہیں آپ کے پاس یہ چیز ہے یا نہیں، خدا حافظ۔!

آپ کا مقالہ پڑھا جنگ کے وقت آپ سر چھپا کر بیٹھ رہنے کا مشورہ دیتے ہیں، حالانکہ میرے نزدیک یہ زمانہ صرف اس درس کا ہے:

"عرشیانی شو کہ کار با طوفان ست"

علومِ جدیدہ نے وقت کی عجیب عجیب تقسیمیں کی ہیں — شاعرانہ لمحے — نفسیاتی لمحے — طبیعیاتی لمحے اور خدا جانے کیا کیا — لیکن میرے نزدیک ایک لمحہ اور بھی آتا ہے

جسے "انفجاری" کہنا چاہیئے اس سے میری مراد (Bursting Point) سے ہے یعنی پھوٹ پھوٹ کر اپنے آپ کو واشگاف کر دینے کا لمحہ! ——— "بالم بہ خود بنا نکہ نہ گنجم بہ بندتو" کا لمحہ! ———

میں سمجھتا ہوں کہ اسوقت ہندوستان کے سامنے یہی لمحہ آیا ہے ——— آپ بھی غور کیجئے، شاید اس میں کچھ صداقت نظر آئے۔ تفصیل بعد کی چیز ہے پہلے "اجمال" میں تو میرا آپ کا اتفاق ہو جائے۔ چلتے چلاتے نسبتی کا ایک شعر سن لیجئے:۔

چارہ نتواں کرد درد کہنہ و دیرینہ را
دست بر دل می نہادم پارہ کردم سینہ را

ابھی ابھی لفافہ ملا۔ غزل پڑھی اور کئی بار پڑھی۔

میں کچھ عرصہ سے محسوس کر رہا ہوں کہ آپ کا ذوقِ تغزل بہت خطرناک ہوتا جارہا ہے آپ کے لئے بھی اور دنیا کے لئے بھی ——— وہ یوں کہ اگر آپ اس سلسلہ میں "واقعی زندگی" کر پائیں تو بقول آپ کے اس کی بری گت بن جائے گی اور یہ اس لئے کہ بے بجھے بوجھے لوگ تقلید شروع کر دیں گے اور غزل نام ہو جائے گا ایک ایسے مرکب ناقص کا جس کے الفاظ تو سب ہندوستانی ہوں گے لیکن معنے کے لحاظ سے وہ بالکل no mans (land)، کی چیز ہوگی۔

ایک تو ہے خالص فلسفۂ عشق، دوسری چیز ہے (فلسفہ + عشق) آپ تو پیش کر رہے ہیں وہ اور دنیا سمجھے گی یہ ——— آپ جانتے ہیں اس کا نتیجہ کیا ہو گا ——— نہ عشق عشق

رہے گا نہ فلسفہ فلسفہ یعنی نہ جینے کا مزہ باقی رہے گا نہ مرنے کا!

یہ تو معلوم ہی ہے کہ اس شعلہ بیانی سے کسی نہ کسی دن آپ کے سینہ سے دھواں اُٹھنے والا ہے، لیکن

ہم دیکھ کر بھی دیکھ سکیں حسنِ یار کو
اتنی طویل فرصتِ نظارگی نہیں

میں اس باب میں "نظریۂ اضافیت" کا قایل ہوں جو وقت و زمان میں بھی انحنا، (Curvature) تسلیم کرتا ہے. لیکن آپ کیوں ماننے لگے، آپ مجھی کو اپنی غزل سنائیں گے اور صرف اس نیت سے کہ پرانے زخم پھر ہرے کرلوں بہتر ہے. ستائے جائیے!

معاف فرمائیے، مجھے صدارت و وزارت کا شوق نہیں۔ یہ کیا ضرور ہے کہ جب میں چلوں تو میرے چہرہ پر سرچ لائٹ بھی پڑتی رہے۔ میں زندگی کی اُن شاہراہوں سے گزر رہا ہوں جو خود بہت روشن ہیں۔ روشنی کی ضرورت گلیوں سے گذرنے والوں کو ہوتی ہے، انھیں کو یہ نوید دیجئے۔ علاوہ اس کے ایک بات اور بھی ہے۔ وہ یہ کہ میں شاعر نہیں ہوں اور صحبت شعر میں ایک غیر شاعر کی شرکت ہی کوئی معنی نہیں رکھتی، چہ جائیکہ صدارت! بہر حال آپ کی اس عنایت کا شکرگزار ہوں اور اس سے فائدہ نہ اٹھا سکنے پر متاسف!

حضرت سلامت، سچ کہتا ہوں آپ کی یہ "سلامت روی" میری جان لئے بغیر نہ رہے گی، ظاہر ہے کہ آپ کا یہ ٹھہراؤ، یہ جمود اور یہ عاقلانہ پس و پیش ایک دن برداشت سے باہر ہو جائے گا اور میں خودکشی کر لوں گا۔ غضب خدا کا پورا ایک مہینہ ختم ہونے کو آیا اور آپ اب تک یہ فیصلہ نہ کر سکے کہ دن کو دن کہنا مناسب ہے یا نہیں۔ اچھا تو آپ دن کو رات ہی کہئے، لیکن خدا کے لئے کہئے تو، یہ ٹانکے کسی طرح ٹوٹیں، یہ تو معلوم ہو کہ آپ کی قوت گویائی سلب نہیں ہوئی۔ کیا میرے مرنے کے بعد اپنی زندگی کا ثبوت دیں گے؟

آپ جانتے ہیں کہ انتظار سے مجھے نفرت ہے، یہاں تک کہ جنت بھی مجھے اسی لئے منظور نہیں کہ اس میں ایک لا نہایت انتظار کی ضرورت ہے۔ پھر جو آپ نے میرے معاملہ کو جھلا رکھا ہے، تو آپ کیا سمجھتے ہیں؟ میں اس سے خوش ہوں گا۔ سچ کہتا ہوں کہ میں بہت ناخوش ہوں اور اگر تھوڑا سا نامعقول خیال آپ کی بزرگی کا نہ ہوتا، تو میں آپ کو خدا جانے کیا کیا کہہ ڈالتا

بہرحال جو کچھ آپ کرنا چاہتے ہوں وہ اسی ہفتہ میں ہو جانا چاہیئے، ورنہ اس کے بعد ـــــ

اللہ، اللہ، آپ تشریف لا رہے ہیں! ڈر رہا ہوں کہ کہیں ساکنانِ ملاءِ اعلیٰ کی نظر نہ لگ جائے، حجرہ فلک سے جھانکتی جھانکتی کہیں حوریں نہ زمین پر آ رہیں، کہیں کروبیانِ عالم قدس اپنی تسبیح و تہلیل نہ بھول جائیں ـــــ اور ـــــ کہیں ایسا نہ ہو کہ

آپ آتے آتے رہ جائیں!

اسے کیوں بیوقوف بناتے ہو۔ تم اور وعدہ پورا کرو! سچ کہتا ہوں جس دن ایسا ہوگا تو آسمان پھٹ پڑے گا، زمین شق ہو جائیگی اور ہم تم دونوں اس میں سما جائیں گے آپ تو مہربانی فرما کر جمے رہیئے جہاں آپ نصب کر دیئے گئے ہیں، گلگشت کی ضرورت نہیں۔ چمن والے یونہی تباہ ہیں۔

مکرمی۔ گرامی نامہ کا جواب مجھے ابھی نہ دینا چاہیئے تھا، لیکن آپ کے تقاضہ سے ڈرتا ہوں، اس لئے بغیر سوچے سمجھے جواب دے رہا ہوں۔ معلوم نہیں صحیح یا غلط۔

بیشک ان سے میرے مراسم ہیں، لیکن کس حد تک۔ اس کا علم غالباً آپ کو نہ ہوگا آپ کہیں گے پھر لیکچر بازی شروع کر دی۔ لیکن کیا کروں دنیا میں حماقت بھی گاہے گاہے کرنا پڑتی ہے۔

دوستی کے مدارج کا تو میں قایل نہیں، کیونکہ اسکی صورت تو بالکل ایمان کی سی ہے "لایزید ولا ینقص" لیکن شناسائی کے مدارج اتنے ہی ہو سکتے ہیں، جتنے انسان دنیا میں پائے جاتے ہیں۔ پھر یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ میں نے انکو دوست کہنے کی عزت کبھی حاصل نہیں کی، اس لئے اگر میں یہ بتانا بھی چاہوں کہ میری ان کی شناسائی کا درجہ کیا ہے تو شاید کامیاب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اسکا رنگ ہر صبح و شام بدل سکتا ہے بلکہ یہاں تک کہ اگر آج ہے تو کل نہیں — اور — آپ نے بات وہ کہی جو ایک دوست ہی سے کہی جا سکتی ہے

اس لئے اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں ان سے ذکر کروں، تو پہلے اس کا موقعہ دیجئے کہ میں ان سے دوستی پیدا کروں۔ گو اس کوشش میں دل و دماغ دونوں کا خون مجھے کرنا پڑے گا لیکن آپ کی خاطر یہ بھی پورا کروں۔ بہرحال جلدی نہ کیجئے اور مجھے کم از کم اتنی مہلت ضرور دیجئے کہ خود ان کے ذرائع و وسائل کی حقیقت معلوم کرلوں۔ اگر وہی کچھ نہ نکلے تو پھر یہ کوشش و کاوش بیکار ہے۔

حضرت، میں اُن لوگوں میں کہاں ہوں جنھوں نے "ساقیِ کوثر" سے شراب پینے کا فتویٰ حاصل کیا ہے، میرا شمار تو ان تشنہ کاموں میں ہے جن کا نقطۂ نظر یہ ہے۔

افتھا پر از ابر بہمن تہی | سفالینہ جام من از مے تہی
جہاں از گل و لالہ پر بوی و رنگ | من و حجرہ و داشتنے زیر سنگ

یہ آپ سے کس نے کہدیا۔ اور کسی نے کہا بھی تھا تو آپنے مجھے اتنا خوش نصیب کیوں سمجھ لیا!

میری ان کی صحبت، یقین کیجئے صرف "جلوۂ برق شراب گاہ گاہی" سے زیادہ نہیں اور وہ بھی اتنے رکھ رکھاؤ کے ساتھ کہ اگر میں انھیں دیکھوں تو وہ نگاہ نیچی کرلیں اور وہ دیکھیں تو میں شرما جاؤں۔

افسوس ہے کہ مجھی کو زیادہ جرأت نہیں، ورنہ اُن کی بزم میں تو "پاکوبی" کا اذن عام ہے۔ بہرحال آپ تشریف لایئے، میں آپ کا تعارف ان سے کرا دوں گا۔ خدا کرے میری حسرتیں آپ ہی نکال لیں، لیکن یہ سمجھ لیجئے کہ۔

وصلش از شعلہ می چکاند آب !

آپ اور قصدِ کشمیر! خدا کی شان ہے، لیکن سچ کہتا ہوں ایک ایک سانس کا حساب لوں گا، ایک ایک نگاہ کا احتساب کروں گا یہ بھی کوئی تماشہ ہے کہ آپ تو وہاں پہونچکر مزے اڑائیں اور مجھے تڑپنے کے لئے یہاں تنہا چھوڑ جائیں!

نمی ترسی ز آہِ آتشینم !

جب میں ہی وہاں نہ پہونچ سکوں تو آپ کو کیا حق جانے کا ہے، جناب یہ کوئی جنت تو ہے نہیں کہ جدھر دیکھئے کہنہ مشق نمازی اپنی خشک و عبوس روحیں سلئے ہوئے حوروں سے کلمۂ شہادت پڑھوا رہے ہیں، یہ کشمیر ہے نائے سرود والا کشمیر، چنگ و رباب والا کشمیر، جہاں گناہ کو گناہ سمجھ کر کیا جاتا ہے۔ پھر آپکو اتنی توفیق کہاں یقیناً اپریل میں وہاں پہونچ جانا چاہیئے تاکہ آپ ہی کے سامنے وہاں کی برف پگھل پگھل کر پھولوں سے لبریز دامنِ کوہ کو پیش کرسکے۔ کشمیر میں کسی دوست کے یہاں قیام کرنا اپنے ساتھ دشمنی کرنا ہے۔ وہاں تو یہ سمجھ کر جائے کہ سوائے اپنی ذات کے ساری دنیا حرفِ غلط ہے اور یہ بات اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے، جب آزادی کا مفہوم ــــ "ہمیں جائے من و جائے تو باشد" کے علاوہ کچھ نہ ہو! پھر یہ لطف کسی کے یہاں قیام کرنے میں کیونکر حاصل ہو سکتا ہے ــــ دوست لاکھ بے تکلف ہو، لیکن اس حوّا کا کیا علاج ہے جو گھر کے اندر ہی بیٹھی بیٹھی آپ اور آپ کے دوست دونوں کا دل خون کر دے گی۔

جب زمانہ قریب آئے تو پھر اطلاع دیجئے گا ـــ مجھے تو اس ذکر میں لطف آتا ہے۔

بندہ نواز! آپ کی مہربانیوں کا شکریہ، لیکن

غنچہ تا شگفتن ہا برگِ عافیت معلوم !

میں آپ کے احکام کی تعمیل فرض جانتا ہوں، لیکن سوال یہ ہے کہ زندگی کے اور فرائض مجھ سے کب ادا ہوتے ہیں کہ یہ ادا ہوں گے۔

آپ کو شاید معلوم نہیں کہ میری "طبع اندوہگیں" نے بہت سے احباب مجھ سے جدا کر دئے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ میرا یہ جواب آپ کو بھی مجھ سے متنفر کر دے۔ آپکی محبت کی جو عظمت میرے دل میں ہے اسکا اقتضاء تو یہ تھا کہ بغیر کسی پس و پیش کے آپ کے فرمان کے سامنے سرِ اطاعت خم کر دیتا، لیکن اسکا کیا علاج کہ مجھے اپنی ذات سے دشمنی بھی تو ہے اور وہ شاید آپ کی محبت سے زیادہ دیرینہ سال ہے۔ پھر وہ شخص جس نے خودکشی پر کمر باندھ لی ہو اسکی جان آپ کہاں تک بچائیں گے۔

در بغل دشنہ نہاں ساختہ غالب امروز

مگذارید نہیں، بلکہ ـــ بگذارید کہ ماتم زدہ تنہا ماند !

معاف فرمائیے، آپ جس زاویہ سے دنیا کا مطالعہ کر رہے ہیں، وہ میرے زاویۂ نگاہ سے بہت مختلف ہے آپ کا زاویۂ حادہ ہے یا منفرجہ ـــ یا ـــ اور میرا مستقیم ـــ یعنی یا تو آپ تفریط سے کام لیکر فشار کی انتہا کر دینگے یا افراط

کو مدِ نظر رکھکر حقیقت سے بھی روگردانی کرلیں گے لیکن میرے یہاں تو وہی ایک ۹۰ ڈگری والی نگاہ ہے۔ یعنی پہلے ایک رائے قایم کرنا اور پھر اسی کو سامنے رکھ کر سیدھا راستہ اختیار کرلینا، خواہ ترکستان جاتا ہو یا عربستان! بالکل اسی قسم کا اختلاف میرے آپ کے درمیان اس معاملۂ خاص میں بھی ہے۔ آپ چھان بین کی اس منزل میں جہاں سوائے "کرکرا" کے اور کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ میں فطرتِ انسانی کی لغزشوں کے لئے بھی تھوڑی سی جگہ سادہ چھوڑ دینا چاہتا ہوں۔ البتہ اگر آپ کی رائے میں وہ اصلاح کی حد سے گذر گئے ہیں (جس سے میں متفق نہیں) تو بیشک مجبوری ہے، اور اس صورت میں مجھ سے کیا، سقراط و افلاطون سے بھی رائے لینے کی ضرورت نہیں، لیکن ایک بار پھر بھی عرض کردوں گا کہ فیصلہ کرنے سے پہلے ایک بار اور غور کرلیجئے اور یہ سمجھ کر کہ انسان کی تمام تمنائیں پوری نہیں ہوا کرتیں اور پوری ہو بھی جائیں تو کوئی لطف نہیں

کیا خوب! آپ کے خط کا جواب دینے میں مجھ سے ایک دن کی تاخیر ہو جائے تو میں نامعقول و بدتمیز، لیکن آپ میرے خط کا جواب کبھی نہ دیں تو آپ بدستور معقول و خوش تمیز بنے رہیں۔ کیا جونپور میں اسی قسم کی منطق پڑھائی جاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے وہاں کے قاضی اسی قسم کے استدلال سے مشہور ہوئے تھے!

میں جانتا ہوں کہ آپ کا خط کوئی تفریحی چیز نہ تھی کہ میں اسے ہنس کر ٹال دیتا، بلکہ کاروبار سے متعلق تھا۔ آپ زندگی کی اس منزل سے تعلق رکھتا تھا جس میں پیچھے مڑ کر دیکھنے والا پتھر کا ہو جاتا ہے، لیکن ان تمام باتوں کی تحقیق کے لئے مجھے کچھ وقت تو

ملنا چاہیئے تھا۔

خیر، یہ تو جواب تھا آپ کی خفگی کا، اب اصل معاملہ کے متعلق بھی سن لیجئے۔ اول تو ان سے کئی دن تک ملاقات نہ ہو سکی، باہر کسی کام سے گئے ہوئے تھے۔ کل واپس آئے تو گفتگو ہوئی۔ پہلے تو انھوں نے آپ کی پیشکش کو قابل توجہ ہی نہ سمجھا لیکن جب میں نے تمام اعداد و شمار دکھائے تو انھوں نے بہ مشکل وعدہ کیا کہ وہ خود جا کر دیکھیں گے۔ اس لئے اب آپ ان کی آمد کا انتظار کیجئے۔ تاریخ کی تعیین انھوں نے ابھی تک نہیں کی ہے، لیکن میں ان سے پوچھ کر آپ کو مطلع کر دوں گا۔ جلدی نہ کیجئے ورنہ وہ بھڑک جائیں گے، نہایت سخت قسم کے "گرگ باراں دیدہ" انسان ہیں۔

یہ آپ نے کیا کہا کہ کل کی خبر نہیں کیا ہوگا۔ آپ کو خبر نہ ہو، مجھے تو ہے۔ صبح سورج نکلے گا اور شام کو ڈوب جائے گا۔ اسی کا نام کل تھا۔ اسی کا نام آج ہے اور اسی کو فردا کہیں گے! آپ کا ریشمی گدوں پر سونا! میرا بوریہ پر کروٹیں بدلنا، ان دونوں میں کوئی چیز اس نظام کو بدل نہیں سکتی! جو آفتاب صبح کو طلوع ہوا ہے وہ شام کو غروب ضرور ہوگا اور دن کسی نہ کسی طرح کٹ ہی جائے گا۔

آپ دنیا کو اپنے نقطۂ نظر سے کیوں دیکھتے ہیں۔ آپ اس کی پوری کرۂ ی حیثیت کو سامنے رکھئے، جب تک ہم زندہ ہیں اس کے ساتھ گردش کرتے رہیں گے، ہمارے بعد جو آئیں گے وہ اسی چکر میں رہیں گے۔ یہ میں نے اس لئے عرض کیا کہ "بیم و رجا" کی زندگی میں جو تعطل پیدا ہو جاتا ہے، وہ مجھے پسند نہیں، عمل محض عمل

کے لحاظ سے خود اپنی جگہ زندگی کا ثبوت ہے۔ یعنی اگر دم آنکھوں میں ہو تو بھی "ساغر و مینا" کو سامنے رہنا چاہیئے۔ یہ تو آپ کی پہلی بات کا جواب ہوا اب دوسری بات لیجئے۔ آپ نے مسلم لیگ کی ب بڑی ہستی کا ذکر کیا ہے اس کے متعلق میں صرف یہ کہوں گا کہ جو کچھ وہ کہتا ہے اسے نہ سُنیئے، بلکہ جو کچھ وہ کرتا ہے اسے دیکھئے۔ زبان پر نعرۂ آزادی اور ہاتھ میں برطانوی دامن! لب پر ذکرِ پاکِ یزداں اور دل میں اہرمن!

پھر جناب یہ خراب تو ہے نہیں کہ "یا غفور" کہکر آپ چڑھائیں اور کام چل جائے یہ معاملہ "دار و رسن" کا ہے جہاں "انا الحق" کہے بغیر کچھ ہاتھ نہیں آسکتا۔

محمدؐ نے آزادی کا تخم بویا علیؓ نے اسے پروان چڑھایا لیکن آج محمد علی (جینا) کے نزدیک اس کی حیثیت "سمرقند و بخارا" سے بھی کم ہے کہ بجائے "خالِ ہندو" کے "زلفِ چلیپا" پر قربان کر دینے کے لئے تیار ہے!۔ پھر قیامت یہ ہے کہ اس واقعہ کو تاریخ اسلام میں بھی شامل کیا جائے گا ان بردہ فروشوں پر آپ کی اولاد فخر بھی کرے گی — ! معاذ اللہ!

کیا پوچھتے ہو ان کا کیا عالم ہے۔

رنگ کھلتا جاے ہے جتنا کہ اُڑتا جائے ہے!

آپ کا پیام سنکر ہنس پڑے، لیکن ایک ایسی سوگوار ہنسی کے ساتھ کہ جس سے زیادہ رونا ممکن نہیں! میں نے زیادہ گفتگو مناسب نہیں سمجھی، لیکن سنا میں نے جبس یہی ہے کہ تعلقات کی نزاکت نے زیادہ خطرناک صورت اختیار کر لی ہے — صورت —

"دل گرفتار و یار بے پروا" کی تو نہیں ہے، تاہم — "دیرے ست کہ خاطرش بجا نیست" ابھی دیکھئے جائیے کیا ہوتا ہے۔

"خدا کے لئے کبھی تو کوئی غلطی کیا کرو۔ آخر انسان ہو خدا تو نہیں ہو۔ پھر اس ہوشیاری و چالاکی کے کیا معنے! سچ کہتا ہوں، بعض وقت یہ سوچکر میرا دم گھٹنے لگتا ہے کہ نہ میں تم کو کوئی مشورہ دے سکتا ہوں، نہ تم کسی کی مان سکتے ہو۔ آئینہ میں ذرا اپنی صورت تو دیکھو کیسی "روڑھی" ہوتی جاتی ہے۔ حماقتوں کے "بھولے پن" کا کوسوں پتہ نہیں ہر وقت تمھارے چہرہ سے ایک ایسے خطرہ کا سا احساس پیدا ہوتا رہتا ہے جیسے دشمن کے ہوائی جہاز بم برسانے والے ہوں۔ لاحول ولا قوۃ! یہ بھی کوئی زندگی میں زندگی ہے کہ نہ انسان کسی کے دھوکے میں آئے، نہ کوئی اسے بیوقوف بنا سکے۔

بولو، کب آؤ گے۔ واقعی مجھے تمھاری ضرورت ہے، میں جھوٹ نہیں کہتا اور کہوں بھی تو کس توقع پر؟

جناب من۔ جو شعر آپ نے لکھا ہے وہ غالب کا نہیں، لیکن اگر آپ کو اسی پر اصرار ہے تو غالب ہی کا سہی۔ بہرحال جس کا بھی ہو، بالکل لغو و مہمل ہے۔ آپ نے اس سے زیادہ کچھ پوچھا نہیں، اس لئے تفصیل میں کیوں پڑوں اور آپ پوچھیں بھی تو میں اس سے زیادہ کچھ نہ کہوں گا کہ مہمل ہے اور بلا دلیل مہمل ہے۔

خدا کے لئے کوئی اور مشغلہ اختیار کیجئے، یہ بالکل ذوق کی چیز ہے اور آپ منطق سے کام لیتے ہیں۔ عاقبت خراب ہونے کا تو اندیشہ نہیں، لیکن دماغ خراب ہو جانیکا ضرور ہے۔

مکرمی۔

زحمت تو ہو گی، لیکن میرا بڑا کام نکل جائے اگر آپ سلام صاحب کو فوراً میرے پاس روانہ کر دیں۔ آپ جانتے ہی ہیں کہ "وسلے بر ندش" قسم کے انسان ہیں اور جب وہ کبھی سفر کرنا چاہتے ہیں تو ریل ہمیشہ وقت سے پہلے چھوٹ جاتی ہے۔
وہ وعدہ کریں بھی تو یقین نہ کیجئے بلکہ اپنے آدمی سے کہئے کہ کشاں کشاں انھیں اسٹیشن تک لیجائے بلکہ ممکن ہو تو گاڑی میں بٹھانے کے بعد دروازہ کو بھی مقفل کرا دے، اور جب تک ریل کی رفتار کافی تیز نہ ہو جائے دیکھتا رہے کہ کہیں کھڑکی سے باہر کودنے کی کوشش تو نہیں کرتے۔
میں ایک روز خط بھیجتا ہوں اور وہ روز وہاں سے لکھ بھیجتے ہیں کہ آرہا ہوں لیکن میں جانتا ہوں کہ قیامت کا آنا برحق ہو یا نہ ہو لیکن انکا نہ آنا ضرور برحق ہے اس لئے مجبور ہو کر آپ کو تکلیف دے رہا ہوں۔
ان کے نہ آنے سے جتنا حرج ہو رہا ہے اس کا اندازہ آپ میری اس بتیابی سے اچھی طرح کر سکتے ہیں۔

جناب کی تحریر قضائے مُبرم کی طرح پہونچی اور اسی وقت میں نے تعمیل ارشاد بھی کر دی، لیکن اگر ناگوار نہ ہو تو یہ بتا دیجئے کہ اس تدبیر سے آپ نے کیا فائدہ سوچا ہے۔ بفرض محال اگر وہ آپ کی خواہش کے مطابق تحریر دے بھی دیں، تو اُس کی پابندی کی ضمانت کیا ہے۔ جس کام کا آغاز ہی بے اعتمادی ہو۔ اسکا انجام معلوم!

اگر یہ سب کچھ بر بنائے احتیاط ہے، تو میری رائے میں یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص زہر کھا کر مر جانے کے لئے تو تیار ہو، لیکن شرط یہ قرار دے کہ پہلے تریاق مہیا کر دو۔ تریاق کی فکر ہو تو زہر کھانا ہی کیا ضرور ہے۔

اگر آپ کو ان کی طرف سے بدعہدی کا اندیشہ ہے تو میری رائے میں یہ رشتہ مناسب نہیں۔ ٹوٹنے والے دل کہیں دستاویز و تحریر سے جڑا کرتے ہیں۔

گرامی عزیز

غزل دیکھی، یوں آپ کا جی خوش کرنے کے لئے کہئے تو تعریف کر دوں، لیکن میری رائے میں آپ کی غزل کا ایک شعر بھی صحیح رنگ تغزل نہیں رکھتا۔ آپ اس باب میں میری رہنمائی و ہدایت چاہتے ہیں، لیکن میں کیونکر سمجھاؤں کہ تغزل کس چیز کا نام ہے اور اسکا صحیح معیار کیا ہے۔

ذوق کا شعر ہے۔

ساتھ آہ کے شب، دل سے وہ پیکان نکل آیا   تھا کام تو مشکل مگر آسان نکل آیا

فن کے لحاظ سے اس میں کوئی خامی نہیں، لیکن شعریت یا تغزل سے اسے کیا واسطہ؟

اسی "دل سے پیکان نکلنے" کو میر اس طرح کہتا ہے:۔

سب ہوئے نادم پئے تدبیر ہوجانان سمیت   تیر تو نکلا مرے سینہ سے لیکن جاں سمیت

آپ ان دونوں میں کوئی فرق محسوس کرتے ہیں یا نہیں ؟ اگر میر کا شعر آپ کے دل پر کوئی اثر چھوڑ جاتا ہے تو غور کیجئے کہ کیوں ؟ اسی چیز کا نام تغزل ہے۔ لیکن اگر آپ کو ذوق کا شعر زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے تو پھر آپ کو کسی رہبری و ہدایت کی ضرورت نہیں آپ آزاد ہیں جو چاہے کہئے اور جو چاہے کیجئے۔

ذوق کی ایک مشہور غزل ہے۔ "قابل ہوتا۔ متقابل ہوتا" قابل کا قافیہ انھوں نے اس طرح نظم کیا ہے:۔

سینۂ چرخ میں ہر اختر اگر دل ہے تو کیا   ایک دل ہوتا مگر درد کے قابل ہوتا

دوسرا مصرعہ بہت پاکیزہ ہے لیکن پہلے مصرعہ کے سینۂ چرخ اور اختر نے شعر کو تغزل سے علحدہ کر دیا۔ اسی قافیہ میں شہیدی کا شعر سنئے:۔

اس کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر   تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

افسوس ہے کہ شعر کا صحیح ذوق بالکل خدا کی دین ہے اور کوشش کر کے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ پھر یہ کیا ضرور ہے کہ ہر شخص شعر بھی ضرور کہے۔ شاعر ہونا کوئی بڑی عمدہ بات نہیں جس پر آپ کو رشک آئے۔ لیکن اگر آپ اس مشغلہ کو ترک کرنا نہیں چاہتے تو غزلوں کا خیال چھوڑ دیجئے اور بہت سے اصناف سخن ہیں ان کا تجربہ کیجئے۔

بندہ نواز، مکرمت نامہ کا شکریہ۔ آپ نے جن محبت بھرے الفاظ سے مجھے یاد کیا

ہے، ان کی قوت محسوس کرتا ہوں لیکن ——— یہی بات میں جو کہتا تو نہ اعتبار ہوتا اور سچ پوچھئے تو سوال اعتماد و بے اعتمادی کا بھی نہیں بلکہ اس بات کا ہے کہ

زشبنم بخیہ نتواں کرد چاکِ دامنِ گل را

اس سے زیادہ بدقسمتی اور کیا ہو سکتی ہے۔

شعراء کہا کرتے ہیں کہ درد حد سے گزر کر دوا ہو جاتا ہے، یہاں دوائیں حد سے گزر کر درد بن گئی ہیں۔ پھر آپ کیوں اپنی محبت رائیگاں کریں، زمین شور سنبل بر نیارد!

کس قدر تکلیف ہوئی مجھے یہ سنکر کہ آپ اِدھر سے گزرے بھی اور واپس بھی گئے یہ میں جانتا ہوں کہ مجھ سے ملنا نہ ضروریات زندگی میں داخل ہے نہ نشاطِ زندگی میں، لیکن کم از کم آپ کے لئے معیارِ انسانیت ضرور تھا۔ "آپ کے لئے" اس لئے کہ آپ اپنے آپ کو مجھ سے زیادہ انسان سمجھتے ہیں۔

خیر، میں یہ تو پوچھ نہیں سکتا کہ سفر کا مقصد کیا تھا، لیکن اسقدر بتا دینے میں کیا حرج ہے کہ آئندہ کب جانے کا مقصد ہے۔ مجھے آپ سے بعض باتیں نہایت ضروری کرنا ہے، چاہتا ہوں کہ اسٹیشن ہی پر مل کر کہہ لوں جو کچھ کہنا ہے، یوں تو میں لکھوں گا نہیں اور لکھوں بھی تو آپ جواب کب دیتے ہیں۔

خط پہونچا، کیا بتاؤں ان کا کیا حال ہے۔ کسی استاد کا یہ شعر تم نے سنا ہوگا۔

بڑی توسنِ عشق کی ٹاپ رے   ارے باپ رے، باپ رے باپ ہو

بس یہی عالم ہے ــــ کل تشریف لائے تھے، نہایت بدحواس و پریشان حال میں سنے قصداً کوئی ذکر نہیں چھیڑا، ورنہ رو پڑتے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ چند دن کے لئے تم اپنے پاس بلا لو ــــ شاید سنبھل جائیں۔

کرمی۔ میں آپ کی رائے سے تو متفق ہوں لیکن تدبیر و عمل کی راہ سے نہیں۔ یعنی یہ تو ضرور چاہتا ہوں کہ اُن کو ہموار کر کے یہ کام کیا جائے لیکن ہموار کرنے کی جو صورت آپنے سوچی ہے وہ میرے نزدیک صحیح نہیں۔

آپ جانتے ہیں وہ نہایت خاموش بلکہ گھُنّا انسان ہے، ایک عمر گزرنے کے بعد بھی میں یہ نہ سمجھ سکا کہ جب وہ خفا ہوتا ہے تو مسکراتا کیوں ہے، اس لئے اس کے دل میں گھر کرنا تو مشکل ہے، خدا معلوم کیا سوچتا ہے، کس ادھیڑ بُن میں لگا رہتا ہے۔

ایسے انسانوں کے متعلق میرا تجربہ یہ ہے کہ جب تک انکے دماغ کو کوئی سخت ضرب نہ پہونچائی جائے ان کی زبان نہیں کھلتی اسلئے زیادہ مناسب ہے کہ بجائے صلح و آشتی کے آپ شروع ہی سے معاندانہ پہلو اختیار کیجئے اور اس کو یقین دلائیے کہ اس نزاع میں آپ کی ہمدردیاں دوسرے فریق کے ساتھ ہیں، یہ بات چونکہ اسکی توقع کے خلاف ہوگی اس لئے وہ گھبرا جائے گا اور ہو سکتا ہے کہ شکوہ و شکایت کے سلسلہ میں دل کی بات زبان پر آجائے۔ مجھے بھی اس کے ساتھ پوری ہمدردی ہے، لیکن پہلے یہ تو اطمینان ہو جائے کہ وہ کس قسم کی دشمنی کو دوستی سمجھتا ہے۔

بناز نواز، میں آپ کے پاس سے لوٹ تو آیا، لیکن یہ نہ پوچھیے کہ کس عالم میں لوٹا

جو تری بزم سے نکلا سو پریشاں نکلا

دل وہیں داغ داغ وہیں — اور اگر دین و ایمان میرے پاس تھا تو یہ بھی وہیں کا ہو کر رہ گیا! سچ تو یہ ہے کہ آپ کو مار رکھنے کے اتنے ڈھب معلوم ہیں کہ اُن سے جان بچا کر نکل آنا میں کیا رستم و اسفند کے بس میں بھی نہیں۔

مجھے وہ سب کچھ یاد ہے جو چلتے وقت آپ نے کہا تھا اور اگر وقت و ہمت نے یاری دی تو آپ کی بتائی ہوئی راہ پر چلنے کی کوشش کروں گا، لیکن جس چیز کو آپ کامیابی کہتے ہیں وہ میرے نزدیک بدترین ناکامی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ فی الحال چند روز اپنے آپ کو دھوکا دے سکوں، لیکن یہ زمانہ بھی اس احساس سے خالی نہ ہوگا کہ میں اپنے آپکو فریب دے رہا ہوں، اس لئے سکون معلوم! بہر حال آپ مطمئن رہیں، میں آپ کو مایوس نہیں کروں گا۔ جذبات کے لئے جذبات ہی کی قربانی ہونا چاہیے میں اس کو خوب سمجھتا ہوں۔

جی ہاں، تشریف لائے تھے لیکن

پاس مجھ آتش بجاں کے کس سے ٹھہرا جائے ہے

تھوڑی دیر بیٹھ کر چلے گئے، گفتگو میں تلخی شروع ہونے سے پہلے ہی — میں نے روکنا مناسب نہ سمجھا، کہہ تو گئے ہیں کہ پھر آئیں گے، لیکن امید کم ہے، میری تحریر سے تو نہیں لیکن آپ کی تحریر سے ضرور وہ چوکنا ہو گئے ہوں گے اور دو بدو گفتگو کا

موقعہ مشکل ہی سے دیں گے۔ بہرحال وہ نہ آئے تو میں جاؤں گا' اور کم از کم یہ تو پوچھ ہی لوں گا کہ اس فساد کا سر رشتہ کس کے ہاتھ میں ہے۔

انجم صاحب۔ آپ جس محبت سے مجھے بلاتے ہیں اور میں جس بدتمیزی سے آپکو مایوس کر دیتا ہوں۔ اس کی سزا مجھے عاقبت میں ملے یا نہ ملے لیکن آپ کو اگر اسکی جزا نہ ملی تو سچ کہتا ہوں کہ جنت میں جانے سے انکار کر دوں گا۔

کیا یہ ممکن نہیں کہ اس معاملہ کو آپ خدا پر چھوڑ دیں۔ کچھ نہ پوچھئے کہ آپ کبھی کبھی یاد فرما کر کیسی خلش دل میں پیدا کر دیتے ہیں' اور ہر بار احساسِ نارسائی مجھے کفر کی حد سے کس قدر قریب کر دیتا ہے،

کیا پوچھتے ہیں آپ کس عالم میں ہوں آپ کو ضد ہے کہ اسی موسم میں میرا حال پوچھیں گے جب مجھے خود اپنی ذات سے بھی نفرت ہو جاتی ہے اور نینی تال کی چوٹی ہی پر بیٹھ کر پوچھیں گے۔ آپ کو بھی گالیاں سننے میں مزہ آتا ہے۔ سوچتا ہوں کہ خدا اگر بغیر سورج کے کرۂ زمین کو پیدا نہیں کر سکتا تھا تو کیا یہ بھی ممکن نہ تھا کہ وہ خطِ استوا سے دور کسی مقام پر مجھے پیدا کرتا۔

یہ ظالم آفتاب' یہ پاجی آفتاب! اُف صبح کو جب اس کی کرنیں دماغ میں جا کر چبھتی ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے گویا احساسِ انسانی کو گرم سلاخوں سے چھید اجارہا ہے۔ میں آنے کو تو آجاؤں لیکن ان تمام جھگڑوں کو کس کے سر ڈال جاؤں جن پر

بہرحال زندگی کا مدار ہے۔

خدا کے لئے جب تک آپ وہاں رہیں میرا حال نہ پوچھا کیجئے مجھے سخت غصہ آتا ہے، معلوم نہیں زبان سے کیا نکل جائے اور آپ کو برا لگے۔

محترمہ۔ مجھے یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی کہ آپ کی زندگی کا وہ دور ختم ہو گیا جس کی آزادی سے لطف اٹھانے کے لئے آپ تیار نہ تھیں۔

حقیقت یہ ہے کہ عورت کی مجبوری و پابندی بھی بجائے خود بڑی پُر لطف چیز ہے اگر تہذیب و تمدن کی پریشاں خیالیاں اسکے سکون کو تباہ نہ کریں۔

یقیناً آپ کے رفیق زندگی آپ سے خوش ہوں گے اور دنیا میں وہ کون ایسا ہی جو آپ کو شریک حیات بنا کر مسرور و شاد کام نہ ہو۔ آپ کے منفعلانہ انداز کی جسارتیں بڑے بڑوں کو رام کر سکتی ہیں چہ جائیکہ ایک غریب ڈاکٹر جس کی دنیا اعصاب و عضلات سے آگے کبھی نہیں بڑھی۔

گاہ گاہ یاد فرماتی رہیئے۔ زندگی کے وہ چند دن جن میں کبھی کبھی آپ کی خجل تبسم فروشیوں سے خاموش لطف اٹھایا کرتا تھا، میں کبھی نہیں بھول سکتا۔ آپ کی بچی کہاں ہے۔ وہیں علیگڈھ میں یا آپ کے پاس؟

بندہ نواز! گرامی نامہ کا شکریہ۔ جو گفتگو آپ نے چھیڑی ہے، اس میں شک نہیں بہت دلچسپ ہے بشرطیکہ آپ کی طرح کسی کو فراغ حاصل ہو اور اس سے لطف

اٹھانے کی توفیق بھی ــــــ

میری حالت تو اس دنیا میں ایسی ہے جیسے کسی امیر کے دسترخوان پر ضعیف معدہ کا مریض! کہ سامنے سب کچھ ہے اور پھر کچھ نہیں ــــــ اکبر مرحوم کا شعر ہے۔

دنیا کی کیا حقیقت اور ہم سے کیا تعلق
وہ کیا ہے اک جھلک ہے ہم کیا ہیں اک نظر ہیں

مگر میرا نظریہ کائنات کے متعلق کچھ اور ہے ــــ آپ کہیں گے کہ پھر شاعری شروع کر دی، لیکن آپ نے بحث ہی ایسی چھیڑ دی ہے کہ سوائے شاعری کے اور ہو بھی کیا سکتا ہے۔

غالب کہتا ہے:۔ "اگر شراب نہیں انتظار ساغر کھینچ" ــــــ بیدل اپنی زندگی کا سامان یوں پیدا کرنا چاہتے ہیں:۔ "خونے بہ جگر جمع کن و رنگ بدل آ" میں بالکل بیجزانہ گزر جانے کا قایل ہوں، لیکن "متوکلانہ" نہیں ــــ ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جانا آجتک میری سمجھ میں نہیں آیا، کیا لذت رکھتا ہے۔

تا دل بدنیا دادہ ام درکشمکش افتادہ ام
اندوہِ فرصت یک طرف، ذوقِ تماشا یک طرف

یقیناً بعض اوقات مجھے بھی اس گھڑی کا خیال آجاتا ہے، جب ولولہ کے ساتھ احساس بھی ختم ہو جائے گا، لیکن مستقبل کو "حال" تک کھینچ لانے کی ضرورت بھی کیا ہے، زمانہ اور زمانہ کی تباہکاریاں اپنے اختیار میں نہیں، انکو بھلا دینا بیشک ایک حد تک اختیار میں ہے۔ زندگی سے گزر جانا اتنی بڑی بات نہیں جتنا زندگی گزار دینا۔ آپ آسان

بات کو سوچ رہے ہیں اور میں اس کو جو آسان نہیں۔

بہرحال، اور کچھ کام نہ ہو تو آپ کی طرح بیٹھے بیٹھے یہ سوچتے رہنا کہ کل کیا ہوگا، ہے مزہ کی چیز، لیکن جو آج کی اُلجھنوں میں گرفتار ہے اسے اس بھلاوے میں نہ ڈالئے ورنہ وہ کچھ نہ کر سکے گا۔

ہماری سے گواری اور اندوہنا کی کا بڑا تعلق یہاں کی حکومت سے بھی ہے کہ ہاتھ پاؤں چلنے کی حالت میں بھی وہ بقاءِ حیات کی ذمہ دار نہیں، ضعف و درماندگی کے زمانہ کا کیا ذکر ہے۔ آپ لوگ سرمایہ دار ہیں آپ کی سمجھ میں یہ بات مشکل سے آئیگی، میں مزدور ہوں اور سوائے اس کے میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔

اس بحث لطیف میں یہ مکروہ عنصر غالباً آپ کو پسند نہ آئے گا، لیکن مجھے آپکا یہ "چبا چبا کے باتیں کرنا" کب پسند آتا ہے۔ میں آپ کی سُنتا ہوں تو آپ بھی میری سنئے ایک غریب کی تسکین کے لئے یہ بھی کم نہیں۔

اے تو مجموعۂ خوبی بچہ نامت خوانم!

پورے دو دن یہ سوچتے ہوئے گزر گئے ہیں کہ آپ کے خط کا جواب لکھوں لیکن باور کیجئے کہ ہمت نہ ہوئی، جب حضوری تھی تب بھی دل ہر وقت کا بیقرار رہتا تھا، اور اب کہ حضوری نہیں، وہی حال ہے۔ آپ کو یقین آئے یا نہ آئے لیکن خدا شاہد ہے کہ آپ مجھ سے جس قدر دور ہیں، اتنا ہی مجھ سے قریب ہیں ـــــ اس قدر قریب کہ۔

"نتواں ترا و جان را بہم امتیاز کردن"

آپ نے جس محبت سے یاد فرمایا ہے اس کا اقتضاء صرف یہ تھا کہ میں خود حاضر ہو کر "خراج نیایش" پیش کرتا، لیکن افسوس ہے کہ اسکی اجازت نہیں اور ہو بھی تو مصلحت نہیں، اسلئے آپ ہی بتایئے کہ جو باتیں صرف نگاہوں سے کرنے کی ہیں انھیں الفاظ سے کیونکر ادا کروں!

آپ کی نئی زندگی سے مجھے دلچسپی تو ضرور ہونا چاہیئے، لیکن اگر آپ کو بھی اس سے دلچسپی باقی نہ رہی تو مجھے افسوس ہوگا میرے لئے تو زندگی کے تجربوں میں اب "تلخ و شیریں" کا امتیاز باقی نہیں رہا، لیکن خدا نخواستہ اگر آپ کو کسی وقت اس پر غور کرنا پڑا تو البتہ مجھے سخت تکلیف ہوگی۔

اگر اجازت ہو تو ایک درخواست پیش کروں۔ اور وہ یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو مجھے یہ سمجھنے کا موقع نہ دیجئے کہ آپ نے مجھے بھلا دیا ہے۔ مجھے زندہ رہنے کا شوق تو نہیں ہے لیکن ضرورت یقینی ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب ماضی کی تلخ کامیاں مجھے یاد نہ آئیں۔

آپ کے ساتھ میرے ماضی کا تعلق اتنا شدید ہے کہ میں آپ کو "اپنا گزرا ہوا زمانہ" کہتا ہوں، اس لئے آپ کیوں میرے حال میں اس نوش کو شامل کریں جسکے تحمل کا حوصلہ اب مجھ میں نہیں —— لیکن اگر آپ نے یہی فیصلہ کر لیا ہو کہ بہرصورت مجھے مرجانا ہی چاہیئے تو بسم اللہ، —— رکھے گا کون تم سے عزیز اپنی جان کو!

اللہ، اللہ، کیا تیور ہیں، ذرا دیکھئے کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ مجھے چھوتے ہوئے

گزر جائیں اور میرے دامن میں آگ لگ جائے!

کیوں دیوانے ہوئے ہو —— وہ دن ہوا ہوئے کہ پسینہ گلاب تھا!

میں قیامت تک تمھارے کہنے میں نہ آؤں گا۔ جانتا ہوں کہ تم سے کوئی معاملہ کرنا دل کا خون کرنا ہے۔ اور اب یہاں اسکی تاب نہیں۔

میں یوں ہر خدمت کے لئے حاضر ہوں، لیکن تمھارے عہد و پیمان کی تائید مجھ سے ممکن نہیں۔ اگر تمھاری کامیابی کا انحصار صرف اس پر ہے کہ میں تمھارے "قول و قرار" کا ضامن بن جاؤں، تو مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ میں تمھاری کامیابی کا ساتھی نہیں۔

عطوفت پناہا! غالباً زندگی میں یہ بالکل پہلا واقعہ ہے کہ میں نے آپ کی کسی تحریر کا جواب اتنی تاخیر سے دیا ہو۔ مجھے زیادہ شرمندگی اس لئے ہے کہ کوئی معقول عذر بھی پیش نہیں کر سکتا۔

میں اس دوران میں تقریباً ایک مہینے باہر رہا اور جب واپس آیا تو جسم و دماغ دونوں اسقدر تھکے ہوئے تھے کہ اب کیا عرض کروں۔

میں نے آپ کی تجاویز پر پورا غور کر لیا ہے، لیکن افسوس ہے کہ مجھے انکی کامیابی پر اعتماد نہیں۔ نہ اس لئے کہ آپ کی طرف سے سعی کاوش میں کوئی کمی ہوگی بلکہ اس خیال سے کہ۔

گوش سخن شنو کجا، دیدۂ اعتبار کو ؟

ہمارا عملی جمود فی الحقیقت ہمارے ذہنی جمود کا نتیجہ ہے۔ ہمارا کچھ نہ کرنا اس لئے ہے کہ ہم خود کچھ سوچ نہیں سکتے۔ "عقل و فہم" کو ہم نے "میراثِ پدر" تو سمجھا لیکن اس پر قبضہ کرنے کی کوشش کبھی نہیں کی۔

لیکن خیر، کہنے میں کیا حرج ہے، اگر کسی نے نہ سُنا تو کم از کم دل کی بھڑاس ہی نکل جائے گی بت بنا کر اسکی پوجا کرنیوالا اس سے بے نیاز ہوتا ہے کہ دوسرے بھی اس کے سامنے جھک جائیں۔

میری شرکت کے متعلق یوں تو آپ کا ہر ہر لفظ فرمان کا حکم رکھتا ہے لیکن یہ دیکھ لیجئے کہ اس مسئلہ میں میرے آپ کے درمیان کتنی دوری پائی جاتی ہے۔ علاوہ اسکے اب میرے قوا میں اتنی سکت بھی نہیں رہی کہ اس کوہ کنی میں آپکا ساتھ دے سکوں

ایک بات اور ـــــ اگر ناگوار نہ ہو ـــــ آپ نے سنا ہوگا

گل کسے جوید کہ او را گوشۂ دستار ہست

اس لئے پہلے مجھے "دستار" کی فکر سے تو بے نیاز ہو جانے دیجئے "خار و گل" کے امتیاز کا سوال تو بعد کی بات ہے!

خدا کے لئے جلدی بتاؤ، یہ تم نے اپنے خط میں کس کا ذکر کیا ہے؟ ان کا تو نہیں جنھوں نے باوجود معشوق ہونے کے کبھی بیوفائی نہیں کی! ارے بھئی مجھے تو ان کی بہت دنوں سے تلاش تھی۔ فوراً بھیج دو، ایک کام ہے جو صرف انھیں سے انجام پا سکتا ہے۔ تم نے اس وقت مجھے خضر و مسیحا سے ملا دیا۔ ہاں تو ۔ ۔ ۔ ب دو کہ وہ یہاں

کب اور کس وقت پہونچیں گے۔

جراحت نواز۔ مکتوب جمیل کا شکریہ، لیکن بالکل رسمی! جو بات خلوص سے نہ ہو، اس کا جواب رسمی ہی ہوا کرتا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ نے بیک وقت دو خط لکھے، ایک اپنے "اُن" کو اور دوسرا مجھے۔ آپ کو شرمندہ کرنا نہیں چاہتا ورنہ بتا دیتا کہ آپ نے اس میں کیا لکھا ہے۔ یہ شکایت نہیں، بلکہ آپ کے "شیوۂ کار آگہی" کا اعتراف ہے۔ کوئی ایسا ہو تو؟ اللہ، اللہ!

زورِ دگر دست ایں کماں را

میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں اور پھر عرض کرتا ہوں کہ جو کچھ کہنا ہو صاف صاف کہئے۔ اگر میں بیوقوف ہوں تو مجھے بیوقوف کہئے۔ عقلمند کہکر میری بیوقوفی سے فائدہ نہ اٹھائیے۔ اس سے میرے جذبۂ ایثار کو صدمہ پہونچتا ہے اور ایسا محسوس کرنے لگتا ہوں کہ شاید میں اس قابل ہی نہیں کہ مجھ پر اعتماد کیا جائے۔

اگر میری طرف سے اعتراف حماقت کا اس سے زیادہ کوئی اور ثبوت درکار ہو تو یہ عریضہ حاضر ہے۔ کہ جس بات کا جواب صرف "خاموشی" ہونا چاہئے تھا، اسکے لئے خواہ مخواہ میں نے آپ کا اور اپنا اتنا وقت ضایع کیا۔

اگر آپ کو جلانا ہی تھا تو اسقدر اہتمام کی کیا ضرورت تھی، میں کوئی "ابراہیمؑ" تو ہوں نہیں کہ میرے جلانے کے لئے پہلے "نمرود اور آتش نمرود" کی جستجو کی جائے۔ معمولی آدمی ہوں بغیر آگ کے بھی مجھے جلایا جا سکتا ہے۔

گرامی عزیز۔ مکتوب محبت کا شکریہ۔ آپ نے زندگی کا جو مقصد متعین کیا ہے وہ ہر لحاظ سے قابل تحسین ہے سوائے اس کے کہ ایسی آرزو کرنیوالے کامیاب بہت کم ہوتے ہیں۔ قدرت اتنی فیاض نہیں کہ وہ ایک ہاتھ سے آپ کو جام شراب دے اور دوسرے ہاتھ سے سنبھالتی بھی رہے۔ جلوۂ طور کے طالب کے لئے جلنا ہی قسمت میں لکھا ہے۔ بہرحال مجھے آپ کی ان روحانی بےچینیوں کا حال معلوم کر کے اس کا یقین تو ضرور ہو گیا کہ آپ کو کچھ نہ کچھ بننا ہے۔ لیکن کیا؟ اسکی خبر نہیں۔ آپ اپنے افسانے یا نظمیں میرے پاس بھیجئے، میں ضرور ان سے استفادہ کروں گا

حضرت محترم ۔ کتاب پہونچی۔ سرسری نگاہ سے دیکھنا اس کی توہین ہے اور تفصیلی مطالعہ و استفادہ کی فرصت شاید ابھی چند دن اور میسر نہ آئے۔ لیکن ایک جاننے والا سمجھ سکتا ہے کہ یہ تصنیف کتنی پاکیزہ ہوگی۔

آپ نے جس موضوع کو لیا ہے وہ نیا نہیں، لیکن جو پہلو بحث کا آپ نے اختیار کیا ہے وہ بالکل نئی چیز ہے، اسی کو ماہرانہ بصیرت اور عالمانہ درک کہتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں صرف اسی مذہب کا قایل ہوں جو غیر فطری اور غیر ضروری این و آں سے بلند ہو کر محض "انسانیت" کی پرستش کا درس دنیا کو دے اور اگر یہ مقصد "لامذہبیت" سے حاصل ہو سکتا ہے تو میرے نزدیک یہی بہترین مذہب ہے۔

تصوف ہمیشہ میری پریشاں خیالی کی جائے پناہ رہا ہے، لیکن اس کا علمی یا فلسفیانہ پہلو نہیں جس میں "لطایف قلبیہ" یا "حقیقت و معرفت" وغیرہ کی

اصطلاحوں سے بحث کی جاتی ہے، بلکہ اس کا اخلاقی پہلو اس کا والہانہ مشرب، اس کا نعرہ "ہمہ اوست" اس کا آوازہ "پندارم تو ئی" کہ اگر آپ عملی زندگی میں اس کی تفسیر کریں تو نتیجہ وہی "انسانیت پرستی" نکلتا ہے۔

محبت کا بندہ ہوں، محبت ہی کی آواز مجھے اچھی معلوم ہوتی ہے اور میری سمجھ میں یہ بات کسی طرح نہیں آسکتی کہ خدا آپ کا ہو سکتا ہے میرا نہیں، حرم بھی اسی کا، دیر بھی اسی کا، اذان میں بھی اسی کی پکار ہے، ناقوس میں بھی اسکی چہکار ہے، "ضلالت و گمراہی، مکتی و نجات" ہماری وضع کی ہوئی اصطلاحیں ہیں، وہ ان سب سے بلند ہے، مذاہب نے حقیقی خدا کی حقیقت کو کبھی نہیں سمجھا، بلکہ خود ہی ایک خدا وضع کیا، اور اس کے حدود دُنیا کے سامنے پیش کئے یہ سب خدا کا "انسانی تصور" ہے، خدا نہیں۔ میں آپ کو بتاؤں کہ مجھے اصطلاحی مذہب سے کیوں نفرت پیدا ہوئی۔

ایک دن مجھے نہایت ضعیف عورت نظر آئی جو دھوپ میں بیٹھی ہوئی پتھر توڑ رہی تھی، میں نے اسے بلا کر پوچھا تو معلوم ہوا کہ بہت کمسنی میں اسکے والدین کا انتقال ہو گیا۔ شادی کے بعد اس کے شوہر نے چھوڑ دیا، اس کے دو بیٹے تھے، جن کو مزدوری کر کر کے اس نے پالا بڑا کیا، لیکن وہ بھی جوان ہو کر طاعون میں مر گئے اب پورے بیس سال سے اس کی زندگی یہ ہے کہ پتھر توڑ توڑ کر آنے دو آنے پیدا کر لیتی ہے اور جہاں جگہ ملی رات کو پڑ رہتی ہے۔

اس کے ہاتھ اسقدر کمزور تھے کہ ہتھوڑا بھی نہ سنبھال سکتی تھی اور بینائی آنی

ضعیف ہوگئی تھی کہ کبھی کبھی بجائے پتھر کے وہ اپنے ہاتھ کو زخمی کرلیتی تھی، بدن پر کپڑے تو خیر کیا، کپڑے کے کچھ تار تھے، جن کے اندر سے اس کے جسم کی جھریاں نظر آتی تھیں میں نے اسکی قومیت پوچھی تو معلوم ہوا کہ "تیلن" ہے۔

یہ سنتے ہی میرے سامنے مسلمانوں کا یہ عقیدہ سامنے آیا کہ جو مسلمان نہیں اُسے اُخروی نجات نہیں مل سکتی"۔ اسی کیساتھ خیال آیا کہ کیا خدا واقعی اس عورت کو جہنم میں ڈال دے گا! میں ایسے خدا کے خیال سے کانپ اٹھا، اسلام کے اس ظالمانہ فیصلہ کی طرف سے میرے دل میں کراہت سی پیدا ہوئی اور میں نے سوچا کہ اسلام کی حقیقت کچھ اور ہونی چاہیئے، ایک فطری مذہب، خدا کا ایسا برا تصور کبھی پیش نہیں کر سکتا کہ ایک بڑھیا، جس کی ساری عمر انتہائی تکلیف میں گذری ہو، جس کے ماحول نے اسے ایک جانور کی طرح زندگی بسر کرنے پر مجبور رکھا ہو، جس کی بیدست و پائی نے کبھی اس بات کا موقعہ نہ دیا ہو کہ وہ دنیا میں کسی کو ستا سکے، بلکہ ہمیشہ وہی ستائی گئی ہو اور وہ محض اس تصور پر جہنم میں ڈالدی جائے کہ اس نے اصول اسلام کے مطابق خدا کو نہیں مانا تھا۔ اس کی ساری زندگی اس بات سے بالکل خالی الذہن ہو کر بسر ہوئی کہ خدا کیا اور مذہب کیسا۔ اسکو اپنی مصیبتوں سے کبھی نجات ہی نہیں ملی کہ وہ "مصیبتوں سے نجات دلانے والے خدا" کا شکریہ ادا کرسکتی۔ لیکن اسلام کا فتویٰ یہ ہے کہ اسے ضرور جہنم میں ڈالا جائے گا کیونکہ وہ ایک بت پرست ہندو خاندان میں پیدا ہوئی اور اسلام کی روشنی سے فائدہ نہیں اٹھایا۔

اس کے بعد میں سوچنے لگا کہ کیا ہندو خاندان میں پیدا کرنے والا اور اس کے

ماحول کو اسلام کی روشنی سے دور رکھنے والا کوئی خدا اور تھا؟ کیا ایسی قوت جو ساری عمر ایک ایک دانہ کو محتاج رکھے اور مرنے کے بعد بھی آگ میں جھونک دے واقعی خدا کہلانے کے قابل ہے؟ کیا خدا انسانوں کا سا احساس رکھتا ہے، کیا واقعی اسکو تکلیف ہوتی ہے اگر کوئی اسے نہ مانے، کیا وہ سچ مچ خوش ہوتا ہے اگر کوئی اسکی پوجا کرے، کیا واقعی اس میں جذبۂ غیظ و انتقام پایا جاتا ہے، ایک اتنی بڑی کائنات کا پیدا کرنے والا اسقدر پست و دنی بات کر سکتا ہے کہ وہ اس بڑھیا کو جہنم میں ڈالدے صرف اس خطا پر کہ اسے مسلمان ہونے کا کوئی موقعہ نہ ملا تھا۔ کیا وہ سوائے مسلمانوں کے اور تمام دنیا کے انسانوں سے جو یقیناً مسلمانوں سے تعداد میں بہت زیادہ ہیں، ناراض ہے کیا وہ ان سب کو دوزخ کی آگ میں ڈال دے گا۔ کیا یہ کوئی بڑی عمدہ بات ہے کہ وہ اپنے تمام بندوں کو صرف مسلمانوں کی خوشنودی کیلئے ہمیشہ عذاب میں مبتلا رکھے۔ اسے کس نے مجبور کیا تھا کہ وہ جہنم کا ایندھن بننے والی مخلوق اتنی تعداد میں پیدا کرے، اس سے کس نے کہا تھا کہ وہ انسان پیدا کرے بھی تو اسقدر "مجبورِ ماحول" کہ خود اس کے اختیار میں کچھ نہ ہو۔ کیا اس کے اختیار میں نہ تھا کہ وہ سب کو مسلمان پیدا کرتا، کیا یہ اسکی قوت سے باہر تھا کہ دنیا میں ہر شخص کو اسلام کے برکات سے فائدہ اٹھانے کا موقعہ دیتا؟ پھر اگر ایسا نہیں ہے تو اسمیں انسان کی کیا غلطی ہے اور وہ کیوں اس جُرم کی پاداش میں پکڑا جائے، جس کے کرنے پر وہ مجبور تھا۔

الغرض یہ اور اسی قسم کے خیالات تھے، جنھوں نے مجھے یہ سمجھنے پر مجبور کیا کہ

خدا کا وہ تصور جو عام طور پر مسلمانوں کے دلوں میں قائم ہے صحیح نہیں ہو سکتا اور اسی وقت سے میری روح میں اضطراب برپا ہے جو کسی طرح کم ہونے میں نہیں آتا۔ میں قومیت کے لحاظ سے بیشک مسلمان ہوں اور اسلام کے بتائے ہوئے اصول کو بھی اچھا سمجھتا ہوں لیکن اسلام کے اس عقیدہ کو کبھی نہیں مان سکتا کہ سوائے مسلمانوں کے سب گمراہ ہیں اور اخروی نجات سے محروم!

تصوف سے مجھے سکون ہوتا ہے اور صرف اس لئے کہ وہ خدا کے تکڑے نہیں کرتا۔ اس کے ہاں ہندو، مسلمان، گبر و ترسا، یہود و نصاریٰ، سب کا خدا ایک ہی ہے اور بہت مہربان خدا ہے۔

اورنگ زیب سیاسی حیثیت سے کتنا ہی قابل ستائش بادشاہ رہا ہو لیکن اخلاقی دنیا کا بادشاہ داراشکوہ تھا اور میں بھی اسکی طرح اس مشرب کا قائل ہوں کہ

کفر و اسلام در رہش پویان
وحدہٗ لاالٰہ گویان

اگر آپ نے اپنی کتاب میں بھی اس پہلو کو سامنے رکھ کر بحث کی ہے تو میرے نزدیک صحیفۂ آسمانی ہے لیکن اگر آپ صرف اصطلاحات تصوف میں الجھ گئے ہیں تو میں اسے دیکھ کر کیا کروں گا۔

حضرت! "گورکنی" کی حد ہو چکی، خدا کے لئے اب "مردوں" سے منہ موڑ کر "زندوں" کی طرف توجہ فرمائیے! یہ کیا قیامت ہے کہ جب تک کسی کا کفن گل کر خاک نہ ہو جائے

اور ہڈیاں راکھ نہ بنجائیں آپ کے نزدیک قابلِ اعتنا ہی نہیں۔
اسلام زندگی لے کر آیا اور زندگی ہی کا درس اس نے دیا، لیکن آپ فرماتے ہیں اسلام نام ہے تابوت وکفن کی یاد کا۔ اگر آپ کسی کو ہنسا نہیں سکتے تو کم از کم رلا یئے تو نہیں، اکابر کے کارناموں کو یاد کر کے خوش ہونا چاہیئے نہ یہ کہ ان پر آنسو بہایا جائے گویا وہ کوئی بڑا رخنہ دین میں ڈال گئے ہیں۔
میں آپ کی تصنیف کی کیا داد دوں، اور اس پر کیا لکھوں۔ کتاب کے اچھے ہونے میں شک نہیں۔ آپ کی زبان آپ کی تلاش اور آپ کی نیت سب اپنی اپنی جگہ ستایش کے قابل ہیں، لیکن افادی حیثیت سے البتہ اسکو بیکار سمجھتا ہوں۔ اگر اسی قسم کی رائے آپ چاہتے ہیں تو یہ حاضر ہے۔

محترم۔ یاد فرمائی کا شکریہ۔ مجھے اپنا وعدہ یاد تھا، لیکن دکن سے واپسی ایسی عجلت میں ہوئی کہ نہ میں بروقت اطلاع دے سکا اور نہ سفر قطع کر کے آپکے پاس قیام کر سکا۔ مجھے آپ سے زیادہ افسوس ہے، لیکن جانتا ہوں کہ زندگی نام ہے انھیں افسوسناک حوادث کا۔ ہم آپ کہاں تک سر دھنیں گے۔ جو ہو جائے اسی کو ٹھیک سمجھئے اور جو نہ ہوا اسکا غم نہ کیجئے۔
اب آخری وقت میں جینے کا یہ ڈھب معلوم ہوا ہے آپ بھی اس سے فائدہ اٹھائیے۔ جس مسئلہ میں آپنے میری تفصیلی رائے طلب کی ہے اس کو فی الحال ملتوی کر دیجئے تو بہتر ہے، وقت آیا تو میں خود بغیر آپ کی یاددہانی کے لکھ بھیجوں گا۔

جناب من ـ خط ملا، لیکن یہ رُک رُک کر باتیں کرنا مجھے پسند نہیں، اگر آپ مجھ سے کھُل کر بات نہیں کر سکتے، تو اس ظاہرداری کی کیا ضرورت ہے۔ اگر اس ترکیب سے یہ مقصود ہے کہ میرے دل کا حال آپ کو معلوم ہو جائے اور آپ کے خیال سے میں بیخبر رہوں تو میں اس کے لئے آمادہ ہوں، لیکن صاف صاف کہدیجئے کہ ہاں مدعا یہی ہے۔

بہرحال میں اس باب میں کچھ نہیں کہہ سکتا اور نہ کہنے کی ضرورت۔ میرے نزدیک آپ اور وہ دونوں ایک ہیں۔ اگر آپ بُرے ہیں تو وہ بھی اچھے نہیں، اور اگر آپ اچھے ہیں تو وہ بھی ایسے بُرے نہیں۔ آپ کے دماغ کی راہیں جتنی پیچیدہ ہیں اتنی ہی میری بھی ہوتیں تو شاید میں سمجھ سکتا کہ آپ کس زاویہ سے ہر معاملہ کو دیکھتے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ یہ سعادت مجھے نصیب نہیں ــــ آپ کیوں مجھے اس مظلمہ میں گرفتار کرانا چاہتے ہیں جو تنہا آپ ہی کی "اختراعِ فائقہ" ہے۔ اس فخر میں کسی اور کا شریک ہونا آپ کی ذہانت کی توہین ہے۔

ہوئے تم دوست جس کے، دشمن اُس کا آسماں کیوں ہو؟

ہاں، بھئی، شکر ہے ــــ "موسم دیر غنودن بہ شبستاں آمد" لیکن اس کا کیا علاج کہ میں تو دنیا کی اس بھری انجمن میں بھی تنہا ہوں۔

کون سنتا ہے کہانی میری!

پرسوں ذکی کا خط آیا تھا۔ غریب حد درجہ ملول ہیں اور ہونا چاہیئے۔ بیس سال

کا ساتھ یوں دفعتاً چھوٹ جانا، معمولی بات نہیں جس پر آسانی سے صبر کر لیا جائے۔ لیکن صبر نہ کریں گے تو کریں گے کیا۔

ہم روز ہزاروں چیونٹیوں کو پامال کرتے ہوئے گزر جاتے ہیں، ممکن ہے ان کی دنیا میں ان حوادث پر شور و شیون ہوتا ہو، لیکن ہمیں خبر نہیں ہوتی پھر قدرت سے تو ہم کو وہ نسبت بھی نہیں جو چیونٹی کو ہم سے ہے۔ اس لئے شکایت کیجئے بھی تو سنتا کون ہے۔

پھول کی پنکھڑیاں جب خشک ہو کر زمین پر گر جاتی ہیں تو باغبان انھیں درخت کے پاس بھی نہیں رہنے دیتا، چُن کر دور پھینک دیتا ہے۔ نباتات کی دنیا میں اس ظلم پر کتنا ماتم ہوتا ہوگا، اس کا حال باغبان سے بھی تو سوائے ہنسنے کے اور کیا کر سکتا ہے۔

میں نے انھیں تعزیت کا خط لکھ دیا ہے، تم بھی لکھ دو۔ تسکین و سکین تو خیر کیا ہو گی، لیکن "تہذیبِ ماتم" کا خیال تو بہر حال رکھنا ہی ہے۔

میں نے سوچا تھا کہ چند دن کے لئے انھیں اپنے پاس بلا لوں، لیکن میں چاہتا ہوں کہ وہ ابھی چند دن اور رو لیں غم کو آنسوؤں ہی سے دُھلنا چاہیئے۔

شفیق کا کوئی خط عرصہ سے نہیں آیا ــــــ غالباً اچھے ہی ہوں گے۔

صدیقی، آپ کے خط نے بہت مایوس کیا۔ یہاں ہر شخص منتظر تھا کہ آپ آتے ہی ہوں گے، لیکن جب تار ملا تو ــــــ " بس خون ٹپک پڑا نگہِ انتظار سے "

تفصیل تو خیر آپ کے خط سے معلوم ہوگی لیکن قیاس کہتا ہے کہ شاید بیگم کی طبیعت خدا نخواستہ زیادہ مضمحل ہے۔

میں نے آپ کو پہلے بھی لکھا تھا اور اب پھر لکھتا ہوں کہ بہترین علاج تبدیل آب و ہوا ہے، میں جانتا ہوں آپ کو اپنے مشاغل سے فرصت نہیں لیکن اسے کیا کیجئے کہ جگہ چھڑا دینے والی بیماریاں انھیں کے یہاں زیادہ آتی ہیں، جنھیں جگہ چھوڑ دینے کی فرصت نہیں۔ پھر کیا ضرور ہے کہ آپ بھی ساتھ رہیں۔ آتے جاتے رہیئے اور انھیں کسی صحت گاہ میں چھوڑ دیجئے۔

آپ کی یا ان کی عمر اب "تاب وصل" یا طاقتِ جدائی کے مسائل پر غور کرنے کی تو ہے نہیں کہ آیندہ شکوہ و شکایت کا اندیشہ ہو، اس لئے میری رائے تو یہی ہے کہ آٹھ دس دن کا وقت نکال کر انھیں پونا پہونچا دیجئے اور پھر واپس آیئے بچے ماشاء اللہ سیانے ہیں، جو بورڈنگ میں رہ سکتے ہوں انھیں بورڈنگ بھیج دیجئے اور جو اس قابل نہیں ہیں ان کے لئے آپ کے پاس آناؤں دداؤں کی کمی نہیں۔ رہ گئے آپ، تو آپ کا دل بہلانے کے لئے داغ و جرأت کی شاعری کا موضوع ہر جگہ میسر آسکتا ہے۔

میں آپ کے خط کا منتظر ہوں۔ اگر نہ لکھا ہو تو اب لکھئے دل کو تردد ہے۔

مکرمی۔ یہ صحیح نہیں کہ دہلی و بائے "ناسخیت" سے بچا رہا۔ ناسخ نے کیا کیا تھا جو شاہ نصیر نے نہیں کیا اور، غالب ایسا معیاری شاعر بھی اس بلا سے نہ بچ سکا۔

نفی سے کرتا ہے اثبات تراوش گویا — دی ہے جائے دہن اسکو "دم ایجاد" نہیں

دل آشفتگاں خالِ کنجِ دہن کے — سویدا میں سیرِ عدم دیکھتے ہیں

نالہ سرمایۂ یک عالم و عالم کفِ خاک — آسماں بیضۂ قمری نظر آتا ہے مجھے

بن گیا تیغ نگاہِ یار کا سنگ فساں — مرحبا میں، کیا مبارک ہے گرانجانی مجھے

مشکیں لباس کعبہ علی کے قدم سے جان — نافِ زمین ہے نہ کہ نافِ غزال ہے

ہوا چرچا جو میرے پاؤں کی زنجیر بننے کا — کیا بیتاب کاں میں جنبشِ جوہر نے آہن کو

حلقے ہیں چشمہائے کشودہ بہ سوئے دل — ہر تارِ زلف کو نگہِ سرمہ سا کہوں

آپ اس کو کیا کہیں گے، کیا ناسخیت کچھ اور چیز تھی، کیا شاہ نصیر نے کچھ اور کیا تھا فرق اتنا ضرور ہے کہ لکھنؤ نے اسکو ایک مکمل آرٹ بنا دیا، اور دہلی یہ بھی نہ کر سکا (گو یہ کوئی فخر کی بات نہ ہوتی)

اس میں شک نہیں کہ صحیح رنگ تغزل کی مثالیں ہم کو دہلی اسکول میں زیادہ ملتی ہیں، لیکن "تراش خراش" کا سہرا یقیناً لکھنؤ کے سر ہے۔

آپ کیوں اس بحث میں پڑ کے وقت ضایع کریں گے۔ کوئی اور کام کی بات کیجئے۔

حضرت،

معلوم ہوا ہے کہ آپ ترک دنیا کر کے کسی طرف ہجرت کرنے والے ہیں ٹھیک تاریخ معلوم ہو تو جامۂ احرام لیکر حاضر ہوں۔ کچھ تو سعادت مجھے بھی حاصل ہونا چاہیئے پوچھنے کا حق تو حاصل نہیں لیکن جی نہیں مانتا اور پوچھنا پڑتا ہے کہ کیا یہ ارادہ کسی جذبۂ روحانی سے مجبور ہو کر اختیار کیا گیا ہے؟۔ اگر کوئی درویش کامل ایسا مل گیا ہے تو مجھے اس کا پتہ بتایئے' میں بھی اب یہی چاہتا ہوں کہ بغیر ہاتھ پاؤں ہلائے روزی مل جایا کرے اور ممکن ہو تو وہ سامان تعیش بھی جن کی خانقاہوں میں کمی نہیں۔ اللہ آپ پر رحم کرے!

قبلۂ عالم' میں اور آپ کے آستانہ سے منحرف ہوں! اس زندگی میں تو ممکن نہیں۔ یہ آپ نے کیا فرمایا؟ ایک عمر کی جستجو کے بعد یہی تو ایک در ملا ہے۔

گرد از سر کوئے یار برخاست — آہے ز دم و غبار برخاست

کچھ دن اور خاک اڑانے دیجئے، اس کے بعد اگر میرا ذوق جنوں اور کسی طرف لے گیا تو بیشک مجبوری ہے' لیکن ابھی تو مجھ سے خفا نہ ہوجئے۔

قارون، ابھی ابھی تمھارا خط ملا، اگر جگر کا خون کرنے کی فرصت ہو تو اسمیں شک نہیں کہ دل کا معاملہ کرنے میں تم سے بہتر ساوقت کوئی نہیں۔ غضب خدا کا، میں ایک بات کہتا ہوں صرف محبت و خلوص کی بنا پر اور تم اسے سن کر ہی کھاتا لے بیٹھتے ہو۔ خدا تمھاری اس ریاضی دانی اور عملیت پسندی کو غارت کرے اور کیا کہوں۔

آیندہ کے لئے عہد کرتا ہوں کہ کبھی تم سے کوئی بات ایسی نہ کہوں گا جس کا تعلق انسانیت و اخلاق سے ہو۔

بندہ نواز۔ مکرمت نامہ کا شکریہ۔ افسوس ہے کہ میں تعمیل ارشاد سے قاصر رہوں گا۔ کیونکہ وہاں جانے کے لئے جس تصنع و تکلف کی ضرورت ہے وہ مجھ سے بن نہ پڑے گا اور میرے ساتھ خواہ مخواہ آپ بھی بدنام ہو جائیں گے۔

آپ کو شاید معلوم نہیں کہ میں ایک زمانہ سے گوشہ نشین ہوں اور لوگوں سے ملنا جلنا ترک کر چکا ہوں۔ یہاں تک کہ اب مجھے یہ بھی یاد نہیں رہا کہ عواید مجلسی کیا ہیں اور کسی سے ملئے تو سب سے پہلی بات کیا کہیئے۔

معلوم نہیں اور لوگ کیا کرتے ہیں، لیکن زمانہ کی "اندوہگینی" کا اثر تو مجھ پر بیحد ہوا ہے۔ اس لئے ایسی خدمت کے لئے جس میں سب سے پہلے چہرہ پر مصنوعی تبسم پیدا کرنے کی ضرورت ہو، بھلا میں کیا موزوں ہو سکتا ہوں۔

میں اپنی ذات سے "قنوطی" نہیں ہوں، لیکن اپنے سوا ساری دنیا کو

کو ایسا ہی سمجھتا ہوں اس لئے بسورنے والوں کے سامنے میں ہنسوں بھی تو اسکا اثر کیا ہو سکتا ہے۔ کہئے تو لکھ کر آپ کا پیام ان تک پہونچا دوں، لیکن شاید یہ اس سے زیادہ نامعقول بات ہوگی۔

جی ہاں، مجھے آپ کی "سخاوت" و "کرامت" دونوں کا حال معلوم ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو آپ نے کیا ہے وہ تو جعفر برمکی اور جنید و شبلی کے بس میں نہ تھا، کسی اور کا کیا ذکر ہے۔

شکر ہے، میں اچھا ہوں، اور اتنے حواس مجھ میں باقی ہیں کہ سیاہ و سفید میں تمیز کر سکوں۔

برو، ایں دام بر مرغ دگر نہ

قبلہ، مجھ پر یہ الزام کہ میں دنیا کا آدمی نہیں، بالکل درست ہے۔ لیکن اس "طبع سہل انگار" کا کیا علاج۔

در ہر کہ بنگرد غلط یار می خورد   چشم خطا نظارہ ندانم چہ دیدہ است

جاہل بھی ہوں اور کاہل بھی۔ نہ حقیقت سے واقفت نہ اس کی جستجو۔ آپ کب تک ایسے بدنصیب پر آنسو بہائیں گے۔

عاقبت کا ذکر کر کے البتہ آپ نے دل میں دھڑکا سا پیدا کر دیا ہے کہ "حشرات" کی طرح میری عاقبت اس دنیا سے گزر کر کسی دوسری دنیا تک نہ پہونچے، اور اگر ایسا

ہو بھی تو کیا؟ آپ کو ڈھونڈھ نکالنے میں چاہے جتنی زحمت ہو لیکن ایک بار آپ کا دامن ہاتھ آگیا تو کیا آپ فردوس میں تنہا چلے جائیں گے؟ زندگی کے ابھی کچھ دن اور باقی ہیں، انھیں بھی بے خبری میں گزر جانے دیجئے، آپ کیوں ایسی بات اپنے منھ سے نکالیں، جس کے سننے کو کسی کا جی نہ چاہے۔

دیرے ست کہ خاطرم بجا نیست!

محترم۔ یقیناً میں بیدل کا شیدا ہوں اور اس لئے مجھے "بیگانۂ لذت تصوف" کہنا درست نہیں۔ لیکن وہ چیز تصوف میں ہے کہاں، جو آپ مجھ سے تسلیم کرانا چاہتے ہیں۔ وہاں تو خدا بھی انا ہے اور انا ساری کائنات پر محیط۔

تصوف کی دنیا، حشر ونشر، فردوس وجہنم سے بہت بلند واقع ہوئی ہے اور وہاں کفر و اسلام دونوں ہم آغوش نظر آتے ہیں۔ کبھی آپ نے اس کے اس شعر پر بھی غور کیا ہے؟

درہائے فردوس وا بود امروز — از بیدماغی گفتیم فردا

اس سے زیادہ صریح انکار حشر ونشر یا دوسرے عالم کا اور کیا ہو سکتا ہے۔ یعنی جس چیز کو فردوس بتاتے ہیں اس کے دروازے تو ہم پر آج ہی، اسی دنیا میں کھلے ہوئے تھے، لیکن یہ ہماری بدماغی تھی کہ ہم نے اسے فردا پر ٹال دیا۔

رہ گیا طاعت وبندگی کا سوال، سو اس باب میں بیدل کا فیصلہ یہ ہے:۔

مشرب پروانہ از آتش نداند طور را

اصل مقصود تو محبت میں تڑپتے رہنا ہے اور محبت یہ نہیں دیکھتی کہ تڑپانے والا کون ہے۔

ہر جا کنیم سجدہ بداں آستاں رسد

اب آپ کیا فرماتے ہیں؟ اگر کوئی اور "صاحبدل" آپ کی نگاہ میں ہو، تو اس کا پتہ بتائیے، شاید حشر و نشر والا خدا! اپنے بندوں کو آگ میں جھونک کر خوش ہونے والا خدا وہیں مل جائے۔

مکرمی۔ آپ زحمت نہ فرمائیے، میں خود فراہم کر لوں گا۔ میرا مدعا تو صرف اسقدر تھا کہ آپ کو بھی اسکا علم ہو جائے کہ مجھے ایسی چیز کے وجود کا علم ہے۔ آپکے رفیق کار یہاں تشریف لائے تھے، مجھ سے ملے تو نہیں، لیکن مجھے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ وہ یہاں سے بامراد واپس گئے۔ کیا آپ کو اس کے خلاف کوئی اطلاع ملی ہے؟

نوید کا شکریہ، لیکن "دعوت آب و ہوا" کئے اتنا زمانہ گذر گیا ہے کہ اب ہمت نہیں ہوتی۔ علاوہ اس کے یوں بھی بعض مصروفیتیں ایسی ہیں کہ دوسروں کا حق تلف کئے بغیر فی الحال لکھنؤ نہیں چھوڑ سکتا۔

موسم خوشگوار ضرور ہے، لیکن شاید ضرورت سے زیادہ۔ اب تو ہر چیز تپی تلی چاہیئے۔ کاش ذرا بھی کیسطرف جھکاؤ اور خلش پیدا ہوئی۔

معاذ اللہ یہ آپ نے کیا ذکر چھیڑ دیا!

یادِ کسے بخاطرِ ناشادمی رسد

آپ کو معلوم ہے کہ میں کبھی "محروم تماشا" نہیں رہا لیکن یہ بات اب سمجھ میں آئی ہے کہ فطرت شاید اس سے زیادہ ظلم کر بھی نہ سکتی تھی۔ منزل تک پہونچنے کا لطف اسی میں ہے کہ انسان ٹھوکریں کھا کھا کر وہاں تک پہونچے۔ لیکن اس کا علم اسوقت آتا ہے جب ٹھوکریں کھانیکی ہمت باقی نہ ہو، ظلم نہیں تو اور کیا ہے۔

آپ کی میری عمر میں زیادہ تفاوت نہیں لیکن احساس میں شاید ہے اسی لئے آپ ماضی کے ذکر سے بھی لطف لیتے ہیں۔ اور یہاں تنگ نظری کہئے یا مایوسی۔ حال کے متعلق بھی احساس کی رسائی اس سے زیادہ نہیں کہ

جلوہ بسیارست اما یک تماشہ بیش نیست!

ایک وقت وہ تھا کہ تمنائیں مٹا دینا کھیل نظر آتا تھا یا اب یہ عالم ہے کہ ہر ہر آرزو پر مٹ جانے کو جی چاہتا ہے جذبات انسانی کے بہار و خزاں میں اتنا فرق! معاذاللہ! یا پھر اس کا سبب یہ ہوگا۔

مرا صبرے کم است و درد بسیار است می نالم

امتحان صبر عاشق اینقدر ناخوب نیست
اے بقربانت روم آخر دلم ایوب نیست

اور ایوب بھی ہوتا تو کیا؟ ان کا چارۂ درد صبر سے کب ہوا تھا کہ مجھے اس سے کچھ فائدہ پہونچتا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ آپ کی دلداریاں کیوں اسقدر دل آزار ہیں

میں تبدیل ہوتی جاتی ہیں۔ کتنا اچھا زمانہ تھا جب آپ کچھ نہ تھے۔ سچ ہی "سرمایہ داری" سے زیادہ لعنت دنیا میں کوئی نہیں۔

شکایت یہ نہیں کہ آپ خطوں کا جواب نہیں دیتے، بلکہ رونا اس بات کا ہے کہ اب آپ غریبوں کو قابلِ التفات ہی نہیں سمجھتے۔ حالانکہ یہی وقت "لطفِ محبت" کی آزمایش کا ہوا کرتا ہے۔

مجھے آپ کی بڑھی ہوئی مصروفیتوں کا علم ہے، لیکن یہ بھی جانتا ہوں کہ انھیں مشاغل میں آپ کے وہ قہقہے بھی شامل ہیں جن سے آپ کی "شبستانِ عیش" گونجا کرتی ہے، کاش کے آپ مہینے میں کم از کم ایک ہی شام آنسو بہانے کے لئے بھی وقف کر سکتے۔

خیر، آپ کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی تو نہ آئے۔

در دریا دستگاہ بسیار ست

مکرمی۔ آپ نے اسقدر صاف صاف باتیں کی ہیں کہ میں ان کا جواب دینے کی ہمت اپنے آپ میں نہیں پاتا۔ میری تحریر غور سے پڑھئے آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ میں نے بعض مشہور شاعروں کو کیوں چھوڑ دیا اور بعض اچھا نہ کہنے والوں کو کیوں شامل کر لیا۔

میں جانتا ہوں کہ آپ نے جن صاحب کا ذکر کیا ہے وہ بہت مشہور ہیں لیکن نوجوان طبقہ سے میں نے صرف انکو لیا ہے جو واقعی اچھا کہتے ہیں اور "مشار الیہ"

بہت غلط گو ہیں۔ اس میں تعلق یا عدم تعلق کو مطلقاً دخل نہیں ہے۔

میری رائے میں اس بات کو اسی جگہ ختم کر دینا چاہیئے ورنہ بات پبلک میں آ گئی تو پھر مجھے بھی پبلک ہی کو بتانا پڑے گا کہ آپ کی خوش ذوقی و سخن کا معیار کس قدر غلط ہے؟

قبلہ! زحمت تو ہو گی، لیکن قربان حسین صاحب کو بلا کر کہہ دیجئے کہ اگر وہ میری بتائی ہوئی شرائط پر حیدر آباد جانا چاہیں تو جا سکتے ہیں۔ وہ اپنی بیوی کی علالت کی وجہ سے مجبور تھے۔ لیکن اب غالباً وہ اچھی ہوں گی اور ان کے جانے میں کوئی چیز مانع ہو گی۔

اگر وہ راضی نہ ہوں، تو پھر آپ ہی کوشش فرمائیے کہ کوئی شخص بھیں کی سی "دستگاہ" رکھنے والا مل جائے۔ مجھ پر اُدھر سے سخت تقاضہ ہے اور میں اس کا انتقام آپ سے لیتا رہوں گا۔ جب تک آپ نے کوئی آدمی فراہم نہ کیا۔ آپ چاہیں تو یہ بات زیادہ مشکل نہیں۔ جواب کا منتظر ہوں۔

حضرت المکرم۔ یقیناً میں تعمیل ارشاد نہیں کر سکا اور اگر بات معافی سے ٹل جائے تو میں طلب عفو کے لئے ہزار بار تیار ہوں لیکن پہلے اس کا یقین دلائیے کہ اس کے بعد آپ کا دل صاف ہو جائے گا۔ عرب نسل کے لوگوں سے ڈرتا ہوں کیونکہ ششتر کینہ کی بہت سی ہولناک مثالیں میری نگاہ سے گزر چکی ہیں۔

توقع کے خلاف کوئی بات ہوتی ہے تو یقیناً بہت رنج ہوتا ہے، لیکن پہلے اپنی زندگی کا جائزہ لیجئے اور دیکھئے کہ اسوقت تک آپ نے اپنی عہد شکنی سے کتنے دل توڑے ہیں۔ اگر آپ اس کی کوئی توجیہ ایسی کرسکتے ہیں کہ آپ کا ضمیر اس سے مطمئن ہو جائے تو پھر میں کیوں آپ کی برہمی سے ڈروں؟

آپ سے کبھی ملاقات ہوگی تو زبانی عرض کروں گا۔ محبت کی شکایتیں کہیں خطوں سے دور ہوتی ہیں۔

محترمہ۔ یاد فرمائی کا شکریہ اور گلہ مندیوں پر سر نیاز خم! حقیقت یہ ہے کہ آپ کے خلوص نے تاویل و معذرت کے بھی دروازے بند کر دئے ہیں، ورنہ میں آپ کو یقین دلاتا کہ میری خاموشی کا مقصود سوا اس کے کچھ نہ تھا کہ آپ کو کیوں زحمتِ تحریر میں مبتلا کروں۔ رہا سوال میرے قلب کے اطمینان کا سو آپ جانتی ہی ہیں کہ "رجائی" انسان ہوں اور حشر کی ملاقات کا قائل ہوں یا نہ ہوں لیکن

زبوئے گل توانی واکشید آوازِ بلبل را

کا ضرور قائل ہوں۔

آپ نہیں جانتیں کہ "تصور" کے برکات کیا کیا ہیں اور اس نے گرتے ہوئے گھر سنبھال لئے ہیں۔ لیکن اگر آپ اس "خاموش پرستش" کو پسند نہیں فرماتیں تو مجھے بھی گھل گھل کر جان دینا زیادہ پسند نہیں۔ لیجئے

نظارہ کن زچاک کتاں ماہتاب را!

حضرت سلامت۔

آپ نے میرا حال پوچھکر واقعی مجھے اچھا کر دیا۔ مسیحا کا ذکر کتابوں میں سُنا کرتے تھے، اب خود آنکھوں سے دیکھ لیا۔ دنیا کا تعلق آپ سے جو کچھ ہو، لیکن میں تو ساری دنیا کھو دینے کے بعد بھی آپ کو حاصل کرنے کا سودا کر سکتا ہوں بشرطیکہ آپ اس پر راضی ہوں۔

ہر چند میری ارادت و عقیدت آپ کے ساتھ بالکل غیر مشروط حیثیت رکھتی ہے، تاہم فطرت انسانی قدم کے ساتھ نقش قدم کو بھی دیکھتی ہے اور دنیا میں ہر محبت کرنے والے کی تمنا یہی ہوتی ہے کہ محبت کا جواب محبت سے دیا جائے

اک زمانہ ہوا جب میں نے آپ سے درخواست کی تھی کہ آپ کو ہو یا نہ ہو، لیکن مجھے آپ کی ضرورت ہے اور پاؤں توڑ کر بیٹھ جانے کے لئے غریب خانہ حاضر ہے، لیکن اس دعوت زاویہ نشینی کا جواب یہ ملا کہ آپ خود دنیا میں گم ہو گئے اور میں آپ کو ڈھونڈھتا کا ڈھونڈھتا رہ گیا۔ پھر

اے جفا ہائے تو خوشتر ز وفائے دگراں!

میں آپ سے اس کی شکایت تو نہیں کرتا، لیکن اس تمنا کو اپنے دل سے نکال دوں یہ بھی میرے امکان میں نہیں۔

میں واقعی اس دوران میں بہت مضمحل رہا، لیکن حیران ہوں کہ آپکو اسکی اطلاع کیونکر ہوئی! غالباً بر بنائے کشف!

اچھا تو فرمائیے کیا ارادہ ہے۔ میں تو آپ کو بلاتے ہوئے ڈرتا ہوں کہ

کہیں آپ پھر نہ غائب ہو جائیں۔ آپ ہی فرمایئے کہ میں کب حاضر ہوں۔ آپ حسب معمول اس کا جواب شاید یہی دیں گے کہ "ابھی نہیں" لیکن میں زیادہ خوش ہوں گا اگر آپ کہدیں "کبھی نہیں"۔ کسی طرح یہ "ردوقبول" کا جھگڑا تو ختم ہو!

ماشاء اللہ! کیا کہنا۔ حقیقت یہ ہے کہ تم جانتے ہو دنیا میں کس طرح جینا چاہیئے۔ یہ فن تم نے کہاں سیکھا، کس سے سیکھا۔ حیران ہوں! — لیکن افسوس ہے کہ تم اس کی داد ایک غلط شخص سے چاہتے ہو۔ ہر چند جی تو میرا بھی یہی چاہتا ہے کہ میں بھی نیرو بن جاؤں اور جس وقت ساری دنیا میں آگ لگی ہو، میں رنگ رلیوں میں مصروف رہوں۔ لیکن انسانیت کا یہ بلند مرتبہ مشکل ہی سے کسی کو حاصل ہو سکتا ہے — دنیا میں پیغمبر تو کافی پیدا ہوئے، لیکن چنگیز بہت کم — پھر یہ اس وجہ سے نہیں کہ قدرت نے دنیا پر رحم کھایا بلکہ شاید اسلئے کہ بگاڑ کر بنانا اس کے لئے بھی آسان نہیں۔ فرعون نے جس قوم کو ایک دن کے اندر اپنے ملک سے نکال باہر کیا تھا، موسیٰ چالیس سال کی سرگردانی کے بعد بھی کوئی گھر نہ اس کے لئے بنا سکے!

تمھاری کامیابی پر مجھے خوش ہونا چاہیئے، لیکن اسی کے ساتھ جب یہ دیکھتا ہوں کہ یہ کامیابی تم کو کتنی مہنگی پڑی ہے تو زیادہ خوشی نہیں ہوتی — خدا کرے، یہ سب دیرپا ثابت ہو اور تم کو پھر اخلاق کا خون کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے۔

ہاں ہاں۔ خوب جانتا ہوں اور بہت ڈرتا ہوں۔ تم نے دیکھا ہوگا بعض لبوں کی ساخت ایسی ہوتی ہے کہ وہ ایک دوسرے سے جدا رہتے ہیں اور ہر وقت مسکراتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن شاید تم یہ جانتے ہوگے کہ یہ تبسم ایک قسم کا "زہر خند" ہے اور میں ایسے لوگوں سے بہت خایف رہتا ہوں۔

تم نے جن کا ذکر کیا ہے ان میں یہ کیفیت بہت زیادہ نمایاں ہے اس لئے میں ان سے بہت زیادہ ڈرتا ہوں۔ یہ درست ہے کہ بعض اوقات انسان خراب چیزوں کی طرف بھی مایل ہو جاتا ہے۔ محض اس لئے کہ وہ حسین ہیں لیکن یہ قدرت کا قانون نہیں بلکہ ہمارے جذبات کی اثر پذیری ہے اسکی عمر بھی کم اور نتیجہ بھی خطرناک!

بہرحال وہ تو جو کچھ ہونا تھا ہو چکا۔ میں اسی کو غنیمت سمجھوں گا اگر تلخیاں جلد نہ شروع ہوں۔ مجھ سے داد نہ چاہو کیوں اپنے لطف کو غارت کروگے۔

قبلہ! آپ نے بالکل درست فرمایا کہ انھوں نے میرے متعلق آپ سے جو کچھ کہا وہ کم از کم آپ کے لئے ضرور اطمینان بخش ہے۔ لیکن آپ اس بارہ میں مجھ سے کچھ نہ پوچھئے۔ دنیا میں دو قسم کے آدمی پائے جاتے ہیں ایک وہ جو کہتے اچھا ہیں اور دوسرے وہ جو سنتے اچھا ہیں، میں ان دونوں میں سے کوئی نہیں ہوں اور وہ صاحب ان دونوں کے ماہر ہیں۔

جواب تو خیر بڑی بات ہے، مجھ سے تو "ہاں ہاں" بھی مشکل سے کہا جاتا ہے۔ وہ کہہ لیں جو جی میں آئے اور آپ سمجھ لیں جو آپ کی سمجھ میں آئے، میری طرف سے سوائے خاموشی کے آپ اور کچھ نہ سنیں گے یہ "عافیت طلبی" نہیں بلکہ میری نااہلی ہے، خدا کرے آپ اپنے یقین کی طرف سے شرمندہ نہ ہوں۔

لاحول ولا قوۃ! آپ نے بھی کس کا ذکر کیا۔ وہ جو پیدا ہوا ہے انسانوں میں اور زندگی بسر کرتا ہے حیوانوں کی سی! صرف "جسم ہی جسم" رکھنے والے انسان تو بہت ہیں، لیکن بغیر روح کے انسان کبھی کبھی نظر آجاتے ہیں۔ انھیں میں سے ایک وہ بھی ہیں جن کے آپ اس قدر دلدادہ ہیں۔ مجھے ان سے بہت کم واسطہ پڑا ہے، لیکن انھیں جانتا اچھی طرح ہوں۔

انسان کا انسان نہ ہونا اور اس کا دشمنِ انسانیت ہونا، ان میں بڑا فرق ہے لیکن اس کا کیا علاج کہ آپ اسی کو انسان سمجھتے ہیں جو زندہ چیزوں کو کچلتا ہوا گزر جائے، جو پھولوں کو توڑتا اور مسلتا ہوا نکل جائے، جو خوب ہنسے لیکن صرف سوقت جب دوسرے مصائب میں مبتلا ہوں۔

میرا یہ خط انھیں سنا دیجئے، لیکن جو کچھ وہ کہیں اسکو مجھ تک نہ پہونچائیے۔

کرمی۔ کیا عرض کروں، کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ ایک رباعی یاد آگئی۔ سنئے،

پرسید یکے منزل آں مہر گسل　　گفتم کہ دل من ست او را منزل

گفتا کہ دلت کجاست؟ گفتم بر او   پرسید کہ او کجاست؟ گفتم در دل

مطلب یہ کہ نہ دل کا صحیح ٹھکانہ معلوم ہوا نہ اس عمرِ گشتہ کا۔

کچھ کہتا ہوں تو آپ کو تکلیف ہوتی ہے، نہ کہوں تو آپ خاموش نہیں رہنے دیتے، پھر نہ آپ کی تکلیف گوارا، نہ اپنی خاموشی پسندیدہ، حیران ہوں کیا کروں کیا نہ کروں!

میں اس سے پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ مجھے ہاں میں ہاں ملانے پر مجبور نہ کیجئے اور اب پھر وہی کہتا ہوں۔ لیکن اگر یہ اہتمام صرف اس لئے ہے کہ آخر میں یہ الزام میرے ہی سر قائم رہے تو میں اس قربانی کے لئے تیار ہوں۔ لیکن جو کچھ کیجئے اس یقین و اعتراف کے ساتھ کیجئے کہ مجھے آپ سے بالکل اتفاق نہیں ہے۔

درباداری کا سلیقہ مجھے کبھی حاصل نہیں ہوا، اس لئے آپ کیوں بار بار اس بات کو چھیڑتے ہیں، جس کے متعلق میں اپنی رائے قطعی طور پر ایک بار ظاہر کر چکا ہوں۔ میں آپ کا سہی، لیکن میری رائے تو میری بھی پابند نہیں، کسی اور کا کیا ذکر ہے!

حضرت! گرامی نامہ پہونچا۔ یہ آپ نے کیا فرمایا۔ میں اور آپکے عدم التفات کا گلہ مند!

زغارتِ چمنت بر بہار منت ہاست

کہ گل بدستِ تو از شاخ تازہ تر ماند

اس سے زیادہ "سپردگی و فتادگی" اور کیا چاہیئے!

میری جگہ کوئی اور ہوتا تو یقیناً وہ شکایت بھی کرتا اور آپ سے تلافی بھی چاہتا، لیکن میں آپ کی " بیگانہ وشی" کو بھی محبت و خلوص سمجھتا ہوں اس جرم کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔

چشم خطا نظارہ ندانم چہ دیدہ است!

بندہ نواز!

آپ وہاں جا تو رہے ہیں لیکن کس اہتمام کے ساتھ؟ اس کی خبر نہیں۔ جس وقت یوسف مصر جا رہے تھے تو کیا وہ جانتے تھے کہ وہاں ایک منزل یہ بھی ہے۔ ڈر رہا ہوں کہ مبادا آپ کے سفر کا بھی کچھ ایسا ہی انجام ہو۔ وہ تو خیر پیمبر تھے، کہ الزام عائد ہوا تو صفائی میں قمیص کا پچھلا دامن پھٹا ہوا دکھا دیا اور لوگوں نے اسے مان بھی لیا، لیکن آپ اپنی چاک دامانی کو کیونکر چھپائیں گے۔

اگر آپ کو اپنے صبر و ضبط کا امتحان لینا تھا، تو گھر بیٹھے بھی ہو سکتا تھا وہاں جانا ضروری نہ تھا۔ بہر حال وہاں پہونچکر تو خیر کیا، لیکن وہاں سے واپس آنیکے بعد ضرور لکھیے گا کہ آپ کس عنوان سے پہونچے اور کس حال سے واپس آئے۔

جناب والا۔ مکرمت نامہ پہونچا۔ اگر آپ نے یہ نہ لکھا ہوتا کہ جواب کی ضرورت نہیں، تو شاید میں خاموش رہتا۔

آپ کی تنبیہ کا شکریہ، لیکن اس کے ساتھ آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ

جن کے "توبہ و استغفار" سے آپ اسقدر مرعوب ہیں، ان کے "سجدۂ ریائی" کا راز دار مجھ سے زیادہ کوئی نہیں۔ آپ تو صرف نشانِ سجدہ دیکھتے ہیں اور میں انکا دل دیکھتا ہوں جو اس سے زیادہ بڑے سیاہ داغ کا مالک ہے!

جی ہاں، میں نے ان کے سب سے بڑے دینی کارنامہ کو دیکھا ہے۔ آپ اسے تفسیر کہتے ہیں، میں اسے "تفضیح" کہتا ہوں۔ حیران ہوں کہ آپ کے ذوقِ سلیم کو کیا ہو گیا ہے، سچ کہتا ہوں کہ اگر میں چار دن اس شخص کے پاس رہوں تو استسقاء ہو جائے، چہرہ کا تعجب تو دیکھئے گویا جلد کے نیچے کچ لہو بھرا ہوا ہے اور بے رونقی کا تو خیر، کیا پوچھنا۔ معلوم ہوتا ہے کربلا میں خاک اڑ رہی ہے۔

خدا کے لئے بتایئے، بعض دینداروں کی صورتیں کیوں مسخ ہو جاتی ہیں۔ آپ کہیں گے یہ "فرطِ انوار" ہے، میں کہوں گا خدا کی پھٹکار ہے۔

آپ نے اگر اس طنطنہ کے ساتھ خط نہ لکھا ہوتا تو شاید میں بھی اتنی صاف گوئی سے کام نہ لیتا۔ بہر حال اب بھی وقت ہے کہ آپ اس چیلنج کو واپس لے لیں ورنہ
تو دانی خرقۂ پشمینہ داری!

محترم۔ آپ نے بالکل درست فرمایا کہ زمانہ کا ساتھ نہ دیجئے تو وہ ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔ لیکن میں اس کا موید نہیں، علاوہ اس کے سوال یہ بھی ہے کہ آپ "زمانہ" کسے کہتے ہیں۔ کیا زمانہ عزیز و اقارب کا نام ہے، محلہ والوں کا نام ہے، دوست احباب کو زمانہ کہتے ہیں۔ محلہ کے نمازیوں کا نام زمانہ ہے! مسجد کا موذن و امام

زمانہ کہلاتا ہے۔

معاف فرمایئے، آپ نے زمانہ کا صحیح مفہوم نہیں سمجھا۔ دنیا کے عام رجحان کا نام زمانہ ہے، اس رَو کا نام زمانہ ہے کہ اس کا ساتھ نہ دیجئے تو مصائب کا مقابلہ کیجئے۔ مثلاً ایک زمانہ تھا جب حکومت مذہب کی تھی اور عقل سے کام لینا گناہ سمجھا جاتا تھا۔

لیکن تاریخ شاہد ہے کہ لوگوں نے عقل سے کام لیا اور مصائب جھیلے اسی طرح اب زمانہ ہے، سرمایہ داری کا لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہم اس کا ساتھ دیں۔ یہ اور بات ہے کہ ہم غلامی یا ذلت و افلاس کے اس قدر عادی ہو جائیں کہ ہمارے احساس کو کوئی تکلیف نہ ہو، لیکن جن میں غیرت و خودداری ہے وہ ہمیشہ اس کا مقابلہ کریں گے اور پامال ہوتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ دنیا میں سوشلزم کا زمانہ آ جائے۔ میں نہیں کہتا کہ سوشلزم، انسانیت کا انتہائی مقصد ہے، لیکن مدعا تو یہ ظاہر کرنا ہے کہ زمانہ کا مفہوم زیادہ وسیع قرار دیجئے اور اسکی مخالفت کو گناہ نہ سمجھئے۔

انسان ایک حال پر قائم نہیں رہ سکتا۔ اگر دنیا فردوس ہو جائے تو بھی ایک نہ ایک دن وہ اسے جہنم میں ڈال کر باہر نکل آئے گا۔ انسان کے ابتدائی عہد کا حال تو معلوم ہے، لیکن اس کا مستقبل کیا ہوگا، کسی کو خبر نہیں بندگی کے دور سے گزر کر وہ خدائی کے مرتبہ تک تو فرعون ہی کے زمانہ میں آ چکا تھا، لیکن اب وہ خدا بننا بھی اپنی توہین سمجھتا ہے۔ اس سے پوچھئے کہ اس سے زیادہ ارتقاء اور کیا ہو سکتا ہے؟ وہ کہتا ہے یہ عہدِ تاریکی کی باتیں تھیں یعنی جب انسان جاہل تھا تو

خدا بنانے میں اپنا وقت ضایع کرتا رہا، لیکن اب عقل آئی ہے اور وہ انسان بنانا چاہتا ہے۔ خدا کی تعمیر میں تو بڑی آسانی تھی کہ جو چیز سمجھ میں نہ آئی۔ اس کو خدا گھڑ لیا لیکن انسان تو وہی چیز بن سکتی ہے جو سمجھ میں آجائے، پھر سمجھ جتنی زیادہ بڑھتی جائے گی اتنا ہی بہتر انسان بنتا جائے گا۔ یہاں تک کہ خدا کا وجود جو اسوقت کائنات میں صرف بادل کے چھوٹے سے دھبہ کی طرح نظر آرہا ہے وہ بھی ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا اور انسانیت بالکل پہلی مرتبہ صحیح معنے میں آزادی کی سانس لے گی!

سنا آپ نے، یہ ہے آجکل کی رَو اور یہ ہے زمانہ کا رجحان! پھر کیا آپ اسکا ساتھ دینے کے لئے تیار ہیں؟

اس میں شک نہیں انسانیت سخت مصیبت میں مبتلا ہے، لیکن اسکا درد ابھی حد سے نہیں گزرا کہ دوا ہو جائے۔ فی الحال تو اسے اسی طرح تڑپنا ہے اور ہم کو آپ کو بھی، کیونکہ شاید ہم لوگ، اس مرتبہ کے نہیں کہ منبر سے دار تک پہنچنے کی جرأت کرسکیں۔

"تو و طوبیٰ و ما و قامتِ دوست!" بجا ارشاد ہوا۔ اس سے غالباً طوبیٰ ہی کو فخر حاصل ہوا ہوگا، "قامتِ دوست" کا مرتبہ اس سے کہیں بلند ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر انسان اس قدر بر خود غلط نہ ہو تو دنیا ویران ہو جائے۔

دو باتیں عرصے سے سنتا چلا آتا تھا۔ ایک یہ کہ دنیا کا کوئی انسان پورا انسان

نہیں، دوسرے یہ کہ حسن کا تعلق صرف "محالات" سے ہے۔ یعنی اچھے سے اچھے انسان کی طرف سے بھی ہر وقت بدتمیزی کی توقع رکھنا چاہئے۔ اور حسن نام ہو صرف "عدم دسترس" کا اب آپ کے "قامت دوست" نے ان دونوں کا یقین دلایا۔ بہرحال آپ انسان کامل بنیں یا بنیں، لیکن یہ ضرور چاہتا ہوں کہ تصدق ہونے کے لئے "قامتِ دوست" کا سایہ آپ کو ایکبار ضرور میسر ہو جائے۔

خدا آپ کو صحیح و سلامت رکھے، کہ اس بیسویں صدی میں قیس و فرہاد کا نام آپ ہی کے دم سے زندہ ہے، ورنہ یوں تو دنیا میں آپ کی طرح بہت سے بیفکرے نظر آتے ہیں، لیکن "عشق" کا سلیقہ کسی کو حاصل نہیں۔

یہ آپ نے خوب لکھا کہ "آزمایش شرط ہے" یہ اشتہار والی ذہنیت آپ میں کیونکر پیدا ہو گئی۔ آپ کو معلوم ہے میں ...... مرحوم کی اخبار نویسی کو صرف اس لئے پسند نہیں کرتا تھا کہ وہ "انتقال" کے ساتھ "پرملال" اور "حضور" کیساتھ "فیض گنجور" ضرور لکھتے تھے اور اپنے اخبار میں استہارات حاصل کرنے کیلئے اس فقرہ کے علاوہ کبھی کچھ نہیں لکھا کہ "اس میں اشتہار دینا کلید کامیابی ہے"۔

میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ معاملۂ خاص میں کہاں تک ان پر اعتماد کیا جائے، آپ فرماتے ہیں "آزمایش شرط ہے"۔ معقول! اس کے بعد یہ بھی کیوں نہ لکھ دیا کہ "فائدہ نہ ہو تو قیمت واپس"

یہ تو میں جانتا تھا کہ معاملہ کو معاملہ کی طرح طے کرنا آپ کی ضعیف قوتِ ارادی

سے مشکل ہے، لیکن رائے دینے میں اسقدر الجھاؤ کا اندیشہ کبھی نہ تھا!
آپ کو شاید معلوم نہیں کہ "احتیاط" اور "دھوکے" میں تھوڑا ہی سا فرق ہے! ازراہِ کرم میرے پچھلے خط کو پھر پڑھئے اور پھر اسکا جواب دیجئے۔

آپ بھی عجیب چیز ہیں۔ "لب لعل و خط زنگاری" کی فکر تو اتنی لیکن "کاروبارِ دلداری" میں جو اور ہزاروں نکتے پوشیدہ ہیں، ان کی خبر نہیں۔ انسان یوں تو ہر وقت اپنے آپ کو دھوکا دیتا رہتا ہے، لیکن عورت اور مذہب کے باب میں اس کا دھوکا ایک مستقل فتنہ ہے۔ کوئی ان میں سے کسی ایک میں بتلا ہو گا لیکن آپ ماشاء اللہ دونوں کے مارے ہوئے ہیں۔ تہجد سے لیکر عشاء کے آخری تشہد تک آپ کو انسانیت میں آنے کی ایک لمحہ فرصت نہیں! خدا رحم کرے!
نصیحت کا مجھے حق نہیں، ہمدردی کی آپ کو ضرورت نہیں۔ پھر اسکا ذکر مجھ سے بار بار کیوں؟ شاید اس لئے کہ میں آپ کی اس زندگی سے لطف اٹھاؤں لیکن غالباً آپ کو معلوم نہیں کہ۔

مستیم را نبود نغمہ و صہبا ساماں!

جب بے سروسامانی اس حد تک پہونچ جائے کہ "دعوتِ برگ و نوا" سے بینوائیاں اور بڑھنے لگیں تو پھر سوائے فاتحہ پڑھ دینے کے اور کیا چارہ ہے۔ غالب کا ایک شعر سنئے:۔

خطے بر ہستی عالم کشیدیم از مژہ بستن   زخود رفتیم و با ہم خویشتن بُردیم دُنیارا

اللہ اللہ! وہ یاد فرمائیں اور میں کچھ نہ کہوں، وہ میرا ذکر کریں اور میں اپنے آپ میں رہوں!

شاد باش اے دل کہ آخر عقدہ ات وامی شود
قطرۂ ما می رسد جائے کہ دریا می شود

تسلیم غائبانہ پہونچا دیجئے اور کہہ دیجئے کہ گو میرا قافلۂ دل، جرس سے خالی ہے لیکن خدمتِ فریاد بجالانے کی تمنا سے خالی نہیں۔

با ہمہ کلفت و دوری بہ ہمیں خورسندیم
کہ در آئینۂ ما حسرتِ دیدارے ہست

بندہ نواز، محبت کی نگاہ بھی الگ ہوتی ہے اور زبان بھی، پھر میں کیونکر یقین کروں کہ آپ کو میرے ساتھ لاگ نہیں، لگاؤ ہے؟ آپ یہاں ہوں تو ملیں نہیں، وہاں ہوں، تو کسی سے پوچھیں نہیں، اور پھر اصرار یہ کہ آپ کی محبت کا اعتراف بھی کروں!

خدارا، آپ ہی انصاف فرمایئے کہ اس "شیوۂ ترکانہ" کو کیا سمجھوں اور کس امید پر بارگاہِ گرامی میں شرفِ ملازمت رکھنے کا دعوی کروں؟

با کمالِ بیں ذرہ سنجم آبروئے اعتبار
آنقدر ہیچم کہ از خود شرمسارم کردہ اند

آپ اور مجھے یاد فرمائیں! لیکن اس سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ آپ یاد فرمائیں اور میں اس کا شکریہ ادا کروں! دنیا میں کسی پر احسان کرنا اتنا دشوار نہیں جتنا اعتراف احسان! آپ کے لئے ان اداؤں کی کمی نہیں اور میں جان صرف ایک ہی بار دے سکتا ہوں

زچاکِ سینہ آہے می نویسم کتانم حرف ماہے می نویسم
محبت نامہ پردازست امروز شرر بر برگ کاہے می نویسم

حضرت المکرم۔ عطوفت نامہ پہونچا اور اسوقت کہ اگر دو ایک دن اور انتظار کرنا پڑتا تو شاید میں نہ ہوتا۔ اس سے اپنی احتیاج وضرورت کا اظہار مراد نہیں۔ بلکہ آپ کی چارہ سازیوں کی اہمیت کا اعتراف مقصود ہے۔

یہ آپ نے سچ فرمایا کہ عدو بھی سبب خیر ہو جاتا ہے اگر خدا چاہے۔ لیکن یہ آخری شرط ہی تو بڑی کٹھن ہے۔ مجھے عدو کی طرف سے اتنا اندیشہ نہیں، جتنا اس سے کہ خدا کیوں چاہنے لگا۔

میری خواہش تو یہ تھی کہ آپ خود اپنی سعی وتدبیر پر اعتماد کر کے مجھے کسی بات کا یقین دلاتے، لیکن آپ نے پھر معاملہ کو خدا پر چھوڑ دیا۔ اور خدا کا تصور میرے ذہن میں اتنا بلند ہے کہ اگر میں اپنی رسائی اس تک ممکن سمجھ لوں تو اسکے معنے یہ ہیں کہ میں نے خدا کے وجود کو محال تسلیم کر لیا، درانحالیکہ وہ واجب الوجود ہے۔

آپ کو شاید یہ بات پسند نہ آئے، لیکن کیا کروں اپنی فطرت سے مجبور

ہوں، اور "تذبذب" میں زندگی بسر کرنا میرے امکان میں نہیں۔ بہرحال آپ جس حد تک کوشش کر سکتے ہوں کیجئے اور نتیجہ سے مطلع فرمایئے۔ لیکن اگر آپ کچھ نہ کر سکتے ہوں تو بھی صاف صاف کہہ دیجئے، میں مایوسی و [illegible] سے ڈرنے والا انسان نہیں۔

محترمہ۔ اس دوران میں آپ کے دو خط مجھے ملے اور اس قدر جلد جلد کہ میں کچھ بدحواس سا ہو گیا۔ بدحواسی صرف اس لئے کہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جو دیکھنا کیسا، سننے کی بھی تاب نہیں لا سکتے!

یقیناً وہ زمانہ مجھے یاد ہے جب آپ یہاں "مردانہ عزم و ثبات" کی زندگی بسر کر رہی تھیں اور میں آپ کی "مردشکن" نسائیت کو دیکھ دیکھ کر کبھی کبھی یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا تھا کہ کیا ایک عورت کے لئے اس سے زیادہ عذاب ممکن ہے — لیکن خیر، شکر ہے یہ زمانہ جلد ختم ہو گیا اور آپ اس "اعصابی کشاکش" سے آزاد ہو گئیں۔

اس کے بعد جب دہلی سے آپ کا خط آیا تو میں پھر یک گونہ متردد ہو گیا کیونکہ آپ نے خود اس بات کو چھیڑا تھا، جس کے جواب میں، ایک بار میں آپکے "پُرحقارت تبسم" کا منظر دیکھ چکا تھا۔ یاد نہیں میں نے آپ کو کیا جواب دیا، لیکن اتنا ضرور یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ میں نے آپ کے ارادہ کی مخالفت نہ کی ہوگی

بہرحال وہ تو جو کچھ ہونا تھا، ہو چکا، اب ماضی کی داستان دُہرانا، سوائے

اسس سکے کہ تھوڑی دیر کے لئے میں بھی بدمزہ ہو جاؤں اور آپ بھی تیوریاں چڑھا کر منہ پھیرلیں، کوئی نتیجہ خیز بات نہیں —— خیر،

ہاں، تو فرمائیے آپ مسوری کب جارہی ہیں، اور وہاں آپ کیا کریں گی؟ وہی کروشیا کی سلائی اور وہی کسی طرف نہ دیکھتے ہوئے انگلیوں کی مسلسل حرکت! یعنی وہی!

تو اور سوئے غیر نظر ہائے تیز تیز!

سچ کہتا ہوں آپ کی اس کروشیا نے اتنا ستایا ہے کہ شاید ہی کوئی رقیب، مجھے اتنا دکھ دیتا، اگر میرے آپ کے تعلقات میں واقعی کسی رقیب کا گذر ہوسکتا

آپ پہلی مرتبہ مسوری جارہی ہیں، آپ کو معلوم نہیں وہاں جب کالے کالے بادلوں میں سرخ سرخ ڈلیا پھولتا ہے، تو یہ کاک ٹیل" دماغ انسانی پر کیا اثر کرتی ہے۔ مجھ پر اول اول جو اثر ہوا تھا، اس کو میں اگر بیان کروں بھی تو آپ کو اعتبار نہ آئے گا اور اعتبار آ بھی جائے تو زبان سے کبھی اسکا ذکر نہ کریں گی، اس لئے کہنا فضول ہے۔

آپ کی اس "دعوتِ آب وہوا" کو میں ضرور قبول کرتا، اگر میں یہ جانتا کہ "موسم" سازگار ہے۔

خدا حافظ!

مکرمی۔ آپ کے مقالہ کو کئی بار پڑھا اور ہر بار نہایت غور سے پڑھا——

خیال اچھوتا، زبان دلکش، انداز بیان پیارا ــــ لیکن قصور معاف، روح کا کہیں پتہ نہیں! آپ پوچھیں گے کہ روح کیا، اور میں اسکا کوئی جواب نہ دے سکوں گا۔

آپ نے بعض لوگوں کو دیکھا ہوگا کہ ناک، کان، آنکھ، لب سب اپنی اپنی جگہ نہایت اچھے ہیں اور نقشہ بھی بُرا نہیں، لیکن خدا جانے نگاہ کیوں نہیں چپکتی ــ بس یہی "خدا جانے" والی چیز آپ کے مقالہ میں نہیں ہے۔

آپ نے اگر میری آزادانہ رائے دریافت نہ کی ہوتی تو شاید میں یہ جرأت نہ کرتا اور اب بھی بہت ڈرتے ڈرتے لکھ رہا ہوں۔ لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جو بات میں نے کہی ہے اس کے سمجھنے والے بہت کم ہیں، آپ ضرور شائع کرائیے، دنیا ضرور داد دے گی۔

مکرمی ۔ جی ہاں، میں نے فروش والے اشعار دونوں حضرات کے دیکھے ان میں سے ایک تو خیر معذور ہیں کہ انھوں نے فارسی پڑھی ہی نہیں ۔ لیکن دوسرے اس کے مدعی ہیں اور ان پر ضرور حیرت ہے، آپ کی رائے سے میں بالکل متفق ہوں ــ فارسی میں اس لفظ کا استعمال ایک تو بالکل لغوی معنے میں ہوتا ہے جسے ہر شخص جانتا ہے، لیکن دوسرا استعمال ذرا مشکل ہے، کیونکہ اس میں زیادہ تر مجازی رنگ ہوتا ہے اور وہ بھی کبھی طنز کا رنگ لئے ہوئے اور کبھی فخر و مباہات کا جس کو یہ "حقیقی" شاعری کرنے والے کم سمجھتے ہیں۔ بیدل

کہتا ہے :۔

تو و صد موج گوہر تمکیں من و یک اشک اضطراب فروش

آپ نے دیکھا کہ اس میں ہلکا سا مفہوم تحقیر و طنز کا پوشیدہ ہے لیکن ذیل کے شعر میں فخر و مباہات کا رنگ ہے :۔

سایہ پروردۂ جلوۂ یارم خاک ما گیرو آفتاب فروش

آپ نے جو کلام بھیجا ہے، اس میں اکثر جگہ فروش کا استعمال غلط کیا گیا ہے۔ لیکن آپ کیوں اس الجھن میں پڑیں۔ لکھ دیجئے

ع رتے گل کن و گلاب فروش

آپ نے بھی کس کا ذکر کیا ـــــ اُن کا کیا ہے

وہ جسے چاہتے ہیں اپنا بنا لیتے ہیں

مجھے بتائیے میں کیا کروں ـــــــــ میں ؟

کرا درد ہر بنداری وطن نیست !

بہر حال اگر کامیابی کی صورت وہی ہے، جو آپ نے بیان کی تو انا اللہ!، لیکن اگر کوئی اور طریقہ ممکن ہے تو لکھئے ـــــ اور لکھنا کیسا' اسے اختیار کیجئے اور انجام تک پہونچائیے۔

دُوروانہ کے میاں یہاں آئے تھے، ماشاء اللہ کیا کہنا!

تو گوئی کہ بر خود بہ پیچید ہمی

وہ "تن بھین" وہ "چو چلے" کہ کیا حیدر رجان اور کالکادین میں ہوں گے، خدا کی شان ہے کہ فطرت یہ، اور قسمت وہ!

آپ بھی عجیب شخص ہیں میں کہتا ہوں آپ نے انتخاب صحیح نہیں کیا، آپ فرماتے ہیں، دیکھا جائے گا، میں عرض کرتا ہوں کہ یہ کام انکے بس کا نہیں، آپ کہتے ہیں۔

یک مے ز آبگینہ و ساغر بر آورم

بہتر ہے، آپ وہی کیجئے جو نہ کرنا چاہیئے، لیکن اخیر میں مجھ پر الزام نہ رکھئے گا، سوئی کا کام آپ بھالے سے لینا چاہتے ہیں، تو لیجئے، لیکن اپنی ذمہ داری پر——

آپ کی رنجشیں تو بارہا دیکھی ہیں

"پر کچھ اب کے سرگرانی اور ہے"—— میری طرف سے تو آپ کو ہمیشہ کوئی نہ کوئی سبب برہم ہوجانے کا ملا اور آپ نے اسے ٹال دیا، لیکن اب آپ کی "خوئے عفو و درگزر" میں یہ تبدیلی کیوں ہوگئی، یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی یعنی "بے سبب آزار" تو میں آپ کو کہہ نہیں سکتا، لیکن "آبروئے محبت" کیطرف سے جو بے اعتمادی دل میں پیدا ہورہی ہے، اس پر اپنے تئیں ملامت کرنیکو ضرور جی چاہتا ہے—— پھر ایسی صورت میں "ساقی کوثر" کا فتوی کیسا ہونا چاہیئے، اسے آپ ہی سمجھئے اور آپ ہی بتائیے۔

کچھ دنوں سے اک نیا وہم دل میں یہ پیدا ہورہا ہے کہ "دامن یار" کی

وسعت تو وہی ہے، لیکن اپنی گرفت ہی کچھ ڈھیلی پڑتی جارہی ہے۔ سچ بتایئے برہمی کی یہی وجہ تو نہیں؟

ہرچند یہ جانتا ہوں کہ اگر آپ نے بھی اس کی تصدیق کردی تو سوائے زہر کھا لینے کے اور کوئی چارہ نہیں لیکن خدا جانے کیوں اس بات کا بھی یقین ہے کہ آپ جھوٹ بول کر میری جان لیں گے۔ آہ،

دل وصد آرزوئے خام بدل
یار ہرچند یں قریب و من تنہا

بندہ نواز، اگر شاعری وہی ہے جو آپ کے دوست کرتے ہیں تو

لرزتا ہے مرا دل زحمت مہر درخشاں پر

یعنی اُن سے زیادہ مجھے آپ پر رحم آتا ہے

ایک مہمل گو شاعر کی سب سے بڑی جائے پناہ "تصوف" ہے، لیکن اس غریب کے کلام میں یہ بھی نہیں۔ پھر آپ ہی بتایئے کہ لکھوں تو کیا لکھوں۔ آپکی ہر خواہش میرے لئے فرمان سہی، لیکن "امتثال امر" کا تعلق انسان کے "تاب و تواں" سے بھی تو ہے اور جب یہی جواب دیدے تو کوئی کیا کرسکتا ہے۔

میری رائے میں تمام مسودہ کو دریا برد کیجئے اور ان سے کہئے کہ دنیا میں "غیر شاعر" رہ کر جینا "شاعر" رہ کر جینے سے زیادہ پُرلطف ہے۔ یہ ان سے کس نے کہدیا کہ "عاشق" ہونے کے لئے شعر کہنا ضروری ہے اور اگر "عاشق" بننے کے لئے

ضروری ہو تو کم از کم "وصل محبوب" کے لئے تو یقیناً ضروری نہیں ـــ پھر جب اصل مدعا بغیر ان جھگڑوں کے حاصل ہو سکتا ہے تو وہ کیوں اپنا دامن اس خار زار میں الجھاتے ہیں۔ "چین کی بنسی بجانے" کا نام شاعری نہیں ہے!

مکرمی،

مری امید کے دھندلے ستارے منجمد کیوں ہیں
تصادم سے ہوئی ہے جب عروسِ کہکشاں پیدا

یہ شعر چاہے (بقول آپ کے) کتنے ہی بڑے "علامۂ دہر" اور "استادِ عصر" کا ہو لیکن ہے بالکل مہمل، اول تو انجماد اور منجمد دونوں غلط لفظ ہیں، عربی میں اس مادہ سے انفعال کے وزن پر اشتقاق دیکھا نہیں گیا۔ لیکن اگر اسے صرف اسلئے صحیح سمجھ لیا جائے کہ اردو میں رائج ہو گیا ہے، تو معنے اس کے وہی ہیں جو لفظ جامد کے ہیں، یعنی جمی ہوئی، ـــ یا غیر متحرک چیز

پہلے مصرعہ میں شاعر "امید" کے دھندلے ستاروں کے منجمد ہو جانے پر حیرت یا طعن کرتا ہے۔ اول تو دھندلے کا لفظ بالکل بیکار ہے اور یہاں کوئی معنی نہیں دیتا، دوسرے یہ کہ ستارے جامد و مشتعل دونوں حالتوں میں ساکن نہیں ہیں بلکہ گردش کر رہے ہیں، اس لئے شاعر نے جس معنے میں منجمد کا لفظ استعمال کیا ہے وہ صحیح نہیں لیکن اگر ان تمام مہملات کو صحیح فرض کر لیا جائے تو بھی دوسرے مصرعہ سے اسکا کوئی تعلق نہیں، کیونکہ اس میں پہلے مصرعہ سے زیادہ

میں دعویٰ کیا گیا ہے۔

کہکشاں کے وجود کو سیاروں کے تصادم کا نتیجہ سمجھنا انتہائی کم فہمی ہے۔ کہکشاں تو ستاروں کے جھرمٹ یا اجتماع کا نتیجہ ہے نہ کہ تصادم کا۔ سیاروں کا تصادم تخریب ہے نہ کہ تعمیر۔ اس لئے یہ شعر لفظی و معنوی دونوں حیثیتوں سے بالکل بے معنی ہے۔ اگر اس شعر کو یوں کہا جائے۔

کشش کیا ہو گئی پیدا مرے تمنا کے ستاروں کی
تجاذب ہی سے ہے حسنِ عروس کہکشاں پیدا

تو تعبیر کی غلطی بیشک دور ہو جائے گی، لیکن کوئی خاص بات پھر بھی پیدا نہ ہو گی

ناصح مشفق، پندنامہ کا شکریہ۔ لیکن اس کے حقیقی احترام کے لئے "عطار و سنائی" کہاں سے پیدا کر دوں!

ماشاء اللہ، کیا کیا باتیں پیدا کی ہیں اور نجات کی کیسی عجیب و غریب راہیں دکھائی ہیں۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی تو بتایئے کہ ان باتوں کے سمجھنے کے لئے آپ کا سا دماغ کہاں سے لاؤں؟

پہلے کامل چوتھائی صدی تک شام کو دعائے "گنج العرش" اور صبح کو "دلایل الخیرات" کا ورد کر لوں تو آپ کی ہمسری کا دعویٰ کروں، لیکن اتنی عمر اب کہاں؟

اگر کوئی اور آسان ترکیب دماغ خالی کرنے کی آپ کو معلوم ہو تو وہ بتایئے

کوئی تعویذ۔ کوئی گنڈا ——— کوئی فلیتہ ———!

آپ لوگ تو ادنیٰ توجہ سے انسان کی صورت و شکل بھی بدل دیتے ہیں، احمق بنا دینا کیا مشکل ہے ——— باور کیجئے، میں خود اس عقل سے بہت بیزار ہوں، بارے اب آپ کی تحریر سے کچھ امید ہوئی ہے، شاید سودا اچھا ہو جائے!

ٹوٹی دریا کی کلائی زلف الجھی بام میں
مورچہ مخمل میں دیکھا آدمی بادام میں

مکرمی۔ بالکل بجا فرمایا۔ واقعی ذمہ داری کا احساس بڑی سخت چیز ہے، لیکن شاید اس سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ ذمہ داری کی نوعیت بھی سمجھ لی جائے۔ لیکن آپ کے سامنے وہ ہے، یہ نہیں!

اس میں شک نہیں کہ "غیر مشروط" رحم و کرم کا بڑا مرتبہ ہے، لیکن شاید اتنا بڑا کہ انسانی تمدن اسکا متحمل نہیں ہو سکتا۔ خدا ہی اسکو نباہ سکتا ہے، کیونکہ اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں۔

انسانی ذمہ داریاں باہر سے شروع ہو کر گھر کی طرف آتی ہیں، یا گھر سے شروع ہو کر باہر کی طرف جاتی ہیں، اس کا فیصلہ اجتماعی حیثیت سے ناممکن ہے۔ یہ بالکل انفرادی حالات سے متعلق ہے اور کوئی کلیہ یا ضابطہ اس کا نہیں بنایا جا سکتا، لیکن پیش نظر صورت میں آپ کی الجھنیں یقیناً آپ کے اس غلط فیصلہ کا نتیجہ ہیں جس میں پہلے "درویش" کو جگہ دی گئی ہے اور پھر

"خویش" کو!

ہر چند میں جانتا ہوں کہ اس نوع کی غلط بخشیاں خود ستائی اور تملق پسندی کا لازمی نتیجہ ہوا کرتی ہیں لیکن آپ میں شاید یہ عیب اس حد تک تو نہیں کہ سیاہ و سفید کی تمیز باقی نہ رہے۔

معاف فرمائیے، اگر آپ کا خط نہ آتا تو بھی اس مسئلہ میں آپ کو لکھنے والا تھا کیونکہ سوال میرے آپ کے تعلقات کا نہیں، بلکہ اسکی زندگی کا ہے جسے میں نے برسوں گود میں کھلایا ہے اور جس کے درد دکھ کے بیان سے مجھے واقعی سخت تکلیف ہوتی ہے۔

اگر آپ اپنی زندگی میں جائداد کی تقسیم مناسب نہیں سمجھتے تو "وقف علی الاولاد" میں کیا حرج ہے۔ یہ نوچ کھسوٹ کسی طرح ختم تو ہو، اب نہ سہی کچھ دن بعد سہی!

چھوڑو اس ذکر کو

پتہ پتہ، بوٹا بوٹا، حال ہمارا جانے ہے

تم نہیں جانتے تو نہ جانو!

اچھا ہوا تمھارا تبادلہ وہاں سے ہوگیا، لیکن ہمیں کیا۔ دمشق میں قحط سالی ہو یا نہ ہو، لیکن تمھاری "فراموشکاری" تو بہرحال قایم رہنا ہی ہے۔

تمھارے "گیسو دراز" آجکل کہاں ہیں۔ اگر وہاں ہوں تو کہدو کہ یہاں

آجائیں، ایک ٹھکانا میں نے ان کے لئے ڈھونڈھ لیا ہے "خرما" اور "ثواب" دونوں کا ٹھکانا۔

حضرت - آپ میری اتنی ستایش نہ کیجئے کہ مجھے خود اپنے آپ سے شرم آنے لگے۔ کہاں وہ، کہاں میں، ذرہ و آفتاب کی بھی تو نسبت نہیں۔ وہاں یہ عالم کہ

بادہ بدارند و بہ ساغر کنند

یہاں یہ رنگ کہ

گریہ کنم تا مژہ تر کنم

آپ ہی فرمائیے کہ یہ "نسبت یکرنگی" ہے یا "تضادِ دورنگی"!

میں خود آپ سے ملنے کے لئے بیتاب ہوں، ایک زمانہ سے شرف ملازمت حاصل نہیں ہوا، لیکن اس کا کیا علاج کہ آپ "قطب" ہونے کی وجہ سے اپنی جگہ نہیں چھوڑ سکتے اور میں اپنی "شکستہ پائی" سے مجبور ہوں۔ بہرحال اب تو زندگی اسی طرح بسر ہو رہی ہے کہ۔

مائیم و جبہہ و سجودِ رضائے دوست

اگر اسی طرح ختم ہو جائے تو سودا بُرا نہیں!

بجا ہے، یہ لن ترانیاں اسی وقت تک ہیں، جب تک وہ "رشکِ آفتاب بالائے بام" نہیں آیا۔ اسکے بعد میں جانتا ہوں کہ تم کیا کروگے اور کیا کہوگے۔

میں پوچھتا ہوں کہ تم نے یہ ذکر چھیڑا ہی کیوں ؟ اس کے جواب میں تم ہزارہا تاویلیں کرو گے، لیکن دل کی "مجبوری" کا ذکر نہ کرو گے ــ تم خود چاہتے ہو کہ کوئی بہانہ پیدا ہو اور ـــــ "داستانِ زلفِ عنبر بار دوست" چھڑ جائے!
اچھا، اگر مقصود یہی ہے تو لو، سراپا سن لو۔

جلوہ گرِ سے آفتِ نظارہٗ برق زتمثال وے انگارہٗ
رنگِ گل، آئینۂ دیدارِ او موجِ پری جوہرِ رفتارِ او
جلوہٗ جنت زغبارش رمے چشمۂ کوثر زمحیطش نمے

اب تو جی خوش ہوا؟ ــ جاؤ منہ پہ یادرتان کرسو رہو

قبلہ، زحمت تو ہوگی، لیکن اپنے کسی شاگرد سے کہدیجئے کہ جلاؔل مرحوم کے تمام دوادین کتابخانہ سے نکال کر میرے پاس بھیجدے۔ واپس کر دینے کا ذمہ دار ہوں، لیکن تاریخ متعین نہیں کرسکتا۔ دوسری بات یہ کہ جو تراشے آپ کے پاس محفوظ ہیں، وہ بھی بھیجدیجئے۔ کیوں نہ آپ یہ خدمت مجھ سے لیں۔ جلاؔل کا حق آپ پر، آپ کا مجھ پر۔ فرق ہی کیا ہے؟ یقیناً آپ سے بہتر اس خدمت کو انجام دینے والا کوئی نہیں، لیکن آپ کے پاس وقت کہاں؟ کب تک انتظار کروں؟

کیا پوچھتے ہو کیا عالم ہے؟

بہار می رسد از موج گل کمند فروش

دو مہینے کی زہرہ گداز اور دماغ پاش گرمی کے بعد "ہوائے برشکالی" کیا آئی کہ "جامِ سفالی" یاد آ گیا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ "ساغر کشانِ محفلِ شوق" ہیں تم کہاں؟

"آجاؤ جو تم کو آنا ہے، ایسے میں ابھی شاداب ہیں ہم"

جی ہاں، وہ یہاں سے چلے گئے اور سب کچھ اپنے ساتھ لے گئے، آسمان و زمین، در و دیوار سب۔ بتائیے کیا کروں۔

آپ اگر مکر نہ جائیں، تو وہ وعدہ آپ کو یاد دلاؤں جو، اب سے ایک سال پہلے آپ نے کیا تھا۔ اب وقت اس کے ایفا کا ہے۔ آپ فرمائیں گے میں کیا کر سکتا ہوں، میں کہوں گا آپ کیا نہیں کر سکتے۔ سوچئے شاید یاد آ جائے۔

اگر یہ معلوم ہو جائے کہ آپ آج کل باہر نہیں ہیں، تو خود حاضر ہو کر رُو در رُو گفتگو کروں، یاد رکھئے، میں آپ کو چھوڑنے کا نہیں، اگر مسیحا اچھا نہ کرے، تو مجھے مسیحا کا علاج بھی معلوم ہے!

——— گالیاں دیجئے، کوسئے، ہاں، ہاں،

ظلم کر ظلم اگر لطف دریغ آتا ہو

"یہ سب سہی، پر ایک نہیں کی نہیں سہی"

انکار پر جان دینے کا زمانہ اب گذر گیا۔ پہلے "بہ ستم رسد" کا تعلق صرف ہجر سے تھا، لیکن اب وصل بھی یونہی نصیب ہوتا ہے۔ یہ خدا کی دین نہیں، سائنس کی برکت ہے ــــ فوٹو، ریڈیو، ٹیلی ویژن! کس کس سے بچیے گا اور پھر تصور! کہ

آنکھ کی بند ہوا کوچۂ جاناں پیدا

اس سے کہاں مفر!

دیکھئے اب بھی سویرا ہے، مان جائیے، ورنہ اس سے کیا فائدہ کہ سر بازار آپ کا دامن میرے ہاتھ میں ہو اور لڑکے تالیاں بجائیں!

بندہ نواز۔ مجھے سخت افسوس ہے کہ اس وقت تک تعمیل ارشاد نہ کر سکا۔ اور آیندہ بھی جلد کوئی توقع نہیں۔ سبب دریافت نہ فرمائیے، کیونکہ آپ میری نا اہلی کا عذر سنیں گے نہیں اور میں عدیم الفرصتی کا لایعنی بہانہ کرکے وقت ٹالنا مناسب نہیں سمجھتا۔

میں پھر عرض کروں گا کہ جب مجھ سے بہتر آدمی اس کام کے لئے مل سکتے ہیں تو مجھے شرمندہ کرنے پر آپ کو اسقدر اصرار کیوں ہے؟ علاوہ اس کے "تحسین ناشناس" کی یوں بھی کوئی قیمت نہیں۔

مسودہ واپس کرنے کی اجازت دیجئے۔

محترم۔ آپ نے جو سلوک …… صاحب کے ساتھ کیا ہے اسکا اعتراف کون نہ کرے گا، لیکن اس کا یہ پہلو کہ آپ اس احسان کو بھولنے کے لئے تیار نہیں اور بار بار اس کا اعتراف چاہتے ہیں، عجیب ہے۔ اگر آپ کی یہ عنایتیں صرف محبت و خلوص کی بنا پر ہوتی ہیں، تو آپ کو شکر ادا کرنا چاہیئے کہ اسکے مناسب موقعے آپ کو ملتے رہتے ہیں، لیکن اگر آپ ان کا کوئی معاوضہ بھی چاہتے ہیں (خواہ وہ زبان ہی سے کیوں نہ ہو) تو معاف فرمایئے، یہ ایک سودا ہے جسمیں آپ زر و سیم کے عوض لوگوں کے اخلاق خریدنا چاہتے ہیں۔

آپ کو ہمیشہ یہ شکایت رہی کہ آپ دوستوں کی دوستی سے محروم ہیں۔ لیکن کبھی آپ نے یہ بھی غور کیا کہ ایسا کیوں ہے؟

اس کا سبب صرف یہ ہے کہ جس پر آپ احسان کرتے ہیں، اسکا دل آپ زبان سے خون کر دیتے ہیں اور جب وہ آپ کے احسان کا بدلہ احسان سے نہیں کر سکتا، تو اس میں آپ کی طرف سے تنفر کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے ہر چند میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی "آمرانہ" فطرت اس سے کبھی باز نہ آئے گی، لیکن ایک بار صاف صاف کہدینا میرا فرض ضرور تھا۔ اسکے بعد انشاء اللہ یہ ذکر میری زبان سے کبھی نہ سنیں گے۔

صدیقی۔ ۵؍ جون کا گرامی نامہ کل ۸؍ اگست کو ملا۔ آپ نے دیکھا آپ مجھ سے کتنی دور ہیں! یعنی اس دورِ برق و کہربا میں بھی پورے دو مہینے دور!

اگر ہم آپ دو مختلف کُروں میں ہوتے تو یہ فاصلہ اربوں میں ظاہر کیا جاتا ـــــــ آپ ابھی جوان ہیں اس لئے یہ سُنکر شاید ہنسیں گے، لیکن مجھے تو اس خیال سے اختلاج ہونے لگتا ہے۔ آپ نے یہ لکھ کر "میری واپسی کا کچھ ٹھیک نہیں" اور زیادہ مایوس کر دیا۔ بار بار میرؔ کا شعر یاد ہے

تیرے ایفائے عہد تک نہ جئے
عمر نے ہم سے بے وفائی کی

جنگ کا زمانہ ہے، ہندوستان میں رہتا ہوں، ملاحظات میں کیا رکھا ہے کہ انھیں علٰحدہ کر کے آپ کو پرچہ بھیجوں۔ رسالہ گم ہونے کی وجہ اب اس کے سوا کیا ہوسکتی ہے کہ درمیان میں بیس جگہ احتساب و مراقبہ ہوتا ہے اور معلوم نہیں کس جگہ وہ پرزے پرزے ہوکر اس قابل نہیں رہتا کہ آگے بڑھایا جاسکے۔ مارچ و اپریل کے پرچے پھر بھیج رہا ہوں، لیکن انکے پہونچنے یا نہ پہونچنے کی اطلاع بھی غالبًا چار مہینے کے بعد آئے گی۔ معاذ اللہ!

اس دوران میں آپ کے پاس جتنے عربی رسائل جمع ہوگئے ہیں وہ سب یا ان میں سے خاص خاص بھیج دیجئے۔ کتابوں کی ضرورت نہیں۔

حضرت،

عتاب نامہ پہونچا۔ جواب تو خیر پھر دوں گا، لیکن فی الحال مجھے اس کا لطف اٹھانے دیجئے کہ کتنی کوشش کے بعد میں آپ کو برہم کر سکا ہوں! معاملہ

"جواب تلخ" اور "لبِ لعلِ شکر خا" کا نہیں، بلکہ صرف یہ کہ میں بھی اس برہمی پر ہنس ہنس کر آپ کی بے اعتنائیوں کا انتقام لے سکوں گا اور اب آپ کو پتہ چلے گا کہ غصہ کا جواب قہقہہ سے دینا کتنی خون کھولا دینے والی چیز ہے!

اچھا ـــــ تو آپ خفا ہیں!۔ کیوں؟ اس لئے کہ میں آپ کے فریب میں مبتلا رکھنے کے لئے جھوٹ نہیں بولا۔ یا اس لئے کہ آپ اس سے زیادہ سچ بولنے پر قادر نہ تھے؟ ـــــ بہرحال وجہ جو بھی ہو۔ واقعہ درا صل بہت سخت ہے۔ اور "جان" عزیز ہو یا نہ ہو، لیکن اب تو اُس سے ہاتھ دھونا ہی پڑے گا۔ پھر ـــــ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ اس کے لئے بہتر صورت آپ نے کیا سوچی ہے؟ ـــــ سنکھیا؟ ـــ افیون ـــ؟ ـــ ریل کی پٹری یا بجلی کا تار ـــــ؟ میں ممنون ہوں گا اگر آپ قبل سے مجھے مطلع فرما دیں گے، تاکہ میں آپ سے رخصت ہونے کے لئے بر وقت وہاں پہونچ جاؤں

سنئے جناب،

زندگی گزرتی یا نہ گزرتی، سوال یہ ہے کہ کس کا رگزر یاد ہی کیوں آئے؟ میں نے آپ کو خط اس لئے نہیں بھیجا تھا کہ آپ میری سفارش کر کے "وسیاستِ درباں" کے عذاب سے مجھے نجات دلوائیں، بلکہ صرف اس لئے کہ آپ میری مردانگی کی داد دیں۔

معلوم ہوتا ہے آپ خود ہی نہیں چاہتے کہ اب میں زندہ رہوں۔ بہتر ہے

اگر مرضی یہی ہے تو ان سے کہہ دیجئے جو آپ کا جی چاہے، لیکن یہ سمجھا دیجئے کہ
اب اس "عشرۂ ناز و ادا" کی تاب مجھ میں نہیں

رفتیم زکوئے یار اینگ
در دامن ماست حاصل ما

ماشاءاللہ، کیا کہنا!
دنیا اِدھر کی اُدھر ہوگئی اور آپ ابھی تک یہی سمجھ رہے ہیں کہ سورج
ڈھلا بھی نہیں! حضرت،

دیر ہست کز ایں قافلہ بردند جرس را

کیا بتاؤں، دل کی ویرانی کا کیا عالم ہے ـــ
"جانا جاتا ہے کہ اس راہ سے لشکر گزرا"

آپ اس کے جواب میں صبر کی تلقین نہ کیجئے گا، وہ پہلے ہی آچکا ہے اور اب
تکلیف یہی ہے کہ وہ کیوں آیا؟ حیرت تو خیر ہونا ہی تھی!

میں جب کبھی آپ کو خط لکھتا ہوں تو دیر تک سوچتا رہتا ہوں کہ آپ سے
خطاب کس طرح کروں آپ تو "محترم" لکھ کر اس فرض سے بہ آسانی سبکدوش
ہو جاتی ہیں ـــ تصنع و تکلف ہی ٹھیرا نا؟ ـــ لیکن میں اس کے جواب میں آپکو
"محترمہ" لکھنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ "احترام" کی حد زیادہ سے زیادہ "حرم کعبہ"

تک ہے اور میں آپ کو اس وقت کی حسینہ سمجھتا ہوں جب کعبہ کعبہ نہ تھا بلکہ "بت کدہ" تھا!

خیر فی الحال اسکو چھوڑئے، لیکن سوچکر مجھے بتائیے ضرور کہ میں آپ کو کیا لکھا کروں۔ یعنی جو سوچتا ہوں وہی لکھوں یا کچھ اور ؟

ہاں مجھے یاد ہے اور اچھی طرح یاد ہے کہ اب سے دو سال پہلے آپ کیا تھیں، لیکن اس سے متفق نہیں کہ اب آپ کچھ اور ہوگئی ہیں۔ دیکھئے عورت کی زندگی میں بڑی چیز صرف اس کا احساس ہے ـــــ مرد کو تو خیر ہمیشہ احساس سے جنگ کرنا پڑتی ہے، اور شاید زیادہ تر عورت ہی کے لئے ـــ اور اسی کو حد سے نہ گزرنے دینا اس کی کامیابی ہے۔

حالات کے لحاظ سے احساس میں تغیر پیدا ہونا لازمی ہے، اس لئے اگر آپ یہ چاہتی ہیں کہ شادی ہونے کے بعد بھی آپ عہد دوشیزگی کی "رنگین دنیا" میں زندگی بسر کرتی رہیں تو یہ آپ کا ظلم ہے ـــــ خود اپنے اوپر!

ماضی کی یاد سے لطف اٹھانا برا نہیں، لیکن اس یاد سے حال و مستقبل تباہ کرنا حماقت ہے ـــــ بیشک بہت سی خلاف توقع باتیں آپ کے سامنے آ رہی ہوں گی، لیکن اتنے دنوں تک آپ نے پھولوں کی سیج پر راتیں گذاری ہیں اب کچھ لطف خارزار کا بھی اٹھائیے، اور اگر آپ نے اسے گوارا کر لیا تو پھر کانٹوں پر بھی نیند آنے لگے گی۔

مجھے یقیناً آپ کے ساتھ ہمدردی ہے، لیکن کوشش کیا کر سکتا ہوں جب کہ

اس کی نوعیت بالکل ایسی ہی ہوگی جیسے کوئی شخص سورج سے صرف اسکی روشنی لیکر حرارت کو واپس کردینا چاہے!

جن سے آپ کی قسمت وابستہ ہے، ان کو میں نے دیکھا تو نہیں لیکن یہ جانتا ہوں کہ کوئی انسان آپ کو بے چین کرکے خود بھی عرصہ تک چین سے نہیں بیٹھ سکتا، اس لئے آپ رواداری سے کام لئے جایئے، وہ کب تک اپنی غلطی کو محسوس نہ کریں گے۔

آپ آیندہ کوئی خط مجھے ان کو دکھائے بغیر نہ بھیجئے، ورنہ ممکن ہے اس سے گتھیوں میں اور اضافہ ہوجائے۔

آپ نے دیکھی اپنے دوست کی حماقت! میں نہ کہتا تھا کہ ۶ فٹ کے آدمی سے کبھی عقل کی توقع نہ رکھئے، اور وہی ہوا۔ کل دوپہر کو وہ میرے پاس تشریف لائے، میں نے ان سے کہا کہ یہ وقت مناسب نہیں ہے۔ آج شام یا کل صبح میں خود چلکر ملا دوں گا۔ مجھ سے تو کچھ نہیں کہا، لیکن میرے مکان سے اٹھ کر سیدھے وہیں چلے گئے۔

مجھے معلوم نہیں، کیا کیا باتیں ہوئیں لیکن آج صبح جب میں وہاں گیا، تو دیکھا کہ تیور بہت خراب تھے۔ پہلے خاموشی طاری رہی اور پھر عتاب شروع ہوا۔ ان کی حماقت کی وجہ سے مجھ پر!

ذرا پوچھئے تو سہی، کیا کہہ گئے ہیں؟ کوئی تسمہ باقی لگا رکھا یا نہیں؟

جناب بندہ۔ سوال کسی کی بے نیازی یا نیازمندی کا نہیں ہے بلکہ اس امر کا کہ میری "خوئے تسلیم" کس حد تک ان کے لئے گوارا ہو سکتی ہے۔ کیونکہ جہاں سر جھکانا بھی "سرکشی" میں داخل ہو وہاں جان دینے کی بھی صورت کوئی اور رہونا چاہئے وفا اور عاشقی کیسی ؟

اُدھر یہ طعن کہ —— گل ہمہ گوش ست صوت بلبل نارساست!

یہاں یہ حال کہ

نبتی یک جرم را صد عذر گفت
گرچہ تقصیرے کہ می باید نداشت

اب آپ ہی فرمایئے اس صورت میں سوائے خاموشی کے کیا چارہ ہے۔ بہرحال میں تعمیل ارشاد کے لئے حاضر ہوں، لیکن جانتا ہوں کہ سوائے شرمندگی کے اور کوئی نتیجہ نہیں۔ شرمندگی، اپنے آپ سے، اُن سے اور ساری دنیا سے!

نیاز نوازا۔ کرمنامہ پہونچا، تشکریہ کا محل نہیں، لیکن رسماً عرض ہے، آپ کی تمام داستان الم میں مجھے صرف اتنا یاد رہ گیا ہے کہ "میں جو اچھا ہوا بُرا نہ ہوا"

پھر اب جو ان نشتروں سے کام لیا جا رہا ہے، تو کیا آپ کو یقین ہے کہ دل پھر خون دینے لگے گا۔ خوشی مجھے بھی ہو گی اگر ایسا ہوا لیکن یہ خوشی اب میسر آئے ایسے نصیب کہاں!

دنیا سے "دامن کشاں" گزر جانا اتنا مشکل نہیں جتنا کانٹوں میں الجھا کر

دامن کو صحیح و سلامت لے آنا۔ لیکن یہ تجربہ بار بار نہیں کیا جاتا۔

میں آپ کو بھول تو نہیں سکتا، لیکن یاد رکھنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی — خوش رہیئے۔!

مکرمی۔ تسلیم۔ یہ دورِ مشین کا دور ہے' کل پرزوں کا دور ہے' ہر چیز میکانکی ہے' Mecha اور ہر بات غیر طبعی! اُردو کا ایک محاورہ ہے' "چلتا پُرزہ" جو غالباً زیادہ پُرانا محاورہ نہیں ہے اور مشینوں کو دیکھ کر ہی اختیار کیا گیا ہے — سو جب تک آپ یہ "چیز" نہ بنیں کامیابی دشوار ہے۔ اس میں وضعداری اخلاق' اور عہد و پیمان کو مطلق دخل نہیں۔ ہوا کا رُخ دیکھنا' اور اپنا کام لینا خواہ کسی طریقہ سے ہو۔ یہ ہے اس لفظ کا صحیح مصداق۔ یہ سچ ہے کہ دنیا اب آپ کے رہنے کی جگہ نہیں رہی' لیکن شکوہ و شکایت بھی بیکار ہے۔ اُس کا آئین بدلتا نہیں' آپ کو اپنی وضع چھوڑنا نہیں۔ سوال صرف جیتے رہنے کا ہے' سو وہ بھی اب کتنے دن کے لئے۔ اللہ اللہ کیجئے اور ایک جگہ اپنے آپ کو سمیٹ کر بیٹھ جایئے۔

غنچہ شود امن آرام بہ چنگ ست اینجا

مذہب' غریبوں اور بیکسوں کا سہارا اسی معنی میں ہے۔

صدیقی، لکھ جایئے اور پھاڑتے جایئے، یہاں تک کہ آپ لکھنا چھوڑ بیٹھیں یا یہ سلسلۂ "خرق و حرق" ختم ہو جائے! فسانہ نگاری کا وہ دور جب صرف کاغذ کے پھولوں کو پیش کیا جاتا تھا، گزر گیا، کسی مورت کو سنوار کر مصنوعی حرکت و جنبش سے کام لینا، اب مقبول نہیں ــ دنیا اب صرف حقیقت و واقعیت کی تلاش میں ہے، خواہ اس کا بیان کتنا ہی گھناؤنا کیوں نہ ہو ــ ہم نے بھی عرصہ تک خیال کی دنیا پر حکومت کی اور آپ نے بھی ــــ لیکن اب جگہ ان لوگوں کے لئے چھوڑ دینا ہے، جو عمل، فعل اور کردار کا علم لیکر نمودار ہوئے ہیں، بہت دن تماشا کیا، اب چند دن تماشائی بنکر دیکھئے، کیا ہوتا ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ محبت کی تہذیب و متانت ختم ہو رہی ہے، اور بدمستی بلکہ سیہ مستی نے اس کی جراحی شروع کر دی ہے، لیکن اس میں حرج ہی کیا ہے۔ انسان اسی طرح آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتا جائے گا، یہاں تک عورت، مرد، محبت و عداوت سب کی تشکیل بالکل نئے انداز پر ہوگی، وہی انداز جو جنت سے باہر آتے وقت آدم و حوا کا تھا!

جب دماغ و خیال کی نزاکتیں ختم ہوتی ہیں تو اعصاب میں قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ ہمارے اعصاب کمزور تھے اور خیال قوی، اب اعصاب قوی ہیں اور خیال کمزور ــ پہلے بھی اعصاب ہی کی حکومت تھی اور اب پھر ہونیوالی ہے ــ ذہن و دماغ کا دور یقیناً پھر آئے گا، لیکن ابھی نہیں۔ جنگ کے بعد آفتاب کو کم از کم دو سو سال تک تو اس ویرانہ پر طلوع ہونے دیجئے!

مکرمی۔ شاعری میں اس انقلاب کا مطالعہ بہت غور سے کر رہا ہوں، اور ایک حد تک آپ سے متفق ہوں لیکن یہ بتایئے کہ ہندوستان کی ۳۵ کروڑ آبادی اور اسی نسبت سے اسکے ہزاروں شاعروں کا کیا علاج!

اگر یہ آبادی مع اپنے تمام شاعروں کے ایک تہائی ہو جائے تو ملک اور لٹریچر دونوں غلامی سے آزاد ہو جائیں۔

یقیناً یہ زمانہ چنگ و رباب لیکر شبستانوں کی رونق بڑھانے کا نہیں اور نہ غزلیں گا گا کر رقص و مستی کا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ شاعر جو ہاتھ میں پھاوڑا اور کدال لے کر نکلا ہے وہی کب ان سے کام لیتا ہے۔ خس خانوں میں بیٹھکر یا صرف مشاعروں میں واہ واہ حاصل کرنے کے لئے، سرمایہ دار کی برائی اور مزدور کی حمایت میں نظم لکھ دینا، انقلابی شاعری نہیں۔

جب تک خود شاعر کی پیشانی سے پسینہ اور آنکھ سے لہو نہ ٹپکے "انقلابی شاعری" کا دعوےٰ کرنا ——— اب کیا کہوں، کیا ہے۔!

ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں؟

آرٹ کے لحاظ سے یقیناً شاعری نے بہت ترقی کر لی ہے لیکن جب احساس "حقیقت و صداقت" عام ہو جائیگا تو الفاظ کی یہ شاعری ختم ہو کر کبیرؔ و نظیرؔ کی شاعری کا دور پھر آئے گا، اور غالباً زیادہ گہرے رنگ کا۔

حضرت۔ خط ملا۔ آپ ان کی طبیعت سے واقف نہیں۔ اِدھر سے جتنا